بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر

کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق

مخصوص وبائی اور لاک ڈاؤن (Lockdown) کی حالت میں

مساجد وغیر مساجد میں جگہ جگہ قیامِ جمعہ کا حکم

اذنِ عام اور بعض دوسری اہم مباحث پر کلام

جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنے اور اس کی جماعت کا حکم

اس سلسلے میں فقہائے کرام اور مجتہدینِ عظام کے اقوال پر ایک نظر

مسئلہ ھٰذا سے متعلق بعض عصری تحریرات وفتاویٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ

نمازِ جمعہ کا سہل اور آسان طریقہ

نمازِ جمعہ اور خطبۂ جمعہ سے متعلق چند اہم مسائل

بحالتِ موجودہ جمعہ سے متعلق ''دارالعلوم دیوبند'' کا فتویٰ

مؤلف ومرتب

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

فہرست

مضامین — صفحہ نمبر




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

ابھی چندروز ہوئے کہ بندہ نے ایک مختصر تحریر کے ذریعے ملک کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر، شہروں میں جمعہ کی نماز سے متعلق حکم بیان کیا تھا، کیونکہ اس مسئلہ پر مختلف چہ میگوئیاں جاری تھیں، اور کئی لوگ اس کے متعلق بندہ کے موقف کو معلوم کرنا چاہتے تھے۔

بندہ نے اس مختصر تحریر کے ذریعے اذنِ عام کے مسئلہ کی وضاحت کی ساتھ، کم از کم چار عاقل، بالغ افرد کے لیے غیر مسجد اور گھروں میں قیامِ جمعہ کو درست قرار دیا تھا۔

اور بحالاتِ موجودہ، بچند وجوہ ''احتیاطُ الظہر'' کو بھی مستحب اور بہتر قرار دیا تھا۔

اس سے اگلے دن ہی بندہ کو ایک استفتاء موصول ہوا، اور کچھ فتاویٰ بھی نظر سے گزرے، جن میں بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس طرح جمعہ کے درست ہونے سے اختلاف کیا گیا تھا، اور ساتھ ہی شہروں میں موجود لوگوں کو، مسجد، حلقۂ کبیر وغیرہ کے بغیر نمازِ جمعہ سے منع کیا گیا تھا، اور اس کے مقابلے میں نمازِ ظہر پڑھنے اور با جماعت پڑھنے کے مستحب ہونے کا حکم لگایا گیا تھا، اور بحالاتِ موجودہ، جمعہ کے دن، شہروں میں، گھروں وغیرہ کے اندر عندالحنفیۃ جماعتِ ظہر کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی تھی۔

جس کے نتیجے میں کئی سوالات ابھر کر سامنے آئے، اور کئی اہلِ علم حضرات کی طرف سے تشویش کا اظہار کیا گیا۔

اس مسئلے کے اہم اور ہمہ جہتی ہونے کے پیشِ نظر بندہ نے بتعجیل اس پر کچھ تفصیل سے تحریر کیا، جس کو آئندہ اوراق میں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کی موجودہ ''کرونا وائرس'' سے حفاظت فرمائے، اور جلد از جلد لوگوں کے نظامِ زندگی اور معمولاتِ یومیہ کو بحال فرمائے۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ.

محمد رضوان خان 19/ شعبان المعظم/ 1441ھ 13/ اپریل/ 2020 بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق

سوال

موجودہ حالات میں جبکہ دنیا بھر میں کرونا وائرس کی وباء پھیلی ہوئی ہے، اوراس کی وجہ سے مساجد وغیر مساجد میں بڑے اجتماعات سے حکومتِ پاکستان نے منع کردیا ہے، اور لوگوں کو اپنے گھروں میں رہ کر نمازِ پنجگانہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کو متعدد مستند اہلِ افتاء نے قبول بھی کرلیا ہے، اور نمازِ پنجگانہ، گھروں میں جاری ہے، مساجد میں کم وبیش چار، پانچ افراد کا اجتماع روا رکھا گیا ہے۔

ایسے حالات میں شہروں کے اندر نمازِ جمعہ کا مسئلہ زیرِ بحث ہے، آپ کی ایک تحریر نظر سے گزری، جس میں آپ نے شہر کے اندر گھروں وغیرہ میں کم از کم چار عاقل بالغ مرد حضرات کی موجودگی میں جمعہ کی نماز کو جائز اور درست قرار دیا تھا، اوراس سے کم ہونے کی صورت میں جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز کا حکم تحریر کیا تھا۔

لیکن آج ایک مفتی صاحب کی تحریر نظر سے گزری، اور ایک دوسرے مفتی صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا، جس میں انہوں نے فرمایا کہ موجودہ حالات میں شہروں کے اندر گھروں میں جمعہ کا قائم کرنا درست نہیں ہے، فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ لوگوں کا جمعہ فوت ہوجائے، تو وہ بغیر اذان واقامت کے ظہر کی نماز بغیر جماعت کے پڑھیں گے۔

انہوں نے امداد الاحکام جلد 1 صفحہ 783 کے حوالہ سے ''الدر المختار'' کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ:

''وكذا اهل مصر ، فاتتهم الجمعة ، فانهم يصلون الظهر بغير اذان ولا اقامة ولاجماعة''

اور پھر ''البحرُ الرائق'' کے حوالے سے ''الظهيرية'' کی یہ عبارت ذکر کی ہے کہ:

''جماعة فاتتهم الجمعة فی المصرفانهم يصلون الظهر بغير اذان ولا اقامة ولاجماعة''

اس قسم کی عبارات کے تناظر میں انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوگیا ہو، وہ گھر میں جا کر، باجماعت جمعہ کی نماز نہیں پڑھیں گے۔

ورنہ تو جمعہ کا جو ایک تصور اور مقصد ہے، یعنی بڑے مجمع کا ہونا، وہ فوت ہو جائے گا، وہ مقصد مسجد کے بغیر حاصل نہیں ہوگا، اِلَّا یہ کہ کوئی بڑا حلقۂ کبیر ہو، یا بڑا اجتماع ہو، تو الگ بات ہے۔

اور آئندہ اگر اس کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر جمعہ پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں جمعہ قائم کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا راجح یہی معلوم ہوا کہ بحالتِ موجودہ جمعہ کے دن، جمعہ کے بجائے ظہر پڑھنی چاہیے۔

البتہ جن لوگوں نے جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیا، اور جن لوگوں نے اس فتوے کی بنیاد پر جمعہ پڑھ لیا، تو چونکہ مسئلہ مجتہَد فیہا ہے، اس واسطے اگر کسی نے اس طرح کے فتوے کی بنیاد پر پڑھ لیا، تو ہم اس کو باطل نہیں کہیں گے، وہ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور ہوگا، اس کو ہم فاسد نہیں کہیں گے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی۔

پھر جمعہ کے دن شہروں کے اندر، ظہر کے بارے میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ گھروں میں جماعت سے پڑھی جائے، یا انفراداً پڑھی جائے، تو اس میں بھی راجح یہ معلوم ہوا کہ موجودہ حالات میں شہروں میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے، اور جو بعض فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن، شہر میں ظہر انفراداً پڑھی جائے، اور جماعت نہ کی جائے، ان حضرات نے ظہر کی جماعت کو جو مکروہ قرار دیا، اس کے ان حضرات نے تین اسباب بیان فرمائے ہیں۔

ایک سبب ان حضرات نے ظہر کی نماز با جماعت مکروہ ہونے کا یہ بیان فرمایا ہے کہ مسجدِ جامع سے معارضہ ہوگا۔

لیکن یہاں مسجدِ جامع سے معارضہ کی بات نہیں پائی جارہی، کیونکہ مسجدِ جامع کے اندر تو جمعہ ہورہا ہے، وہ بھی محدود ہے۔

دوسرا سبب ان حضرات نے ظہر کی نماز با جماعت مکروہ ہونے کا یہ بیان فرمایا ہے کہ تقلیلِ جماعت ہوگی، تو یہاں پر اس کا بھی تصور نہیں ہے۔

اور تیسرا سبب ظہر کی نماز با جماعت مکروہ ہونے کا ان حضرات نے یہ بیان فرمایا ہے کہ بعض غیر معذور لوگ بھی جب دیکھیں گے کہ جماعت ہورہی ہے، تو وہ شامل ہوجائیں گے۔

تو اس کا بھی یہاں کوئی تصور نہیں ہے۔

تو اس وجہ سے جب تینوں وجوہات، جن کی بناء پر ظہر کی جماعت کو مکروہ کہا گیا تھا، وہ یہاں کے حالات میں موجود نہیں ہیں، تو اب بہتر یہی ہے کہ شہروں میں جمعہ کے دن، لوگ اپنے اپنے طور پر ظہر کی نماز کو جماعت سے پڑھیں، کیونکہ ایک طرف تو آدمی کا جمعہ چھوٹ گیا، اور دوسری طرف جماعت بھی گئی، تو کم از کم وہ ظہر کی نماز تو جماعت سے پڑھ لیں۔

اور اس کے متعلق امداد الاحکام میں علامہ شامی کے حوالے سے یہ لکھا گیا ہے کہ ''جمعہ کے دن با جماعت ظہر کی نماز پڑھنا کراہتِ تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے''

لیکن مجبوری کے حالات میں کراہتِ تنزیہی بھی شاید نہ ہو، بلکہ افضل یہ ہو کہ ظہر کی نماز، جماعت سے پڑھی جائے، جیسا کہ عام حالات میں اگر خدانخواستہ ظہر، عصر وغیرہ کی نماز فوت ہوجائے، تو ظاہر ہے کہ اس کو گھر وغیرہ میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہوتا ہے۔

تو جو علتیں، جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی نماز با جماعت کے مکروہ ہونے کی فقہائے کرام کی طرف سے بیان کی گئی تھیں، وہ علتیں موجودہ حالات میں اولاً تو پائی نہیں جارہیں، اور ان علتوں کے ساتھ بھی علامہ شامی کہتے ہیں کہ یہ صرف کراہتِ تنزیہی ہے، چنانچہ مضمرات کے

حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے کہ ”**یصلون وحدانا استحبابا**“یعنی اکیلے پڑھنا مستحب ہے، علامہ شامی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترکِ جماعتِ ظہر، یعنی ظہر کی نماز کو جماعت سے پڑھنا، زیادہ سے زیادہ کراہتِ تنزیہی ہے، اور کراہتِ تنزیہی کی وہ جو علتیں تھیں، وہ بھی چونکہ موجودہ حالات میں مفقود ہیں، لہٰذا جماعت سے پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک مفتی صاحب کا فتویٰ بھی اسی نوعیت کا ارسال ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ بیان اور فتوے کی روشنی میں اپنا موقف واضح فرمادیں۔

اور اگر مذکورہ استدلال پر بھی روشنی ڈال دیں تو مناسب ہے۔

اور آپ نے جو ’’**احتیاطُ الظھر**‘‘ کا حکم بیان فرمایا تھا، اس کو کئی اردو فتاویٰ میں مکروہ اور عوام کے لیے مفسدہ کا باعث قرار دیا گیا ہے، اس کی بھی وضاحت فرمادیں۔

اس وقت چونکہ جمعہ کا مذکورہ مسئلہ، ملکِ پاکستان کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی زیرِ بحث ہے، اس لیے اگر اس کے متعلق دوسرے فقہائے کرام کے اقوال پر بھی روشنی ڈال دیں، تاکہ امت کے اس اجتماعی اور اہم مسئلے پر مختلف پہلو سامنے آجائیں، اور ان کی روشنی میں مشکل کا حل نکالنا آسان ہوجائے، تو زیادہ فائدہ مند ہوگا۔

جزاک اللہ۔

محمد ناصر

مری روڈ، راولپنڈی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

جواب

سب سے پہلے جمعہ سے متعلق چند نصوص ملاحظہ کرلی جائیں، تاکہ جمعہ کے متعلق اسلام کی طرف سے پیش کردہ تصور ذہن نشین رہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ (سورة الجمعة، رقم الآية ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب ندا (یعنی اذان) دی جائے نماز کے لئے یومِ جمعہ کو، تو سعی کرو تم اللہ کے ذکر کی طرف، اور چھوڑ دو تم بیع کو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، اگر تم جانتے ہو (سورہ جمعہ)

مذکورہ آیت میں جمعہ کی اذان ہونے پر ذکر، یعنی نمازِ جمعہ کی سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے نمازِ جمعہ کا فرض ہونا معلوم ہوا۔ [1]

---

[1] صلاة الجمعة من الفرائض المعلوم فرضيتها بالضرورة، وبدلالة الكتاب والسنة؛ فيكفر جاحدها .قال الكاساني :الجمعة فرض لا يسع تركها، ويكفر جاحدها والدليل على فرضيتها : الكتاب والسنة وإجماع الأمة.

أما الكتاب فقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله قيل " :ذكر الله "هو صلاة الجمعة، وقيل :هو الخطبة، وكل ذلك حجة؛ لأن السعي إلى الخطبة إنما يجب لأجل الصلاة، بدليل أن من سقطت عنه الصلاة لا يجب عليه السعي إلى الخطبة، فكان فرض السعي إلى الخطبة فرضا للصلاة؛ ولأن ذكر الله يتناول الصلاة ويتناول الخطبة من حيث إن كل واحد منهما ذكر الله تعالى.

وقد استدل الإمام السرخسي -أيضا -بالآية المذكورة من وجهين:

الوجه السابق، ووجه آخر حيث قال : اعلم أن الجمعة فريضة بالكتاب والسنة، أما الكتاب فقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع) والأمر بالسعي إلى الشيء لا يكون إلا لوجوبه، والأمر بترك البيع المباح لأجله دليل على وجوبه أيضا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص۱۹۳، مادة "صلاة الجمعة")

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۰۵۶، کتاب الصلاۃ، ابواب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز اس شخص پر واجب ہے، جو نداء (یعنی اذان) سنے (اور کوئی معقول عذر، جمعہ سے مانع نہ ہو) (ابوداؤد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِقَوْمٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰی رِجَالٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُیُوْتَھُم (مسلم، رقم الحدیث ۶۵۲ "۲۵۴" کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الذین یتخلفون عن صلاۃ الجماعة والجمعة، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۰۸۰) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز سے پیچھے رہ جاتے ہیں، فرمایا کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں کسی شخص کو کہہ جاؤں کہ وہ (جمعہ کی نماز میں حاضر شدہ) لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کو جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے، ان کے گھروں سمیت آگ لگادوں (مسلم)

حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّھُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: عَلٰی اَعْوَادِ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیة ابی داؤد)

[2] قال الحاکم: وھو صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاہ ھکذا إنما خرجا بذکر العتمة، وسائر الصلوات.

وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرطھما.

مِنۡبَرِہٖ لَیَنۡتَہِیَنَّ اَقۡوَامٌ عَنۡ وَدۡعِہِمِ الۡجُمُعَاتِ اَوۡلَیَخۡتِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ ثُمَّ لَیَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡغَافِلِیۡنَ (مسلم، رقم الحدیث ۸۶۵ ''۴۰''کتاب الجمعة، باب التغلیظ فی ترک الجمعة)

ترجمہ: اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یا تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ جمعہ کی نمازیں چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ (جمعہ چھوڑنے کے وبال کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافل لوگوں ہی میں سے ہو جائیں گے (مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَیَنۡتَہِیَنَّ أَقۡوَامٌ یَسۡمَعُوۡنَ النِّدَاءَ یَوۡمَ الۡجُمُعَةِ ثُمَّ لَا یَأۡتُوۡنَہَا أَوۡ لَیَطۡبَعَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ ثُمَّ لَیَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡغَافِلِیۡنَ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۹۷، ج۱۹ ص۹۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ جمعہ کے دن، جمعہ کی اذان کو سنتے ہیں، پھر وہ جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آتے، تو وہ باز آ جائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافلین میں سے ہو کر رہ جائیں گے (طبرانی)

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنۡ تَرَکَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَہَاوُنًا بِہَا طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلۡبِہٖ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۰۵۲، کتاب

---

[1] قال المنذری:

رواہ الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن (الترغیب و الترھیب للمنذری، تحت رقم الحدیث ۱۰۹۰)

و قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر وإسنادہ حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۱۸۱)

الصلاۃ، ابواب الجمعة،باب التشدید فی ترک الجمعة؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۴۹۸؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۰۳۴) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے تین جمعوں (کی نمازوں) کو سُستی کی وجہ سے چھوڑ دیا تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (ابوداؤد، مسنداحمد، حاکم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۱۱۲۶، کتاب اقامه الصلاة والسنة فیها،باب فیمن ترک الجمعة من غیر عذر؛ صحیح ابنِ خزیمة، رقم الحدیث ۱۸۵۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے (یعنی شرعی عذر کے بغیر) تین جمعوں (کی نمازوں) کو چھوڑ دیا، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا (ابنِ ماجہ، ابنِ خزیمہ)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:صحیح لغیره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة ابن وقاص اللیثی -فهو صدوق حسن الحدیث(حاشیة ابی داؤد)
وقال ایضاً:اسنادہٗ حسن(حاشیة مسند احمد)
وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه
وقال الذهبی: علی شرط مسلم.

[2] قال الدکتور مصطفیٰ الاعظمی:اسنادہٗ صحیح(حاشیة ابنِ خزیمة)
وقال المنذری: وروی ابن ماجه عنه بإسناد جید مرفوعا (الترغیب والترهیب، تحت رقم الحدیث ۱۰۹۲، کتاب الجمعة الترغیب فی صلاة الجمعة)
قال شعیب الارنؤوط:صحیح لغیره، وهذا إسناد حسن من أجل أسید :وهو ابن أبی أسید البراد (حاشیة سنن ابن ماجه)

مَـرَّاتٍ مِـنْ غَيْـرِ ضَـرُوْرَةٍ طُبِـعَ عَلٰى قَلْبِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٥٥٨) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بغیر ضرورت کے تین مرتبہ جمعہ چھوڑ دیا، تو اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَـلَا ثًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٥٨، كتاب الايمان، باب ماجاء فى الشرك والنفاق، صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٨٥٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر کسی (شرعی) عذر کے چھوڑ دے، تو وہ منافق ہے (ابنِ حبان، ابنِ خزیمہ)

حضرت یحییٰ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ فَلَمْ يُجِبْ، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِ، أَوْ لَمْ يُجِبْ، طَبَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى قَلْبِهٖ، فَجُعِلَ قَلْبَ مُنَافِقٍ (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٦٧١٧) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یا (یہ فرمایا کہ) اس کا (عمل سے) جواب نہیں دیا، پھر دوبارہ جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یا اس کا جواب نہیں دیا، پھر تیسری مرتبہ جمعہ کی اذان کو سنا، پھر جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آیا، یا اس کا جواب

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: اسنادهُ حسن (حاشية ابن حبان)
قال الدكتور محمد مصطفىٰ الاعظمى: اسناده حسن صحيح (حاشية ابن خزيمة)

[3] قال حسين سليم أسد: إسناده حسن (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

نہیں دیا، تو اللہ عزّ وجلّ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، پھر اس کا دل منافق والا دل بنا دیا جاتا ہے (ابویعلیٰ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ كُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۴۲۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین جمعے (کی نمازیں) بغیر عذر کے ترک کر دے، تو وہ منافقین میں سے لکھ دیا جائے گا (طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ جُمَعٍ مُتَوَالِيَاتٍ فَقَدْ نَبَذَ الْإِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۲۷۱۲) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے تین جمعے لگاتار چھوڑ دیئے، تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا (ابویعلیٰ)

امّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (سنن النسائی، رقم الحديث ۱۳۷۱، كتاب الجمعة، باب التشديد فی التخلف عن الجمعة، ابن حبان، رقم الحديث ۱۲۲۰) [3]

---

[1] قال المنذری: رواه الطبرانی فی الكبير من رواية جابر الجعفی وله شواهد (الترغيب و الترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ۱۰۸۹)

[2] قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح إلى ابن عباس وهو موقوف عليه (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

و قال الهيثمی: رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۱۷۷)

[3] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، يزيد بن موهب ثقة، وباقی رجال الإسناد على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے لیے جانا ہر بالغ (مرد) پر واجب ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ ہر بالغ مرد پر جمعہ کی نماز واجب ہے، جبکہ جمعہ کی نماز واجب ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، جن کا دیگر احادیث وروایات میں ذکر پایا جاتا ہے، اوران شرائط میں مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ مرد وغیرہ ہونا بھی داخل ہے۔ [1]

حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ مَرِيْضٍ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۰۶۷، کتاب الصلاۃ، ابواب الجمعة، باب الجمعة للمملوک والمرأۃ) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةٍ: عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ، أَوْ اِمْرَأَةٍ، أَوْ صَبِيٍّ، أَوْ

---

[1] (علی کل محتلم) أی بالغ (رواح الجمعة) إذا توفرت الشروط المذكورة فی الفروع (وعلی كل من راح الجمعة) أی أراد الرواح إليها (الغسل) لهـا قال القاضی :إنـما ذكر هذا اللفظ تأكيدا لـلسـنة وتحريضا لهم عليه(د عن حفصة) أم الـمـؤمـنين بإسناد صالح(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۵۴۶۲)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح .طـارق بن شهاب اتفِق على أنه رأى رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم -، لـكن اختُلف هل سمع منه أم لا؟ وعلى تقدير أنه لم يسمع منه تكون روايته مرسل صـحـابـی، وهـو حـجة بالإجماع إلا من شذَّ، كما قال ابنُ الملقن فی "البـدر الـمنير(حاشية سنن ابی داؤد)

مَرِیْضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۰۶۲، کتاب الجمعۃ) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنا ضروری حق ہے، سوائے چار قسم کے لوگوں کے، ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے نابالغ بچہ، چوتھے مریض (حاکم)

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے بحالاتِ موجودہ، اپنی گزشتہ مختصر تحریر میں یہ موقف اختیار کیا تھا کہ:

''جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح اور واجب ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، صرف ''اذنِ عام'' کی مذکورہ طریقے پر شرط نہ پائی جائے، تو اس کی وجہ سے جمعہ کے فریضے کو ساقط قرار دینا، بہرحال خلافِ احتیاط ہے، اِلَّا یہ کہ جہاں جمعہ کی دیگر مسلّمہ شرائطِ صحت موجود نہ ہوں، مثلاً امام کے علاوہ تین عاقل، بالغ افراد بھی موجود نہ ہوں، وہاں کا معاملہ جدا ہے، ان کو بہرحال ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔

لیکن ہمارے نزدیک ایسی صورت میں ایسے لوگوں کو، جو کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد ہوں، اپنے گھروں وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کرنا، جائز ہے، اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان پر جمعہ کی نماز کو واجب قرار دیا جائے۔

البتہ ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہ ہوگا کہ مذکورہ افراد، جمعہ کی نماز پڑھیں، اور اس کے بعد چار رکعت ''احتیاطُ الظهر'' کے نام سے بھی ادا کرلیں، تاکہ اختلاف واشتباہ سے بھی حفاظت ہوجائے''۔

آپ کی منسلکہ تحریر اور فتوے کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے، جو نقل کیا گیا، جس میں ہم نے نہایت نرم الفاظ میں مسئلہ سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد اتفقا جميعا على الاحتجاج بهريم بن سفيان ولم يخرجاه ورواه ابن عيينة، عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر ولم يذكر أبا موسى فى إسناده، وطارق بن شهاب ممن يعد فى الصحابة .

و قال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

اس کے بعد سوال میں جو اُمور زیرِ بحث لائے گئے ہیں، ان کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے۔

بحالاتِ موجودہ، جبکہ ملکِ پاکستان میں، حکومتِ وقت کی جانب سے بڑے اجتماعات کے منعقد کرنے پر پابندی ہے، اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے گھروں وغیرہ میں نمازیں ادا کرنے، اور مساجد میں چار، پانچ افراد تک کے اجتماعات منعقد کرنے کا حکم صادر ہے، اور خلاف ورزی کرنے پر قانونی کارروائی بھی عمل میں لائی جارہی ہے، اور حکومتِ وقت کی طرف سے گھروں وغیرہ میں متعلقہ شرائط کے ساتھ نمازِ جمعہ قائم کرنے پر کوئی پابندی عائد نہیں، اور کئی ہفتوں سے شہروں میں جابجا، فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے مسلمانوں کا بڑا طبقہ، نمازِ جمعہ کی ادائیگی پر کاربند ہے۔

ان حالات میں ایک مختصر تحریر اور فتوے کے ذریعہ، نہایت مجمل اور مبہم انداز میں شہروں میں، مساجد، یا حلقۂ کبیر، یا بڑے اجتماع کے بغیر، اور فقہائے کرام کی بیان کردہ افراد کی تعداد اور حد بندی، اور شرائط کی تصریح کے بغیر، مقیم، صحت منداور بالغ مرد، افراد سے، علی الاطلاق جمعہ کی نماز کو ساقط قرار دینا اور اس سے بڑھ کر ان کے جمعہ کو نادرست قرار دینا، اور اس کے مقابلہ میں ظہر کی نماز باجماعت کو مستحب قرار دینا۔

یہ تمام امور ہی، شرعی وفقہی اعتبار سے، اور خاص کر حنفیہ کے نزدیک، بہت زیادہ محلِ کلام اور عوام واہلِ علم حضرات کے لیے، انتہائی تشویش واضطراب کا باعث ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک اگر کسی جگہ شہر میں کم از کم چار افراد بھی عاقل، بالغ مرد حضرات، موجود نہ ہوں، اور اس طرح کے کم از کم چار افراد کا جمع ہو کر جمعہ پڑھنا، مشکل ہو، صرف تین، یا اس سے کم افراد ہی جمع ہو سکتے ہوں، تو اِن کے لیے جمعہ کو نادرست قرار دینے، اور جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز کا حکم ہونے میں اشکال نہیں، لیکن اس صورت میں بھی حنفیہ کے نزدیک ان کو شہر کی حدود میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت، پڑھنا، مکروہ تحریمی، یا کم از کم مکروہ تنزیہی ہے۔

البتہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام، یعنی شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک شہر میں موجود، جمعہ سے معذور، جن لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہو، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، نہ صرف یہ کہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا بعض شرائط کے ساتھ مستحب ہے، لیکن وہ بھی اس صورت میں، جبکہ وہ لوگ واقعتاً نمازِ جمعہ سے معذور ہوں، ورنہ ان کے نزدیک نمازِ ظہر، جماعت اور بغیر جماعت کے بہرصورت، کالعدم ہے، اور اس سے فریضۂ وقت ان کے نزدیک سرے سے ساقط ہی نہیں ہوتا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

معاملہ چونکہ ملک کے ایک اجتماعی اور اہم مسئلے سے متعلق ہے، جس کے بارے میں مختلف اہلِ علم حضرات کی طرف سے طرح طرح کے فتاویٰ اور تحریرات جاری کی جارہی ہیں، اور زبانی، کلامی فتاویٰ جاری کرنے کا ایک طویل سلسلہ الگ ہے، جو موجودہ دور کے عوام الناس کے لیے طرح طرح سے ذہنی الجھن کا باعث بن رہا ہے، اور اس کے نتیجے میں عوام کا ایک بڑا طبقہ اہلِ علم حضرات سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے راستے پر کاربند ہے، وہ الگ بات ہے کہ کس کا طرزِ عمل درست ہے، اور کس کا درست نہیں۔ ان حالات میں ہم اس موقع پر مسئلہ ہٰذا کے متعلق کچھ تفصیل سے کلام کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔

مسئلے کے دینی ہونے کی وجہ سے اس پر کچھ کھلے انداز میں علمی گفتگو کا تقاضا ہے، عین ممکن ہے کہ ہماری اس جلدی میں مرتب کردہ تحریر سے، کسی کو دل آزاری، یا ناگواری اور اس سے بڑھ کر بے ادبی کا احساس ہو، اور بعض الفاظ میں تیزی کا شائبہ ہو، لیکن چونکہ علمی وفقہی مسائل میں آزادنہ، اور کھلی اظہارِ رائے، ترکِ ادب نہیں، بلکہ بزرگوں کا ہی معنوی فیض ہے۔

جیسا کہ ہمارے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی تحریر فرماتے ہیں کہ:

> الحمدللہ! جماعتِ دیوبند کی خصوصیت اور انہی بزرگوں کی تعلیم وتلقین نے ہمیں یہ صراطِ مستقیم دکھائی کہ مسائلِ شرعیہ میں آزادانہ اظہارِ رائے ترکِ ادب نہیں، بلکہ

شاگردوں کا اظہارِ خیال، انہی بزرگوں کا معنوی فیض ہوتا ہے، اس لیے بنامِ خدا تعالیٰ جو کچھ اس میں تحقیق سے مجھ پر واضح ہوا، وہ لکھ دیا، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ ترکِ ادب سے بھی مجھے محفوظ رکھیں۔ آمین

(فقہی مقالات، جلد۲، صفحہ ۵۵، ۵٦، مطبوعہ: میمن اسلامک پبلشرز، کراچی، اشاعت: جولائی 1996ء)

اور بندہ بلا مبالغہ، اللہ کو گواہ بنا کر اس بات کے اظہار میں کوئی عار نہیں سمجھتا کہ بندہ کی اس آزادانہ اظہارِ رائے کے معاملے میں حضرت شیخ موصوف مذکور کے معنوی فیضان کو ہی زیادہ دخل ہے، جو اِس دور میں کبریتِ احمر سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آپ نے جو مختصر و مجمل، بلکہ مبہم تحریر کو نقل اور فتوے کو ارسال فرمایا ہے، اس میں مندرجہ ذیل باتیں قابلِ غور ہیں:

(1)...... اس تحریر اور فتوے میں جو حکم بیان کیا گیا ہے، وہ فقہ حنفی کے مطابق بیان کیا گیا ہے، اسی لیے، اس میں ''الدر المختار، البحر الرائق، خلاصۃُ الفتاویٰ اور امدادُ الاحکام'' کے حوالہ سے عبارات نقل کی گئی ہیں، اور ان کو مستدل بنایا گیا ہے۔

(2)...... اس تحریر اور فتوے میں بحالاتِ موجودہ، یعنی جبکہ حکومت کی طرف سے مساجد میں بڑے اجتماعات پر پابندی عائد ہے، گھروں وغیرہ میں نمازِ جمعہ کو غیر درست قرار دیا گیا ہے۔

(3)...... اس تحریر اور فتوے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جتنے فقہاء کی عبارتیں دیکھی گئیں، ان میں کسی جگہ جمعہ فوت ہونے والے کے لیے، گھر میں جا کر جمعہ کی نماز کا حکم مذکور نہیں۔

(4)...... اس تحریر اور فتوے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جمعہ کا تصور مسجد، یا حلقۂ کبیر، یا بڑے اجتماع کے بغیر نہیں۔

(5)...... اس تحریر اور فتوے کے مطابق، اگر بحالاتِ موجودہ، گھروں وغیرہ میں جمعہ کی اجازت دے دی گئی، تو آئندہ، لوگوں کے لیے مصروفیت کو بہانہ بنا کر گھروں میں ہی جمعہ قائم کر لینے کا راستہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

(6)...... اس تحریر اور فتوے کی رُو سے، جن لوگوں نے کسی مفتی کے فتوے کے مطابق، گھر میں جمعہ پڑھ لیا، تو اس مسئلے کے مجتہَد فیہا ہونے کی وجہ سے، اس کے جمعہ کو باطل، یا فاسد نہیں کہا جائے گا، اور جمعہ کی نماز کے ادا نہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(7)...... اس تحریر اور فتوے کے موافق، بحالاتِ موجودہ، جمعہ کے دن شہر کے لوگوں کو باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا بہتر ہے، اور یہ بات نامناسب ہے کہ ایک طرف تو جمعہ کی نماز چھوٹ جائے، اور دوسری طرف ظہر کی جماعت بھی چھوڑوادی جائے۔

(8)...... اس تحریر اور فتوے میں، بحالاتِ موجودہ، جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کو، دوسرے دنوں کی، گھروں میں پڑھی جانے والی پنجگانہ نماز پر قیاس کیا گیا ہے۔

(9)...... باقی تحریر کے حصہ اور فتوے میں، جمعہ کے دن شہر میں موجود لوگوں کو اپنے گھروں میں ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ نہ ہونے اور اس کے بجائے مستحب ہونے پر کلام کیا گیا ہے، اور فقہائے حنفیہ کی طرف سے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کے تین اسباب کا ذکر کر کے، موجودہ حالات میں ان کے پائے جانے کی نفی کی گئی ہے۔

(10)...... منسلکہ فتوے میں شہر کے اندر، جگہ جگہ، جمعہ کے، چھوٹے چھوٹے اجتماعات کو شعارِ اسلام کے خلاف قرار دے کر، ناجائز، اور اس کے بجائے، نمازِ ظہر کو تجویز کیا گیا ہے۔

منسلکہ تحریر اور فتوے میں مذکور امور پر تفصیلی کلام تو اپنے اپنے مقامات پر آ گے آتا ہے۔

البتہ شروع میں اجمالاً منسلکہ تحریر وفتوے کے مندرجاتِ مذکورہ کے متعلق بالترتیب چند معروضات پیشِ خدمت ہیں، جن میں اگرچہ الزامی نوعیت کا عنصر کیوں نہ شامل ہو، لیکن اصل مقصود، ان امور کی تنقیح وتفہیم ہی ہے۔

(1)...... حنفیہ کی جو عبارات منسلکہ تحریر اور فتوے میں پیش کی گئی ہیں، ان سے یہ مسئلہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ اگر چار، یا زیادہ عاقل، بالغ مرد حضرات، شہر میں جمعہ کے بڑے اجتماع یا

مسجد میں، میں شریک نہ ہوسکیں، تو ان کو جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنا درست نہ ہو، اور ان کو جمعہ فوت ہونے والوں کے زُمرہ میں داخل مانا جائے، کیونکہ ایک تو فی الوقت تعدُّدِ جمعہ کے ساتھ مستقلاً نمازِ جمعہ کے انعقاد و جواز اور وجوب کا مسئلہ زیرِ بحث ہے، نہ کہ فوت ہونے کا۔
دوسرے امدادُ الاحکام کے مذکورہ مفصل و مدلل فتوے سے بھی مذکورہ مدعا کے برخلاف ثبوت ہوتا ہے۔ تیسرے ''امدادُ الاحکام'' بلکہ اس میں مذکور عبارات سے اس قسم کے مستدلات کے معقول جوابات بھی معلوم ہوتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔
(2)......اس تحریر اور فتوے میں گھروں میں نمازِ جمعہ کے عدمِ جواز کی کوئی تفصیل و تقسیم بیان نہیں کی گئی کہ کس قسم کے افراد کے لیے نمازِ جمعہ درست ہے، اور کن کے لیے درست نہیں۔
دوسرے آگے، مسجد، حلقۂ کبیر، یا بڑے اجتماع کی جو قید لگائی گئی، وہاں بھی افراد کی حد بندی نہیں کی گئی، جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مسجد، یا حلقۂ کبیر اور بڑے اجتماعات کے علاوہ گھروں میں اور کسی دوسری جگہ جمعہ جائز نہیں۔
تیسرے اگر کسی جگہ شہر کی مسجد، یا غیر مسجد میں کم از کم چار عاقل، بالغ افراد نمازِ جمعہ قائم کریں، تو ان کا کیا حکم ہوگا؟ خواہ مخصوص اذنِ عام ہو، یا نہ ہو، اور اگر مسجد میں چار پانچ افراد، حکومت کی طرف سے بڑے مجامع کے انعقاد کا اذنِ عام نہ ہونے کے باعث دروازہ بند کر کے جمعہ کی نماز پڑھیں، اس کو بھی تو حلقۂ کبیر نہیں کہا جاتا، اور اس صورت میں بھی دروازے بند ہونے کی وجہ سے، مخصوص نوعیت کا اذنِ عام نہیں ہوتا، پھر مسجد اور غیر مسجد، یعنی گھر وغیرہ میں مابہ الفرق کیا ہوگا؟
چوتھے گھر کی جامع مانع تعریف کیا ہوگی؟ شہروں میں تو بہت سی جگہیں، عماراتِ مسکونہ یا غیر مسکونہ، بلکہ کھلی فضاء وغیرہ، سب ہی طرح کی چیزوں پر مشتمل ہوتی ہیں، کیا اس سے مخصوص عمارت مراد ہے، جس میں کوئی باقاعدہ رہائش پذیر ہو، یا کچھ اور مراد ہے، جبکہ عمارات میں نیت اور فعل کی وجہ سے بھی فرق واقع ہوسکتا ہے، مثلاً اس جگہ کو کس نیت سے تعمیر کیا گیا ہے،

اوراس جگہ میں، اس وقت کیا عمل ہورہا ہے، اوراس جگہ کو اس وقت کیا حیثیت حاصل ہے، چنانچہ کسی عمارت کو اگر کسی وقت رہائش کے لئے استعمال کیا جائے، تو اس کو گھر کہا جاتا ہے، اوراگراس میں کاروباراورمعاشی مشغلہ اختیارکیا جائے، تواس کو کارخانہ، فیکٹری یادفتر، ہوٹل، پٹرول پمپ وغیرہ کہاجاتا ہے، تعلیمی مشغلہ اختیار کیا جائے، تو مکتب، مدرسہ، جامعہ یاسکول، کالج وغیرہ کہاجاتا ہے، اورکوئی جگہ مسجد بنائے بغیرنماز کے لئے مختص کردی جائے، تواس کومصلیٰ کہاجاتا ہے، اوربھی سینکڑوں نہیں، ہزاروں قسم کی جگہیں ہوتی ہیں۔

پانچویں مطلقاً گھروں میں جمعہ کی اجازت اس عنوان سے نہیں دی جارہی، کہ گھروں میں جمعہ جائز ہے، کہ اس کی نظیر کوتلاش کیا جائے، بلکہ ان جگہوں پر جمعہ کی اجازت دی جارہی ہے، جہاں شرائطِ جمعہ پائی جائیں، خواہ وہ کوئی کھلا گھر ہو، فیکٹری ہو، کارخانہ ہو، یا چھت وغیرہ ہو، اورایسے مقامات، جہاں شرائطِ جمعہ پائی جائیں، اوروہ مسجد نہ ہوں، ان میں جمعہ ادا کرنے کی نظیریں تاریخ میں بکثرت مل جائیں گی۔

چھٹےفقہائے کرام نے جمعہ کے لیے شہروغیرہ کی حدودکو کافی قراردیا ہے، نہ تو مسجد کوضروری قراردیا، اورنہ ہی جمعہ درست ہونے کے لیے حلقۂ کبیر یا بڑے اجتماع کوشرط قراردیا۔

ان تمام امور سے صرفِ نظر کیسے کرلیا گیا۔

ساتویں اس منسلکہ تحریراورفتوے میں فقہائے کرام میں سے کسی کی طرف سے وجوبِ جمعہ وصحتِ جمعہ کی بیان کردہ شرائط کا ذکرنہیں کیا گیا۔

اس طرح کےاجمال وابہام سے کئی قسم کے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، اورہورہے ہیں۔

آٹھویں اس طرح کی تحریروفتوے سے بہت سے دوسرے مواقع پر بھی جمعہ کا عدمِ جواز لازم آتا ہے، جس پرعام حالات میں بھی اہلِ افتاء کی طرف سے عدمِ جواز کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

(3)......اس موقع پر یہ وضاحت کرنے کی ضرورت تھی کہ کیا ہر جگہ کسی چیز سے سکوت، اس کے عدمِ ثبوت، اوراس سے بڑھ کرعدمِ جواز کومستلزم ہوا کرتا ہے۔

دوسرے اگر صراحتاً کسی چیز کا اثبات یا جواز نہ ہو، لیکن قواعد وشرائط سے اس کا ثبوت وجواز ہوتا ہو، تو کیا پھر بھی عدمِ جواز کا حکم لگانا درست قرار پا سکتا ہے، بالخصوص جبکہ وہ حالت بھی مخصوص مجبوری، اور عارضی ومعروضی نوعیت کی ہو۔

چنانچہ موجودہ مخصوص حالات میں جگہ جگہ گھروں میں جماعت اور بغیر جماعت کے پنج وقتہ نمازیں ہو رہی ہیں، جن پر بکثرت علمائے کرام جواز کا حکم لگا رہے ہیں، یہ طرزِ عمل بھی تو عمومی حالات میں صراحتاً ثابت نہیں۔

تیسرے اگر کچھ لوگ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ ان کو نمازِ جمعہ نہ مل سکا، ایسی صورت میں وہ کیا دوسری مسجد میں جا کر باجماعت، جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں، جبکہ وہ چار یا اس سے زیادہ عاقل، بالغ افراد ہوں، اور اگر دوسری مسجد میں پڑھ سکتے ہوں، غیر مسجد میں نہ پڑھ سکتے ہوں، تو ان دونوں کا الگ الگ ثبوت اور مابہ الفرق کیا ہوگا؟

چوتھے عام حالات میں تو ہر مسلمان کو معلوم ہوتا ہے کہ اسے اگر ایک جگہ جمعہ نہ ملا، تو وہ دوسری مسجد وغیرہ میں جا کر پڑھ لیتا ہے، بصورتِ دیگر ظہر پڑھ لیتا ہے، لیکن ملک کے موجودہ مخصوص حالات میں تو اس کے لیے اس طرح دوسری، بلکہ کسی بھی مسجد میں جانا مشکل ہے، اس حالت میں اس کے لیے اپنے فریضۂ جمعہ کو ادا کرنے کا متبادل طریقہ کیا ہوگا؟

پانچویں جمعہ فوت ہونے کا یہ تصور تو تعددِ جمعہ کو ناجائز قرار دینے کی صورت میں ہے، جبکہ ہمارا زیرِ بحث مسئلہ تعددِ جمعہ کے جائز ہونے کی صورت میں ہے، جیسا کہ باحوالہ آگے آتا ہے۔

(4)......اولاً تو یہ تعبیر نہایت مجمل ومبہم ہے، جس میں **مسجدٌ دون مسجد**، اور **حلقةٌ دون حلقة** کی کوئی حد بندی نہیں کی گئی۔

دوسرے اگر یہی بات ہو، تو پھر فقہائے حنفیہ نے جو کم از کم چار عاقل، بالغ افراد کو جوازِ جمعہ کے درست ہونے کے لیے کافی قرار دیا ہے، اور مسجد کو بھی ضروری قرار نہیں دیا، اس کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

تیسرے اسلام کے ابتدائی زمانوں میں عموماً شہر میں ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، اوراس وقت اسی کو حلقۂ کبیر کہا جاتا تھا، بعد میں اس میں توسُّع آ تا چلا گیا، اور حلقۂ کبیر کی حیثیت تبدیل ہوتی چلی گئی۔

چوتھے دنیا جہان میں ہونے والے تمام جمعہ کی نمازوں کے حلقے اوراجتماعات ایک جیسے نہیں ہیں، بلکہ اُن میں باہم بہت فرق ہے۔

(5)...... بعینہٖ یہی سوال، بحالاتِ موجودہ، پنج وقتہ نمازوں اورصفوں ونمازیوں کے درمیان خلاء وفاصلہ رکھنے کے متعلق بھی عائد ہوتا ہے۔

دوسرے عوام بھی دنیا کے حالات سے بخوبی واقف ہیں، کہ یہ اجازت،فرض نمازوں کی طرح مخصوص حالات میں ہے، جبکہ پوری دنیا میں لاک ڈاؤن کا سماں ہے، ہمیشہ کے لئے ایسا نہیں ہے، جب حالات درست ہوجائیں گے،تو لوگ کیسے اپنی جگہوں پر جمعہ پڑھیں گے، اوراگر شاذ ونادر کسی نے جرأت کی،تو اگر کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے کی،تو اس سے شریعت منع نہیں کرتی، اوراگر غیر شرعی طرزِ عمل اختیار کیا، تو اسے اس سے آگاہ کیا جائے گا، بلکہ دوسرے عوام ہی اسے گوارانہ کریں گے۔

تیسرے کیا اس طرح کے خدشے کی بناپر، دینِ اسلام کی دی ہوئی ضرورت کے وقت کی ایک سہولت کو ختم کیا جاسکتا ہے، یا کسی شرعی حکم میں ترمیم کی جاسکتی ہے؟

(6)...... یہ بات تو درست ہے، لیکن نہایت مجمل ومبہم ہے، کیا اگر کوئی محض خواتین کے ذریعہ انعقادِ جمعہ کو جائز قرار دے، یا مسجد سے آنے والی آواز پر اپنے یہاں گھر میں رہتے ہوئے نمازِ جمعہ میں اقتداء کرنے کو جائز قرار دے، یا فقہائے کرام کی بیان کردہ کوئی دوسری معتبر شرط مفقود ہونے پر، مثلاً دو یا تین افراد ہونے کی صورت میں بھی نمازِ جمعہ کو جائز قرار دے، اس کے فتوے کے بھی یہی حیثیت ہوگی؟ یا اس کے لیے کوئی اصول کارفرما ہوگا، اس کی وضاحت ضروری ہے۔

کیونکہ آج کل جس طرح معاشرے میں مفتیوں کی کمی نہیں، ان کے فتاویٰ کی بھی کمی نہیں، ہر فارغُ التحصیل عالم، مفتی بن کرفتویٰ دینے پر جری نظر آتا ہے، بلکہ بعض تو غیر عالم ہوکر بھی علامۃُ الدہر، اور مفتی ومجتہد ہونے کا کردارادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

(7)...... ہماری نظر میں حنفیہ کی طرف سے پیش کردہ عبارات سے نہ تو مذکورہ مدعا کا ثبوت مل سکا، اور نہ ہی پیش کردہ دلائل سے یہ مدعا ثابت ہوسکا، بلکہ حنفیہ سے اس کے برخلاف ہی جا بجا تصریحات ملیں۔

دوسرے اس کے جواب میں کہنے والا بعینہٖ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ایک طرف تو لوگ مسجد میں جا کر بڑے اجتماعات میں جمعہ کی نماز سے محروم ہوگئے، اور دوسری طرف ان کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق جمعہ کی مشروع جماعت کے اجروثواب، بلکہ اس کے وجوب وصحت کی ادائیگی سے بھی محروم بتکلف کردیا جائے۔

تیسرے شہر میں جمعہ کے دن، نمازِ جمعہ پر ابھارا گیا ہے، نمازِ ظہر پرنہیں ابھارا گیا، بلکہ اس کی طرح طرح سے حوصلہ شکنی کی گئی، یہاں تک کہ بہت سے فقہائے کرام نے تو غیر معذور کی نمازِ ظہر کو سرے سے معتبر ہی نہیں سمجھا، اور بعض نے معتبر سمجھا، لیکن سخت مکروہ قرار دیا، اور معذورین کے حق میں بھی ظہر کی ادائیگی پر طرح طرح سے شرائط وپابندیاں عائد کیں، یہاں تک کہ معذورین کی جماعتِ ظہر کو بھی مطلقاً مکروہ قرار دے دیا۔

(8)...... جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کو دوسرے دنوں کی پنجگانہ نمازوں پر جو قیاس کیا گیا ہے، یہ بھی حنفیہ کی تصریحات کے خلاف اور قیاس مع الفارق ہے، اگرچہ بعض صورتوں میں دوسرے فقہاء کے موافق ہو۔

اور اگر حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے قول پر فتویٰ دینا مقصود ہو، تو اس کی وضاحت وتفصیل ضروری ہے، تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو، اور بات پوری طرح صاف ہوجائے۔

(9)...... منسلکہ تحریر اور فتوے میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے، نہ اس موقف سے اتفاق کی

گنجائش ہے، نہ ہی اس کے مستدلات سے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(10)......منسلکہ فتوے میں جو دعویٰ کیا گیا ہے، اور جو دلیل پیش کی گئی ہے، وہ نا قابلِ قبول ہے، جس کی فقہائے کرام سے کوئی تصریح دستیاب نہیں، بلکہ اس کے خلاف کی تصریح در تصریح دستیاب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

مذکورہ تحریر اور فتویٰ میں نہ صرف یہ کہ جمعہ کی اہمیت، نظر انداز ہوگئی ہے، اسی کے ساتھ کئی شدید تسامحات کا بھی صدور ہوا ہے، اس لیے اب مسئلہ ھذا کی کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

''امدادُ الاحکام'' کا حوالہ

منسلکہ تحریر اور فتوے میں ''امدادُ الاحکام'' کی جس عبارت کا ذکر کیا گیا ہے، شاید اس کو پوری طرح ملاحظہ کیا ہی نہیں جاسکا، ورنہ امدادُ الاحکام کی مکمل عبارت میں آگے پیچھے نہ صرف یہ کہ اذنِ عام کے مسئلے کو منقح اور صاف کردیا گیا ہے، بلکہ منسلکہ تحریر وفتوے میں جن عبارات سے مبحوث فیہ حالت میں جمعہ کو ناجائز اور اس کے مقابلے میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز کے باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کی نفی سمجھی گئی ہے، ان کے بھی نہایت معقول جوابات ذکر کردیے گئے ہیں۔

جس کے پیشِ نظر بحالاتِ موجودہ امدادُ الاحکام کی عبارت اور فتوے سے مذکورہ حضرات کے مدعا کے برعکس شہروں میں کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد کے حق میں جمعہ کا جواز، بلکہ جمعہ کے وجوب کا حکم اور اس کے مقابلے میں شہر میں موجود لوگوں کے لیے مطلقاً باجماعت ظہر کا مکروہ ہونا، ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ امدادُ الاحکام میں اذنِ عام اور جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمعہ ہوچکنے کے بعد چند لوگوں کے جمعہ پڑھنے کے متعلق متصلاً آگے پیچھے جواب ذکر کیا گیا ہے۔

ہم ذیل میں امدادُ الاحکام کے وہ دونوں جوابات اور عبارت مکمل طریقے پر نقل کررہے ہیں،

جس کے ذیل میں بعض مقامات پر ہم نے مفید سمجھے گئے حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے، تاکہ بات پوری طرح صاف ہوجائے، اور کوئی ابہام نہ رہے۔

اب ''امدادُالاحکام'' کی وہ مفصل عبارت اور مسلسل فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

الجواب من جامع امدادالاحکام

صورت مسئولہ میں صرف فلاں صاحب کے (مسجد میں جمعہ کے لیے) منع کرنے سے اذنِ عام فوت نہیں ہوا، اذنِ عام ایسے شخص کی ممانعت سے فوت ہوتا ہے، جس کی مخالفت پر عوام قادر نہ ہوں، مثلاً حاکمِ وقت منع کردے، اور حاکمِ وقت کی ممانعت سے بھی اذنِ عام اس وقت فوت ہوتا ہے، جبکہ کسی بستی میں مطلقاً جمعہ پڑھنے سے منع کردے، اور اگر کسی ایک جگہ سے منع کرے، اور دوسری جگہ سے منع نہ کرے، تو اذنِ عام فوت نہیں ہوتا، نماز جمعہ اس بستی کی ہر مسجد میں صحیح ہوگی۔ [1]

---

[1] اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارے یہاں موجودہ حالات میں حاکمِ وقت نے شہروں میں مطلقاً جمعہ پڑھنے سے منع نہیں کیا، بلکہ محض بڑے مجامع کے انعقاد سے منع کیا ہے، اور اپنے اپنے مقامات پر رہ کر نمازیں ادا کرنے کا علی الاطلاق حکم دیا ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہوا کہ اذنِ عام کی شرط فوت نہیں ہوئی، بلکہ تعددِ جماعات وجمعات میں مزید توسع اور گنجائش نکل آئی، اور مندرجہ بالا عبارت میں مسجد کی قید احترازی نہیں، بلکہ اتفاقی یا امرِ واقعی ہے، جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے، ورنہ شہروں میں جمعہ کا جواز، مسجد اور غیر مسجد میں عندالحنفیۃ برابر ہے۔

یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حاکمِ وقت یا اس کے نائب اور مجاز شخص نے وہاں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو، اور یہ اجازت جس طرح صراحتاً کافی ہے، اسی طرح دلالتاً بھی کافی ہے۔ اسی وجہ سے بعض حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جہاں حاکمِ وقت کو جمعہ کا قائم کرنا معلوم ہو، اور وہ اس پر سکوت وخاموشی اختیار کرے، تو یہ بھی دلالتاً اجازت سمجھا جاتا ہے۔

اور بعض حنفیہ نے فرمایا کہ اگر کسی جگہ مسلمان حاکم یا اس کا نائب موجود نہ ہو، تو وہاں کے لوگوں کو خود کسی امام کو مقرر کرکے جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے۔

جبکہ بعض حنفیہ نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لئے اجازتِ حاکم کی شرط، فی نفسہٖ عبادتِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے ضروری نہیں، پنجگانہ نمازوں کی طرح، اور جمعہ، ظہر ہی کے قائم مقام، فرض عبادت ہے، اور اذنِ حاکم کی شرط اس مصلحت سے رکھی گئی تھی کہ جمعہ کی نماز ایک بڑی جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جس میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اور فتنہ وفساد کا خوف ہوتا ہے، لہٰذا اگر حاکم یا اس کا نائب ونمائندہ موجود ہوگا، تو فتنہ کی روک تھام کرسکے گا اور انتظام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفلاں صاحب کی یہ حرکت خلافِ شرع تھی کہ ان سے چندہ وصول کرنے پر ایسا جبر کیا، اورنمازیوں کونماز سے روکا، اس کوعلانیہ اپنی حرکت سے توبہ کرنی چاہیے، اورخداتعالیٰ سے استغفارکرے، واللہ اعلم بالصواب، ظفراحمد عفاعنہ۔

الجواب من جامع تتمۂ امدادالاحکام:

ظاہر یہی ہے کہ صرف زبان سے کہہ دینے کی وجہ سے اذنِ عام مرتفع نہیں ہوتا، الَّا آنکہ کہنے والا صاحبِ حکومت ہو، اورفعلاً منع کرنا، حاکم وغیرحاکم ہردو کی جانب سے ہوسکتا ہے، یعنی اگر غیرحاکم بھی مسجد کا دروازہ بندکردے، یا پہرہ زبردست دروازہ پرلگادے، تواذنِ عام فوت ہوجائے گا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے، جبکہ وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہے، اوراگردوسری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

درست رہے گا، ورنہ فی نفسہٖ یہ شرط جمعہ کی نمازصحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں، لہٰذا اگرکسی علاقے کےلوگ کسی امام کی اقتداء میں مل کر جمعہ کی نمازپڑھیں، اوراس قسم کا فتنہ لازم نہ آئے، تووہ بلاشبہ جائز اوردرست ہے، اور ہمارے نزدیک یہ نہایت معقول توجیہ ہے۔

اور موجودہ دور میں جبکہ مسلمان بہت سے ایسے ملکوں میں آباد ہیں کہ جہاں مسلم حکمرانوں کا وجودنہیں، اور جہاں مسلم حکمران موجود ہیں، وہاں بھی بیشتر مقامات پر حکمرانوں کواسلامی احکام سے وابستگی اور جمعہ کی نماز کے قیام اوراس کی اجازت دینے لینے سے دلچسپی، اورکوئی خاطرخواہ سروکارنہیں، اورنہ ہی حکمران کی اجازت کےبغیر جمعہ قائم کرنے میں فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتا ہے، ان حالات میں مقامی لوگوں یا مسجد کی انتظامیہ کی طرف سے کسی کوامام بنا کراس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کرنا بلاشبہ درست ہے۔

اور یہ تفصیل حنفیہ کےنزدیک ہے، جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگراکثر وجمہورفقہائے کرام کےنزدیک جمعہ کی نمازقائم کرنے کے لیے حاکمِ وقت کی طرف سے باقاعدہ قیامِ جمعہ کی اجازت کا پایا جانا ہی ضروری نہیں۔محمدرضوان خان۔

الأمـراء أحـق بإقامة الصلاة وهو قول علي كرم الله وجهه: أربـع إلى الإمام الخ، وليس وجود الإمام شرطا(حجة الله البالغة، ج ۲ ص ۴۷،باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة وبعدها،العيدان)

واما امامتِ خلیفہ یانائب او، پس امر مستمرہ بود ومنشاء آن امراست بتقدم والی درمحل ولایتِ خود، پس مخصوص باشد بحضوروالی وبطریق استحباب باشد، چنانکہ تقدیم اقرء براعلم وسائرنظائرمسئلہ واثر حضرت علی کہ اربع الی الامام، الخ، محمول برندب تقدم والی درمحل ولایۃخوداست(مصفّٰی، ج ۱ص۱۵۲، باب التشدیدعلیٰ من ترک الجمعۃ بغیرعذر، مطبوعہ: مطبع فاروقی، دہلی)

(تفصیل وحوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو، ہماری تالیف ’’جمعہ مبارکہ کےفضائل واحکام‘‘)

جگہ بھی جمعہ ہوتا ہو، تو بہرحال جمعہ جائز ہوجائے گا۔

فی الشامی "قلت: وینبغی أن یکون محل النزاع ما إذا کانت لا تقام إلا فی محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا یتحقق التفویت کما أفاده التعلیل تأمل "

پس صورتِ مسئولہ میں جمعہ صحیح ہوتا رہا۔ [1]

---

[1] علامہ ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہما اللہ کے مذکورہ مشترک فتوے سے معلوم ہوا کہ جب کسی بستی میں ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ ہوتا ہو، تو اذنِ عام ہونے کی شرط ضروری نہیں رہتی، یہی بات علامہ ابنِ عابدین شامی نے بیان فرمائی ہے، اور اس کی وجہ انہوں نے فقہائے کرام کی بیان کردہ تعلیل کو قرار دیا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ علت پر ہی حکم کا مدار ہوا کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

قلت: وینبغی أن یکون محل النزاع ما إذا کانت لا تقام إلا فی محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا یتحقق التفویت کما أفاده التعلیل تأمل (رد المحتار ،ج ۲،ص ۱۵۲ ،کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ)

ملاحظہ فرمائیے کہ علامہ شامی کی مذکورہ بالا عبارت میں کتنی صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ جب شہر کے مختلف مقامات پر جمعہ ہو، تو "**تفویت**"، متحقق ہی نہیں ہوتی، پھر مسلکہ تحریر اور فتوے میں شہر کے اندر تعددِ جمعہ کو تسلیم کرنے کے باوجود "**اذا فاتتهم الجمعة**" کے جزئیہ سے جمعہ فوت ہونے اور اس پر **بناء علی البناء** کا کیسے تصور قائم کرلیا گیا؟

حالانکہ اوپر کی عبارت سے واضح ہوچکا کہ اس صورت میں تو جمعہ فوت ہونے کو تحقق اور وجود ہی نہیں ملتا، الّا یہ کہ کوئی دوسری معقول ومؤثر وجہ، جمعہ فوت ہونے کی ہو۔

پس ہمارا زیرِ بحث مسئلہ اس صورت میں ہے، جبکہ شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ کی نمازیں ادا کی جائیں، بلکہ اسی کے لئے ساری جدوجہد ہے، جس کی حاکمِ وقت کی طرف سے ممانعت بھی نہیں، بلکہ جہاں کہیں بھی شہروں میں پہلے سے جمعہ کی مختلف نمازیں جاری ہیں، وہاں بھی ممانعت نہیں، صرف تکثیرِ مجامع کی ممانعت ہے، لہٰذا اس صورت میں اذنِ عام کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے مساجد کے دروازے بند کرکے، یا گھروں میں جمعہ کو ناجائز قرار دینا راجح نہ رہا۔

یہ بھی یاد رہے کہ حنفیہ کی "ظاہرالروایۃ" میں "اذنِ عام" کی شرط کا ذکر نہیں پایا جاتا، البتہ "نوادر" کی ایک روایت میں "اذنِ عام" کی شرط کا ذکر پایا جاتا ہے، اور ائمۂ ثلاثہ غیر حنفیہ بھی اس شرط کا سرے سے اعتبار نہیں کرتے۔

باقی رہا بعض مانعین کا یہ فرمانا کہ اس قسم کے جمعہ کا اسلامی معاشرے میں رواج نہیں رہا، تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ رواج کا کس نے دعویٰ کیا، اصل بات تو یہ ہے کہ اگر ایسے حالات پیش آجائیں کہ گھروں سے باہر نکلنا، دشوار ہوجائے، خواہ دشمنوں کے خوف کی وجہ سے، یا پھر حکمِ حاکم کی وجہ سے، اور گھر کے باشندوں میں وجوبِ جمعہ کی شرائط موجود ہوں، تو کیا اِن پر کسی دوسرے طریقے سے جمعہ واجب، یا جائز نہ ہوگا، یا ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہ رہے گا، یا مستحب ہوجائے گا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

واللہ اعلم . احقر عبدالکریم عفی عنہ،۱۰/ جمادی الاخریٰ 1348ھ۔

سوال:

یہاں جمعہ کی نماز ایک ہی جامع مسجد میں ہوتی ہے، گاہ گاہ بعض بعض نمازیوں کے پہنچنے سے قبل ہی نمازِ جمعہ ختم ہوجاتی ہے، اب وہ لوگ دوسری مسجد میں جاکر اذان واقامت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟ یا جمعہ کی نماز ادا کریں، یا فرادیٰ فرادیٰ ظہر کی نماز پڑھیں، جو کچھ شریعت کا حکم ہو، اس سے اطلاع دیجیے؟

الجواب:

فی الدرالمختار: (وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة.

وقال الشامی: الظاهر أن الكراهة هنا تنزيهية لعدم التقليل والمعارضة المذكورين ويؤيده ما فی القهستانی عن المضمرات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس کا ثبوت ہمیں فقہائے کرام اور بطورِ خاص فقہ حنفی سے درکار ہے، جوکہ ندارد ہے، الّا یہ کہ کسی ایسی شرط کو لازم کیا جائے، جو موجودہ دور میں ہمارے یہاں مفتیٰ بہ نہیں، مثلاً تعددِ جمعہ کا عدمِ جواز، یا سلطان یا اس کے نائب کی موجودگی، یا تعددِ جمعہ کے وقت بھی اذنِ عام کا شرط ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

جیسا کہ صفوں میں اتصال کا بھی نصوص میں حکم ہے، اور اس طرح تفریق وتقسیم کے ساتھ کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوکر نماز باجامعت کا معروف طیرقہ نہیں، بلکہ عام حالات میں مکروہ ہے۔

اور اس کے بعد بھی عندالحنفیۃ شہر میں جمعہ کے دن، نمازِ ظہر کے باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کی نفی اور اس کے مقابلے میں استحباب کا ثبوت پھر بھی ضروری ہوگا، جوکہ موجود نہیں، بلکہ عندالحنفیۃ کراہت علی الاطلاق ہے، جو کراہتِ تنزیہی سے تو کم نہیں، اور کراہتِ تحریمی کی طرف ہی حنفیہ کے ایک بڑے طبقہ کا رجحان ہے۔ محمد رضوان خان۔

ولم يشترط غير الحنفية هذين الشرطين، فلا يشترط إذن الإمام لصحة الجمعة، ولا حضوره (الفقه الاسلامی وادلتۂ ، ج۲ص ۱۲۹۸، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب الخامس)

واعلم أن هذا الشرط لم يذكر فی ظاهر الرواية ولذا لم يذكره فی الهداية بل هو مذكور فی النوادر ومشی عليه فی الكنز والوقاية والنقاية والملتقی وكثير من المعتبرات(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲،ص ۱۵۲ ،باب باب الجمعة)

يصلون وحدانا استحبابا اهـ(ج ا ص ٨٥٦)

وفی البحر الرائق(ج ٢ ص ١٥٤) قال فی الظهيرية جماعة فاتتهم الجمعة فی المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان، ولا إقامة، ولا جماعة اهـ.

وهكذا فی الخلاصة ،ج ا ص ٢١١.

قواعد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصر میں کم از کم چار شخص جمعہ سے رہ جاویں، تو وہ جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں پڑھ لیں۔

اوران سب میں وجوبِ جمعہ کی شرطیں پائی جاتی ہوں، تو جمعہ واجب ہو۔

اوراگر فقط صحت کی شرطیں ہوں، تو واجب نہ کہا جاوے، لیکن پڑھیں، تو صحیح ہو۔ [1]

مگر جزئیہ کوئی نہیں ملا۔ [2]

بلکہ روایاتِ مذکورہ بالا سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں تنہا

---

[1] امداُالاحکام کی اس عبارت سے ہمیں صد فیصد اتفاق ہے کہ حنفیہ کے قواعد کے مطابق اگر کم از کم چار، عاقل، بالغ مرد ایسے ہوں، جن پر حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہو، مثلاً وہ مقیم ہوں، اور مصر، یا قریۂ مخصوصہ میں موجود ہوں، اور مریض نہ ہوں، وغیرہ وغیرہ، ان پر جمعہ کی نماز واجب ہے، یعنی ان کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا، گناہ ہے۔

اوراگر وہ چار افراد، مسافر، یا مریض وغیرہ ہوں، جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، لیکن وہ جمعہ کی نماز پڑھیں، تو ان کی نمازِ جمعہ درست ہے، اور اس کی وجہ سے ان کے ذمہ سے وقت کا فریضہ ساقط ہوجاتا ہے، اور کوئی کراہت بھی لازم نہیں آتی، رہا مسجد کی قید کا معاملہ، تو وہ قید سوال میں مذکور ہونے کی وجہ سے واقعی ہے، احترازی نہیں، حنفیہ نے بھی مسجد کو جمعہ کے لیے شرط قرار نہیں دیا۔محمد رضوان خان۔

[2] جو بات قواعد اور اصول سے واضح ہو، اس کی حیثیت جزئیہ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، کیونکہ قواعد اپنی جزئیات پر بھی محیط ہوتے ہیں، ورنہ ان کو قواعد کیوں کہا جائے، اور حنفیہ کے قواعد سے یہ بات واضح ہے، کہ کم از کم چار عاقل، بالغ، صحت مند، مقیم، مرد کسی جگہ شہر میں موجود ہوں، ان پر جمعہ واجب ہے، اور اگر مریض یا مسافر ہوں، تو ان کا جمعہ پڑھنا صحیح ہے۔

جہاں تک تعدُّدِ جمعہ اور اذنِ عام کی شرط ہے، اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور کچھ ذکر آگے آتا ہے۔محمد رضوان خان۔

تنہا ظہر پڑھیں۔ ا

ا مگر یہ بھی بظاہر ہی خلاف معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں وہ بھی خلاف نہیں، جیسا کہ آگے آنے والی تاویلات وتوجیہات اور پھر اس کے بعد کی تفصیلات سے معلوم ہوگا، اور کچھ پہلے بھی معلوم ہو چکا، اور اگر ان میں سے کوئی توجیہ یا تاویل اختیار نہ کی جائے، تو پھر قواعد سے معارضہ لازم آئے گا، جس کو کسی دوسری تاویل سے دور کرنا پھر بھی ضروری ہوگا۔

اور ہمارے نزدیک اس قسم کی عبارات کا اصل مقصود، یہ بتلانا ہے کہ ان لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ان عبارات میں ''**فاتتھم الجمعة**'' کے الفاظ ہیں، اور جمعہ فوت ہونے کے مفہوم میں وہی لوگ داخل ہیں، جن کو جمعہ کی ادائیگی کی قدرت نہ ہو، خواہ اس وجہ سے کہ ان میں خود سے جمعہ قائم ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، مثلاً وہ چار عاقل، بالغ افراد سے کم ہوں، یا تعددِ جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے، یا سلطان یا اس کے نائب کو ضروری قرار دیا جائے۔

رہی وہ صورت کہ جس میں ان کا نمازِ جمعہ سرے سے فوت ہی نہ ہو، بلکہ اس کو ادا کرنے کی قدرت اور شرائطِ صحت موجود ہوں، اس سے یہ عبارات خاموش ہیں، جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حنفیہ میں اس مسئلے کی بنیاد معذور اور غیر معذور، ہر قسم کے لوگوں کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنے کی کراہت کو بیان کرنا ہے، اسی کی ایک صورت جمعہ فوت ہوجانے والوں کی ہے کہ وہ بھی جمعہ فوت ہونے کی وجہ سے معذورین میں شامل ہوجاتے ہیں، چنانچہ فقہائے کرام نے یہ مسئلہ اسی ضمن میں بیان فرمایا ہے، اور اصحابِ مذہبِ حنفیہ سے بھی اس کا ثبوت اپنے اطلاق کے ساتھ ہی مروی ہے، بہت سے حضرات نے اس کی تعبیر صراحتاً وہی اختیار فرمائی ہے، جس کا ہم نے ذکر کیا، اس کی تفصیل تو آگے حنفیہ کی مختلف عبارات کے ضمن میں آتی ہے، بطور نمونہ چند عبارات، اس موقع پر ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔ محمد رضوان خان۔

ويكره أن يصلى الظهر فى جماعة يوم الجمعة فى سجن وغير سجن(الجامع الصغير، ص ١١٢، باب فى صلاة الجمعة)

ويكره أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى المصر جماعة فى سجن أو فى غير سجن(المبسوط، لشمس الأئمة السرخسى، ج٢، ص٣٥، باب صلاة الجمعة)

ويكره أن يصلى المعذورون الظهر بجماعة يوم الجمعة وكذلك أهل السجن(مختصر القدورى، ص ٤٠، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

يكره للمعذور أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى جماعة.(التجريد للقدورى، ج٢، ص٤٩٨، كتاب الصلاة، يكره للمعذور أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى جماعة)

ويكره لأصحاب الأعذار أن يصلوا الظهر يوم الجمعة جماعة فى المصر(المختار، معالاختيار، ج ١ ص ٨٤، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ويكره لاهل السجن وغيرهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة (كتاب التجنيس والمزيد، جزء٢، صفحه ٢٠٩، باب الجمعة، ادارة القرآن، كراتشى، الباكستان)

"ويكره أن يصلى المعذورون الظهر بجماعة يوم الجمعة فى المصر وكذا أهل السجن (الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ١، ص٨٣، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن خلافِ قواعد ہونے کی وجہ سے ان روایتوں میں تاویل کی جاوے گی۔ [1]

اور میرے نزدیک ان روایتوں میں کئی تاویلیں ہوسکتی ہیں:

اوّل تو یہ کہ ان روایتوں کو مبنیٰ کہا جاوے، تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز پر۔

اور جب مفتیٰ بہ جوازِ تعدد ہے، تو یہ روایت بھی مفتیٰ بہ نہ رہے گی۔

''وھٰذا ماقالہٗ سیدی، وھو وجہ وجیہ'' [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وکرہ للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فی المصر (کنزالدقائق، ص ۱۹۰، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ)

(قوله وکره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فی المصر) ؛ لأن المعذور، وقد يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها (البحرالرائق، ج۲ ص ۱۶۶، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ)

ومن لا تجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان وإقامة والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة فی مصر يصلون فرادى وكذلك أهل المصر إذ فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرضى ،يكره لهم الجماعة (فتاویٰ قاضیخان، ج ۱ ص ۱۳۹، کتاب الصلاۃ)

"وكره للمعذور "كمريض ورقيق ومسافر "والمسجون أداء الظهر بجماعة فی المصر يومها "أى الجمعة (مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، ص ۱۹۹، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ)

[1] بلکہ قواعد واصول سے معارضہ ختم کرنے کے لئے اس طرح کی تاویل واجب ہوگی، اور یہ کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت ہے، کیونکہ قواعد کی حیثیت، کسی جزئیہ سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اور اگر جزئیہ یا جزئیات سے قواعد کا معارضہ کیا جاتا رہے، اور اس سے بڑھ کر ان جزئیات کو قواعد پر ترجیح دی جاتی رہے، تو قواعد کی کوئی حیثیت ہی باقی نہ رہے، بلکہ قواعد کو قواعد، اور جزئیات کو جزئیات کہنا بھی درست نہ رہے، اور اس کے برعکس قواعد کو جزئیات اور جزئیات کو قواعد کہنے کی ضرورت پیش آئے، واللازم باطل فالملزوم ایضا باطل۔ محمد رضوان خان۔

[2] مطلب یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تعددِ جمعہ کا جواز مفتیٰ بہ ہے، لہٰذا جب ''البحر الرائق'' اور ''خلاصۃ الفتاویٰ'' کی روایات کو اس کے برعکس، تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر محمول کیا جائے گا، تو ان روایات کی رُو سے، کسی جگہ سے جمعہ فوت ہونے والے لوگوں کے لیے، جمعہ کے بجائے، ظہر پڑھنے کا حکم لگانا بھی غیر مفتیٰ بہ ہوگا۔

چنانچہ امدادُ الاحکام میں ہی ہے:

امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مذہبِ صحیح، جو متونِ معتبرہ میں موجود ہے، اس کی بناء پر تعددِ جمعہ علی الاطلاق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

درست ہے(امدادالاحکام، ج۱ص۷۹۳، کتاب الصلاۃ ، فصل فی الجمعۃ والعیدین، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: محرم ۱۴۳۰ھ، جنوری 2009ء)

پھر فقہائے کرام نے جوازِ تعددِ جمعہ کا مسئلہ بیان کرتے وقت، مجامع کے ایک سے زیادہ ہونے کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی، جس کی رُو سے اگر شہر میں چار، چار عاقل، بالغ افراد جگہ جگہ جمعہ قائم کریں گے، خواہ وہ جمعہ قائم کرنے کے متعدد مقامات سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں، اصولی طور پر ان کو درست قرار دیا جائے گا، وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں اس طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، لیکن اصولی طور پر، ان کے غیر درست ہونے کا حکم لگانا بھی، درست نہ ہوگا، بالخصوص مجبوری ومعذوری کے حالات میں۔

اور مندرجہ بالا تاویل حکیمُ الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ہے، جس کو عمدہ توجیہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

اور اس تاویل یا توجیہ کے راجح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ جب تعددِ جمعہ جائز ہوگا، تو ایک جگہ جمعہ ہونے کے بعد، دوسری جگہ جمعہ کا ادا کرنا ممکن ہوگا، ورنہ تو یہ کہنا لازم آئے گا کہ ایک جگہ جمعہ ہوجانے کے بعد سب لوگوں کا جمعہ فوت ہوجاتا ہے، اور اس کو ادا کرنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

حالانکہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق، جب ایک جگہ جمعہ ہوگیا، تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا ممکن ہے، اور ادائیگیِ جمعہ وانعقادِ جمعہ کا جو حکم شہر کی مسجد میں ہے، وہی شہر کے غیر مسجد والے حصے میں بھی ہے۔

جس کی رُو سے منسلکہ تحریر وفتوے میں فقہائے کرام کی وہ عبارات، جن سے جمعہ کے درست نہ ہونے اور اس کے بجائے ظہر کی نماز کے راجح ہونے پر استدلال کیا گیا ہے، یہ مدعیٰ اس صورت میں ثابت ہی نہیں ہوتا، جب تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا جائے، اور مفتیٰ بہ قول چونکہ تعددِ جمعہ کے جواز کا ہے، اس لئے مفتیٰ بہ قول کی رو سے شہر میں موجود مقیم کم از کم چار عاقل، بالغ، مرد حضرات پر جمعہ کی نماز واجب ہوئی، اور درست ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اور غیر مجوزین کا استدلال ان ہی عبارات سے تھا، پس وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کا حکم اپنی جگہ برقرار رہا، پھر جمعہ کو درست نہ کہنے کے ثبوت کے لئے کسی دوسرے استدلال کی ضرورت ہوگی، اور نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ، دلیل کے بغیر کہلائے گا۔

سلف کے زمانے میں چونکہ عموماً شہر میں ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، وہاں جمعہ ہونے کے بعد، جمعہ فوت ہوجاتا تھا، اور پھر اس کو ادا کرنے کی کوئی صورت نہ رہتی تھی، اس لیے اس زمانے کے اعتبار سے فوت ہونا کہا گیا، بعد میں تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا گیا، تو اب اگر چار، یا زیادہ اہل افراد، شہر میں جمعہ سے رہ جائیں، ان کو جمعہ پڑھنا، جائز ہوگا، اور اس صورت میں جب تک وقت ختم نہ ہو، اور اجازتِ حاکم بھی حائل نہ ہو، تو جمعہ فوت ہونا نہ کہلائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ تعددِ جمعہ کے بعد ہی ''احتیاطُ الظھر'' کا مسئلہ بھی وجود میں آیا، جس کے متعدد محققینِ حنفیہ اب بھی قائل ہیں، اور بعض عوام کو مفسدہ کی وجہ سے منع کرتے ہیں، ہمارے یہاں اردو فتاویٰ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، جس کی وجہ سے آج اس پر فتویٰ دینا معیوب سمجھا جانے لگا، مگر ہمیں اس پر کلام ہے، جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔ محمد رضوان خان۔

رہ جاویں، تو وہ جمعہ نہیں پڑھ سکتے، بوجہ فوت ہونے، شرطِ جماعت کے، بلکہ تنہا تنہا ظہر پڑھیں، کیونکہ جمعہ کے دن مصر میں ظہر کی جماعت مکروہ ہے۔

اور یہ تاویل گو خلافِ ظاہر ہے، لیکن زیادہ بعید بھی نہیں، تطبیقِ روایات میں اس سے زیادہ بعید کا تحمل کرلیا جاتا ہے۔ [1]

اور یہ دو تاویلیں لکھنے کا ارادہ تھا، کیونکہ اور کوئی تاویل ذہن میں نہ تھی۔

لیکن عین لکھنے کے وقت ایک تیسری تاویل بھی سمجھ میں آئی، احقر کے نزدیک وہ تنہا کافی وافی ہے، اس لیے اسی پر اکتفاء کا ارادہ ہوا تھا، لیکن تتمیمِ فائدے کے واسطے یہ دونوں بھی درج کردیں، ممکن ہے کہ کسی اہلِ علم کے نزدیک، ان میں سے کسی کو ترجیح ہو۔ [2]

وہ یہ ہے کہ یہ روایت محمول ہے، اس جگہ پر، جہاں حکومتِ اسلامیہ کی طرف سے قاضی وغیرہ مقرر ہو۔

---

[1] اس تاویل کے قوی ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حنفیہ کے نزدیک، جمعہ کے لیے امام سمیت چار عاقل، بالغ افراد کا ہونا کافی ہے، اور تعددِ جمعہ جائز ہے، تو پھر شہر میں کسی جگہ جمعہ ہونے کے بعد ان کا نمازِ جمعہ پڑھنا، اصول وقواعد کی رُو سے درست ہے، جیسا کہ مسجد یا جامع مسجد میں اس طرح کے چار افراد کا جمعہ پڑھنا، درست ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لیے مسجد ہونا، شرط نہیں، تو دوسری جگہ بھی درست ہے۔

پس اگر کسی جگہ، جامع مسجد میں جمعہ ہوجائے، یا کسی دوسری مسجد میں جمعہ ہوجائے، تو جس طرح غیر جامع مسجد میں، یا کسی بھی مسجد میں چار افراد کو جمعہ پڑھنا جائز قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح غیر مسجد کے لوگوں کے لیے بھی جائز ہوگا، اور اگر غیرِ مسجد میں اس لیے جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے کہ مسجد یا جامع مسجد میں جمعہ ہوچکا ہے، تو پھر جامع مسجد یا ایک مسجد میں جمعہ ہونے کو بھی، دوسری مسجد میں جمعہ ہونے کے لیے ناجائز قرار دینا چاہیے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں، الّا یہ کہ تعددِ جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے، جو کہ غیر مفتیٰ بہٖ قول ہے۔

''فکذا ھٰذا''

محمد رضوان خان۔

[2] جیسا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی کا راجح ہونا گزرا۔ محمد رضوان خان۔

اگر وہاں جمعہ فوت ہوجاوے، تو بدون اذنِ حاکم دوسرا جمعہ نہیں ہوسکتا۔ [1]

[1] یعنی یہ روایت اس پر محمول ہے جس کے مطابق جمعہ وعیدین کے قیام کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، یا اس کی اجازت کا ہونا شرط ہے، چنانچہ جمعہ وعید کی نماز فوت ہونے کے بعد اس کی ادائیگی نہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے، فقہائے کرام نے اس کی علت خود ہی مخصوص امام وسلطان وغیرہ کے نہ ہونے کے ساتھ بیان کی ہے، بلکہ بعض نے تو فوت ہونے کو مع الامام کے ساتھ مقید کیا ہے۔

خلاصہ وغیرہ میں بھی اس شرط کا ذکر ہے۔

بلکہ امام محمد نے کتابُ الاصل میں اس چیز کی تصریح فرمائی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر امیر کی اجازت کے بغیر کوئی آدمی لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائے، تو ان کی جمعہ کی نماز درست نہیں ہوتی۔

ملاحظہ ہوں، مندرجہ ذیل عبارات:

قلت :أرأيت الرجل الذى لا يريد أن يشهد الجمعة، وليس له عذر من مرض ولا غيره، متى يصلى الظهر؟ قال . يصليها حين ينصرف الإمام من الجمعة .قلت :فإن صلى قبل ذلک؟ قال :يجزيه.

قلت :أرأيت الإمام يمر بمصر من الأمصار أو بمدينة من المدائن فيجمع يوم الجمعة بأهلها وهو مسافر هل يجزيهم؟ قال :نعم .قلت :لم؟ قال :لأن الإمام فى هذا لا يشبه غيره؛ ألا ترى أنه لا يكون جمعة إلا بإمام .

قلت :أرأيت رجلا صلى بالناس يوم الجمعة ركعتين من غير أن يأمره الأمير؟ قال :لا يجزيهم، وعليهم أن يستقبلوا الظهر .قلت :فإن كان الأمير أمره بذلک أو كان خليفة الأمير أو صاحب شرطة أو القاضى؟ قال :تجزيهم صلاتهم(الْأَصْلُ،لمحمد بن الحسن، ج ١،ص ٣١٠،باب صلاة الجمعة)

ومنها السلطان......، ولو اجتمعت العامة على تقديم رجل لم يأمره القاضى، لم يجز، ولم يكن جمعة (خلاصة الفتاوىٰ، ج ١، ص٢٠٨، كتاب الصلاة، الفصل الثالث والعشرون فى صلاة الجمعة)

(ولا يقوم بها إلا ذو سلطان)وذلک لقول النبى صلى الله عليه وسلمک "صلوا كما رأيتمونى أصلى"، وكان فعله لها بإمام، فهو سلطان(شرح مختصر الطحاوى،للجصاص، ج٢،ص ١٢٥ ،باب صلاة الجمعة)

ولا تجوز إقامتها إلا بالسطان أو من أمره السلطان(المختصر للقدورى،ص١٧ ،باب صلاة الجمعة)

والسلطان من شرائط الجمعة عندنا خلافا للشافعى(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى، ج٢،ص ٢٥ ،باب صلاة الجمعة)

رجل صلى الجمعة بالناس بغير إذن الإمام أو خليفته أو صاحب الشرط أو القاضى لم يجزئهم لما بينا أن السلطان شرط لإقامتها وقد عدم(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى، ج٢،ص ٣٤،باب صلاة الجمعة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

باقی ہمارے ملک میں چونکہ تقررِ امام کا مدار، تراضیِ مسلمین پر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إقامة الجمعة والعيدين إليه(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٢،ص ٦٢،دفن الميت قبل الصلاة عليه)

جعلنا -السلطان شرطا فى الجمعة(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٢،ص ١٢٠،باب الجمعة)

ولا يصح افتتاح الجمعة ممن لا يكون مستجمعا لشرائطها ومن شرائطها السلطان فلهذا لا يجزيهم إلا أن يكون المتقدم ذا سلطان(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج٢،ص ١٢٢،باب الجمعة)

فحاصله أن شروطه شروط الجمعة غير الخطبة والسلطان(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج١،ص٢٢٧،باب صلاة العيدين)

صلاة العيد إذا فاتت لا تقضى عندنا لأنها لم تشرع إلا بجماعة وسلطان، والمنفرد عاجز عن تحصيلها(المحيط البرهاني فى الفقه النعماني، ج١،ص ١٥٠،الفصل الخامس فى التيمم)

ولا شيء على من فاتته صلاة العيد مع الإمام، وقال الشافعي :يصلي وحده كما يصلي مع الإمام، وهذا بناء على أن المنفرد هل يصلي صلاة العيد؟ عندنا لا يصلي، وعنده يصلي؛ لأن الجماعة والسلطان ليس بشرط عنده، فكان له أن يصلي وحده، فإذا فاتته مع الإمام لم يعجز عن قضائها.

فقال بالقضاء كالتراويح إذا فاتت بالجماعة فى رمضان يقضيها وحده؛ لأنه قادر على قضائها، لأنه يجوز الأداء منفردا كما يجوز بجماعة كذا ههنا .وعلماؤنا رحمهم الله قالوا :لا يجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة منها الإمام، فإذا فاتت مع الإمام فقد عجز عن قضائها، فلا يلزمه القضاء (المحيط البرهاني فى الفقه النعماني، ج٢،ص ١١٢،الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين)

وإن فسدت بخروج الوقت أو فاتت عن وقتها مع الإمام سقطت، ولا يقضيها عندنا(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج١،ص ٢٧٩،فصل صلاة العيدين)

ومن فاتته صلاة العيد مع الإمام لم يقضها لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج١،ص٨٥،باب :صلاة العيدين)

(لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد) ش :أراد بالشرائط هى الشرائط المخصوصة بها، نحو الجماعة والسلطان والمصر والمنفرد عاجز عن ذلك، فلا يجب عليه صلاتها(البناية شرح الهداية، ج٣،ص ١٢٠،باب :صلاة العيدين)

وقوله (ومن فاتته صلاة العيد مع الإمام) أى أدى الإمام صلاة العيد ولم يؤدها هو (لم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے یہ باقی ماندہ لوگ، کسی کو امام بنا سکتے ہیں، اور جمعہ پڑھ سکتے ہیں۔ [1]

كما قال صاحب الخلاصة(ص۲۰۸): ولو اجتمعت العامة على تقديم رجل، لم يامره القاضي، لم يجز ، ولم يكن جمعة ، وان لم يكن ثمه قاضي، ولاخليفة الميت، فاجتمعت العامة على تقديم رجل للضرورة.

وفي الدرالمختار: (ونصب العامة) الخطيب (غير معتبر مع وجود من ذكر) أما مع عدمهم فيجوز للضرورة.

وفيه ايضاً: وفي النجعة في تعداد الجمعة لابن جرباش إنما يشترط الإذن لإقامتها عند بناء المسجد، ثم لا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقضها) عندنا خلافا للشافعي فإنه قال :يصلي وحده كما يصلي مع الإمام لأن الجماعة والسلطان ليس بشرط عنده فكان له أن يصلي وحده.

وعندنا هي صلاة لا تجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة من الجماعة والسلطان، فإذا فاتت عجز عن قضائها(العناية شرح الهداية، ج۲،ص ۷۹،باب :صلاة العيدين)

(ولا تقضى) صلاة العيد (إن فاتت مع الإمام) كلمة مع متعلقة بالضمير المستتر في فاتت لا بفاتت والمعنى أن الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت عنه الصلاة بالجماعة لا يقضيها من فاتته وعند الأئمة الثلاثة تقضى(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۱،ص ۱۷۴،باب صلاة العيدين)

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس باب میں جمعہ وعیدین کا حکم حنفیہ کے نزدیک یکساں ہے۔

چنانچہ آج بھی اردو فتاوئی میں یہی مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر چار، یا زیادہ عاقل، بالغ افراد کی نمازِ عید، امام کے ساتھ رہ جائے، تو وہ شہر میں دوسری جگہ عید کی نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں، پس جہاں اس کے خلاف مجاز حاکم کا حکم نہ ہو، جیسا کہ موجودہ حالات میں، وہاں ممانعت نہ ہوگی۔ محمد رضوان خان۔

[1] باقی ماندہ لوگوں سے مراد، وہی ہیں، جو جامع مسجد میں امام کے ساتھ شریک نہ ہوں، خواہ عذر سے یا بغیر عذر کے، اور وہ کم از کم چار عاقل، بالغ مرد ہوں، وہ اپنے میں سے کسی کو امام بنا کر جمعہ پڑھ سکتے ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک عیدین کی طرح جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں، اور موجودہ حالات میں نہ اذنِ حاکم شرط ہے، اور نہ ہی حاکمِ وقت کی طرف سے ممانعت ہے، پھر ممانعت کی کون سی وجہ باقی رہی ''من ادعٰی فعليه البيان، بالبرهان''۔ محمد رضوان خان۔

يشترط بعد ذلك. [1]

غرضیکہ اہلِ مصر کو تنہا تنہا ظہر کا حکم جب ہے کہ جمعہ سے کوئی مانع ہو۔ [2]

ویؤید هذا ما فی العالمگیریة، ونصه: وکره جماعة الظهر لاهل المصر اذا لم یجمعوا المانع(ج ا ص ۹۵)

اب اس ''بحر'' وغیرہ کی روایتِ متقدمہ کی وجہ سے تو کوئی خلجان نہیں۔ [3]

''والحمد لِلّٰہ علیٰ ذالک''

الا ان وجوب الجمعة فی هذا الصورة فی دیارنا، یقتضی وجوب طلب الاذن فی دارالاسلام ، وهو غیر منصوص فی کتب الفقه ایضا، ویمکن الفرق بالتعذر فی طلب الاذن من السلطان وغیره،دون نصب امام الجمعة، فلیتأمل. [4]

---

[1] اور جب کسی جگہ قانوناً محض بڑے اجتماعات منعقد کرنے کی پابندی ہو،کم افراد کی،اور اہلِ خانہ کے جمع ہونے کی پابندی نہ ہو،اور مثلاً چار، پانچ جمعہ کے اہل افراد، اپنے میں سے کسی کو امام مقرر کر کے جمعہ پڑھیں،تو وہ بھی اصولی اعتبار سے جائز ہوگا۔محمد رضوان خان۔

[2] اور شہر میں موجود، چار یا اس سے زیادہ عاقل، بالغ افراد کے لیے موجودہ حالات میں کوئی معقول چیز مانع نہیں۔
محمد رضوان

[3] مطلب یہ ہے کہ بحر کی وہ عبارت جو شروع میں ذکر کی گئی، جس سے مصر میں جمعہ فوت ہونے والوں کے لئے جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز پڑھنے پر شبہ وارد ہوتا ہے، اور خلاصہ میں بھی اس کا ذکر ہے، مذکورہ تاویلات وتوجیہات سے وہ شبہ یا خلجان رفع ہوگیا۔
لیکن حیرت ہے کہ امداد الاحکام کے اس مفصَّل ومدلَّل فتوے میں جن عبارات کے شبہ کا شافی جواب دے دیا گیا،اور اس بات میں کوئی شبہ نہ رہا کہ شہر کے اندر متعدد مقامات پر چار اہل افراد کے لئے جمعہ قائم کرنا، نہ صرف یہ کہ درست ہے، بلکہ عاقل، بالغ اور مقیم ہونے کی صورت میں واجب بھی ہے، جس کی خلاف ورزی گناہ ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے، اسی امداد الاحکام کے حوالے سے جمعہ کا نادرست ہونا سمجھا جارہا ہے۔محمد رضوان خان۔

[4] ہمارے دیار میں تو آج کل یہی حالت ہے، باقی دوسرے ممالک، جہاں جمعہ وغیرہ کے لیے امام کو حکومت کی طرف سے، متعین کیا جاتا ہے، اور وہاں پر ہر کس وناکس کو جمعہ پڑھنے پڑھانے کی اجازت نہیں ہوتی، وہاں کا معاملہ جدا ہوسکتا ہے، اور وہاں دوسرے فقہائے کرام کے رائج اقوال کو بھی مدِ نظر رکھنے کی ضرورت ہوگی۔محمد رضوان خان۔

لیکن حالتِ مسئولہ کے متعلق جزئیہ نہ ملنے کے باعث بہتر ہے کہ دوسری جگہ بھی تحقیق کرلیا جاوے، اور اس جواب کو بھی وہاں بھیج دیں، تاکہ کسی قدر سہولت کا باعث ہوسکے۔ [1]

یہ دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنا، تو جب ہے کہ چار آدمی جمعہ سے رہ جاویں۔ [2]

اور اگر چار سے کم یعنی دو تین آدمی رہ جاویں، تو وہ ظہر پڑھیں، اور الگ الگ پڑھیں، جماعت نہ کریں۔ [3]

اس کے بعد ''مجموعۃُ الفتاویٰ'' میں مولانا عبدالحییٔ صاحب کا فتویٰ بھی اس تحریرِ مذکور کے مطابق پایا۔

---

[1] لیکن چونکہ مذکورہ فتویٰ، قواعد کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ بعض جزئیات کے متعلق عمدہ تاویلات وتوجیہات پر بھی مشتمل ہے، اس لیے جب تک اس کے برخلاف اصولی یا جزئی طور پر ثبوت نہ ہو، حنفیہ کے نزدیک اس تحقیق کو کافی وافی سمجھنے میں کوئی مانع نہ ہوگا۔ محمد رضوان خان۔

[2] اور ہم بھی ان ہی لوگوں کے حق میں وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کے قائل ہیں، جو کم از کم چار عاقل بالغ مرد ہوں، جبکہ مسجد کی قید احترازی نہیں، واقعی ہے، جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے، حنفیہ نے بھی مسجدیت کو جمعہ کے لیے شرط قرار نہیں دیا۔ کما مر۔ محمد رضوان خان۔

[3] اس صورت میں بھی ہم جمعہ کو تو جائز نہیں کہتے، اور عندالحنفیۃ بہر حال شہر میں جماعتِ ظہر کو مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ کراہت کا حکم اور وہ بھی ظہر کی جماعت سے متعلق ان لوگوں کے بارے میں ہے، جن پر جمعہ فرض نہ ہو، برخلاف ان لوگوں کے، جن پر جمعہ فرض ہے، ان کے لیے عندالحنفیۃ، ترکِ جمعہ مکروہِ تنزیہی نہیں، بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے حرام یا مکروہِ تحریمی کہلائے جانے کا مستحق ہے، جبکہ امام زفر اور ائمۂ ثلاثہ غیر حنفیہ کے نزدیک غیر معذورین عن الجمعۃ کا نمازِ ظہر کا انفراداً یا اجتماعاً پڑھنا، کالعدم ہے، اور ان کے نزدیک، وہ عاصی ہونے کے ساتھ ساتھ فریضہ کے تارک بھی شمار ہوتے ہیں۔

اور اس کے برخلاف جن جزئیات سے کراہت پر بحث کی جاتی ہے، اولاً تو ان کا تعلق وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط پائی جانے والے لوگوں سے نہیں، دوسرے ان میں جماعتِ ظہر کے مکروہ ہونے نہ ہونے اور کراہت کے درجہ سے بحث ہے، ان سے صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کے لوگوں کے ترکِ جمعہ پر استدلال کسی طرح راجح معلوم نہیں ہوتا۔

البتہ اگر مخصوص حالات میں غیر حنفیہ کے قول کے مطابق، کسی مصلحت سے فتویٰ دیا جائے، تو الگ بات ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ محمد رضوان خان۔

کتبہٗ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ خانقاہ امدادیہ، ۹/ ربیع الاول/ ۱۳۴۵ھ۔

(امدادالاحکام، ج۱ص۷۸۲ الیٰ ۷۸۵، کتاب الصلاۃ ، فصل فی الجمعۃ والعیدین ،مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: محرم ۱۴۳۰ھ، جنوری 2009ء)

ہمارے نزدیک ''امدادُالاحکام'' کا مذکورہ بالا مفصل ومدلل فتویٰ، قواعدِ حنفیہ اور متاخرین کے مفتیٰ بہٖ اقوال کے عین مطابق ہے، جس میں ان عبارات کا بھی معقول جواب موجود ہے، جن سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے، یا یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر شہر میں چار یا زیادہ افراد، جمعہ سے رہ جائیں، تو ان کو جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ''امدادُالاحکام'' کا مذکورہ مفصل ومدلل فتویٰ، جس کی بنیاد پر، یا اس میں مذکورہ عبارات کی بناء پر، بحالاتِ موجودہ، شہر میں جگہ جگہ جمعہ کی نماز کو ناجائز ونادرست قرار دیا جارہا ہے، اگرچہ وہ افراد، چار، یا اس سے زیادہ عاقل، بالغ اور مقیم وصحت مند کیوں نہ ہوں، اور ان کے لیے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز کو، اور اس سے بھی بڑھ کر، باجماعت ظہر کی نماز کو، افضل وبہتر قرار دیا جارہا ہے۔

یہ مدعا ''امدادُالاحکام'' کے مذکورہ مفصل ومدلل فتویٰ سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس فتویٰ سے خود، اُن روایات اور عبارات کا بھی شافی وکافی جواب معلوم ہوتا ہے، جن سے مذکورہ صورت میں بظاہر جمعہ کے عدمِ جواز کا شبہ ہوتا ہے۔

لہٰذا یہ بات نہایت قابلِ حیرت معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ صورت میں جمعہ کے عدمِ جواز کی نسبت ''امدادُالاحکام'' کے مذکورہ فتویٰ کی طرف کی جائے۔

اور جب ''امدادُالاحکام'' کے مذکورہ فتویٰ سے اُن عبارات سے پیدا ہونے والے ظاہری شبہ کا بھی جواب ہوگیا، تو اَب جمعہ کے عدمِ جواز کے لیے کسی دوسری مستند فقہی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے، یا ان توجیہات کی تردید اور قواعد کا معقول وشافی جواب ضروری ہے۔

پس منسلکہ تحریر اور فتوے میں جمعہ کے دن ، وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط پائے

جانے کے باوجود، نہ صرف یہ کہ جمعہ کے واجب ہونے کی جو نفی کی گئی ہے، بلکہ اس کی صحت کی نفی کی طرف بھی رجحان ظاہر کیا گیا ہے، حنفیہ کے قواعد کی رو سے اُس سے اتفاق ممکن نہیں۔

یہ ملحوظ رہنا بھی ضروری ہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک معذورین کے لیے جس قدر برائی اور کراہت ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں ہے، اس سے زیادہ برائی، وجوبِ جمعہ کے باوجود، ترکِ جمعہ کی ہے، اسی وجہ سے فقہائے حنفیہ نے غیر معذور کے لیے جمعہ کی نماز ترک کرکے، ظہر کی نماز پڑھنے کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، اور اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کا قول کسی نے بھی نہیں کیا، جبکہ امام زفر اور ائمۂ ثلاثہ غیر حنفیہ نے تو غیر معذور کی نمازِ ظہر کو سرے سے معتبر ہی نہیں سمجھا، اور کالعدم قرار دیا۔

لہٰذا اس موقع پر چند متوہم یا غیر اہم باتوں کی بنیاد پر جمعہ جیسے فریضے کو ساقط کرنے کرانے کی کوشش کرنا، جبکہ فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، جمعہ واجب اور صحیح بھی ہو رہا ہو، یہ طرزِ عمل استحسان کی نظر سے دیکھنے کا مستحق نہ کہلائے گا۔

اور ہم افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بعض اہلِ علم حضرات، کا زورِ قلم اسی پر صرف ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو وجوبِ جمعہ کے باوجود، اس فریضہ کو ساقط کیا جا رہا ہے، اور دوسری طرف صحتِ جمعہ کی نفی کی جا رہی ہے، اور تیسری طرف باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے کو بھی گوارا کیا جا رہا ہے، بلکہ اس کی خاطر کراہت میں تخفیف اور پھر اس کی تعدیم کی جدوجہد کی جا رہی ہے، اور اس کی خاطر صریح عباراتِ فقہاء میں بھی غیر مؤثر تاویلات کی جا رہی ہیں۔

اور جہاں تک مذکورہ تحریر اور فتوے میں جمعہ کے بجائے، علی الاطلاق ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کرکے، اس کو افضل قرار دیا گیا ہے، یہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے واضح طور پر خلاف ہے، جس کی وجہ سے اس سے بھی اتفاق مشکل، بلکہ بعید تر ہے۔

چنانچہ یہ بات فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے واضح ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں، اصحابِ اعذار کے لیے بھی، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے۔

البتہ غیر حنفیہ کے نزدیک، جن کا جمعہ، عذر کی وجہ سے فوت ہوجائے، یا جن پر جمعہ واجب نہ ہو، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ نہیں، بلکہ بعض قیود کے ساتھ جائز یا مستحب ہے۔ [1]

---

[1] ثالثا ــ صلاة الظهر جماعة من أصحاب الأعذار: قال الحنفية:يكره تحريما أن يصلى المعذورون من مسافر ومسجون ومريض وغيرهم الظهر بجماعة يوم الجمعة فى موطن إقامة الجمعة (فى المصر) قبل الجمعة وبعدها؛ لما فيه من الإخلال بالجمعة، إذ هى جامعة للجماعات، وربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم، ولما فيه من صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها .أما أهل القرى ممن لا جمعة عليهم فلهم صلاة الظهر بجماعة، ويكره أيضا لمن فاتتهم الجمعة من أهل المصر صلاة الظهر جماعة، وإنما يصلونها فرادى بغير جماعة ولا أذان ولا إقامة، ويستحب للمريض تأخير الظهر إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر على الصحيح.

وقال الجمهور غير الحنفية:يجوز لمن فاتتهم الجمعة لعذر أو لمن لا تجب عليه الجمعة أن يصلوها ظهرا فى جماعة، تحصيلا لثواب الجماعة المذكور فى الحديث: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود.

لكن قال المالكية: تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغير أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع، والأولى الجماعة لأرباب الأعذار الكثيرة الوقوع.

ورأى الحنابلة أنه: لا يستحب إعادتها جماعة فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم، ولا فى مسجد تكره إعادة الجماعة فيه، وتكره أيضا فى المسجد الذى أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يؤدى إلى التهمة كالرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وربما أفضى إلى فتنة أو لحوق ضرر به وبغيره، وإنما يصليها فى منزله أو فى موضع لاتحصل هذه المفسدة بصلاتها فيه.

واتفق الجمهور مع الحنفية على أنه يستحب لمن يرجو زوال عذره أن يؤخر الظهر إلى اليأس عن إدراك الجمعة؛ لأنه قد يزول عذره، فإن زال عذره بعد الفراغ من الظهر كأن قدم من السفر، أو شفى من المرض، أو انفک من وثاقه، أعاد الجمعة إن أدركها . كذلک الصبى يعيد الجمعة إذا بلغ بعد أن صلى الظهر(الفقه الاسلامى وادلتۂ للزحيلى، ج۲ص ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، القسم الاول، الباب الثانى، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب التاسع)

دیگر فقہائے کرام کے اقوال کی تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جائے گی۔

فی الحال حنفیہ کے نزدیک شہر میں موجود، جمعہ سے معذور وغیر معذور لوگوں کو با جماعت ظہر کی نماز پڑھنے اور وجوبِ جمعہ کی صورت میں اس کے ترک کرنے کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

منسلکہ تحریر وفتوے میں جن تین تعلیلات کا ذکر کیا گیا ہے، اور موجودہ حالات میں ان کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کے دن شہر میں موجود عاقل، بالغ لوگوں کے لیے، ظہر کی نماز با جماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اور اس کے مقابلے میں استحباب کا حکم لگایا گیا ہے۔

ہمیں فقہائے حنفیہ کی عبارات وحوالہ جات کے پیشِ نظر، ان تعلیلات اور ان کے بحالاتِ موجودہ، مفقود ہو کر شہروں میں جماعتِ ظہر کی کراہت مرتفع ہونے، اور اس کے بجائے، استحباب ثابت ہو جانے سے بالکل بھی اتفاق نہیں۔

چنانچہ منسلکہ تحریر میں پہلی تعلیل یہ ذکر کی گئی ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں لوگوں کے ظہر کی نماز با جماعت کے نتیجے میں مسجدِ جامع سے معارضہ ہوگا، جبکہ معارضہ، موجود نہیں۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ تعلیل متقدمین نے بیان کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات معذورین کے ساتھ غیر معذورین بھی جماعتِ ظہر میں شامل ہو جائیں گے، اور جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں شریک نہ ہوں گے، اور اس کی بنیاد اس پر ہے کہ شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور جامع مسجد سے مراد، شہر کی ایک جامع مسجد یا ایک مقام ہے، جس میں تمام اہلِ شہر کے لیے جمعہ کا انعقاد ہوتا تھا، اور اس وقت شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں تھا، لیکن بعد میں تعددِ جمعہ کو جائز ومفتیٰ بہ قرار دے دیا گیا، جس کی وجہ سے یہ علت مؤثر ہی نہیں رہی۔

اور جہاں تک دوسری تعلیل کا تعلق ہے کہ اس کی وجہ سے تقلیلِ جماعت ہوگی، جبکہ وہ بھی موجود نہیں۔

تو اس سے بھی اتفاق نہیں، کیونکہ اس تعلیل کا مطلب خود فقہائے کرام نے یہ بیان فرمایا ہے

کہ معذورین کے جماعت کرنے کی صورت میں بعض اوقات، ان کے ساتھ غیر معذور بھی شریک ہوجائیں گے، اور اس طرح وہ جمعہ کو ترک کربیٹھیں گے، اور جمعہ پڑھنے والوں کی تعداد میں تقلیل پیدا ہوگی، لہٰذا معذورین کا ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا، اس مفسدہ کی طرف مفضی ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس تعلیل کا مقصود بھی ایسے طرزِ عمل سے روکنا ہے، جو غیر معذورین کے لیے جمعہ کی نماز میں رکاوٹ کا باعث ہو، جبکہ منسلکہ تحری وفتوے میں خود ہی جمعہ سے منع کرنے کا تکلف اختیار کیا جارہا ہے، اور اُن کو ظہر کی جماعت کی دعوت دی جارہی ہے، جو غیر معذورین کو جمعہ سے ہی روکنے کا باعث ہے، لہٰذا مذکورہ اہلِ علم حضرات کا یہ استدلال واضح تسامح پر مبنی ہے۔

اور جہاں تک منسلکہ تحریر وفتوے میں مذکور، تیسری تعلیل کا تعلق ہے کہ بعض غیر معذور لوگ بھی دیکھا دیکھی، اس میں شامل ہوجائیں گے۔

یہ بھی تعلیلات میں التباس واختلاط پر مبنی ہے، کیونکہ دوسری تعلیل سے یہ معلوم ہو چکا کہ یہ کوئی مستقل تعلیل نہیں، بلکہ مذکورہ دوسری تعلیل ہی کی عملی شکل ہے۔

جبکہ منسلکہ تحریر میں ایک مستقل اہم، بلکہ نہایت اہم تعلیل کا ذکر نہیں، جو یہ ہے کہ شہروں میں ظہر کی نماز با جماعت کرنا ہی جمعہ کے ساتھ معارضہ ہے، جو کسی حال میں قابلِ قبول نہیں۔

جس کی تفصیل عباراتِ فقہ وتصریحاتِ فقہاء کی روشنی میں آگے آتی ہے، اور اس سے معلوم ہوگا کہ منسلکہ تحریر وفتوے میں جو مذکورہ استدلال کیا گیا ہے، وہ سخت تسامحات پر مبنی ہے۔

فقہائے حنفیہ نے جمعہ کے دن شہر میں موجود ہر طرح کے لوگوں کے لیے، جماعتِ ظہر کو مکروہ قرار دے دیا ہے، جن میں بطورِ خاص معذور افراد کی تصریح فرمائی ہے، اور اکثر فقہائے کرام نے شہر میں جماعتِ ظہر کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے، غیر معذورین کے تو جماعتِ ظہر کے مکروہ تحریمی، بلکہ حرام ہونے میں شبہ ہی نہیں، اور معذورین کا جماعتِ ظہر کرنا بھی اکثر حنفیہ کے

نزدیک مکروہ تحریمی ہے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ایک مخصوص صورت کے علاوہ باقی تمام صورتیں مکروہ تحریمی ہیں۔

اور جب حنفی فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق، معذور کے لیے بھی شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہوئی، تو اس پر یہ شبہ وارِد ہی نہیں کیا جاسکتا کہ جب وہ جمعہ کی شرکت سے معذور ہے، تو اس کے لیے ظہر کی نماز باجماعت کو کیوں مکروہ قرار دیا گیا، کیونکہ دراصل فقہائے کرام نے خود ہی معذور کی تصریح کے ساتھ اس حکم کو بیان فرمایا ہے۔

نیز جب حنفیہ نے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کو دوسری باجماعت نمازوں سے مستثنٰی ہونے کی بھی تصریح کردی ہو، تو اس کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، یہ قیاس تو دراصل غیر حنفیہ کا پیش کردہ ہے، وہ بھی جمعہ سے حقیقی معذورین کے حق میں، جس کو حنفیہ نے قبول کرنے کے بجائے، رَدکردیا ہے، جیسا کہ آگے باحوالہ آتا ہے۔

اور اگر کچھ لوگوں پر فقہائے کرام کے قواعد کی رُو سے، جمعہ کی نماز واجب ہو، اور وہ جمعہ کی نماز کو فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم کرنے پر قادر بھی ہوں۔

پہلے تو خود ان سے اس واجب کی نفی کی جائے، اور ان کے جمعہ کو غیر درست قرار دیا جائے۔

اور پھر یہ تصور قائم کیا جائے کہ ان سے جمعہ چھوٹ گیا ہے۔

اور پھر مزید براں ان کے حق میں جو عمل مکروہ تھا، اس کی نفی کرکے اس کو **مبدل بمستحب** کردیا جائے۔

یہ ایک فرضی وخیالی تصور ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ قابلِ تعجب امر ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ فقہائے حنفیہ نے غیر معذور کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی اور حرام قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز فرض ہو، اس کا اس فرض کو چھوڑنا، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، یہ کراہتِ تحریمی یا حرام کا باعث ہے۔

جبکہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک بلکہ امام زفر کے نزدیک جس پر جمعہ کی نماز فرض ہو، اس کا بلا عذر جمعہ، ترک کر کے ظہر کی نماز پڑھنا سرے سے معتبر ہی نہیں ہوتا، اور اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوتا، ان جملہ ائمۂ کرام وفقہائے عظام کے نزدیک جمعہ کی نماز مستقلاً فرض ہے، اور وہ ظہر کا بدل نہیں۔ [1]

اور فقہائے حنفیہ نے جا بجا اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ معذور کے لئے بھی جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، یعنی حنفی فقہائے کرام نے معذورین کے لئے ہی جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، اور غیر معذورین کے لئے بدرجہ اولیٰ مکروہ بلکہ حرام ہے، بہت سے حضرات نے غیر معذورین کے ذکر کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھی کہ

---

[1] ذهب الأئمة الثلاثة -مالك والشافعي في مذهبه الجديد وأحمد -إلى أن الجمعة فرض مستقل، فليست بدلا من الظهر، وليست ظهرا مقصورا .واستدل الرملي لكونها صلاة مستقلة : بأنه لا يغني الظهر عنهاولقول عمر -رضي الله عنه :-الجمعة ركعتان، تمام غير قصر على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم وقد خاب من افترى.

وقال أبو حنيفة وأبو يوسف :إن فرض وقت الجمعة في الأصل إنما هو الظهر، إلا أن من تكاملت فيه شرائط الجمعة الآتي ذكرها فإنه مأمور بإسقاطه وإقامة الجمعة في مكانه على سبيل الحتم، أما من لم تتكامل فيه شرائطها، فيبقى على أصل الظهر إلا أنه يخاطب بأداء الجمعة في مكانها على سبيل الترخيص، أي فإذا أدى الجمعة رغم عدم تكامل شروط وجوبها عليه سقط عنه الظهر بذلك على أن لكل من محمد وزفر أقوالا أخرى في كيفية فرضية الجمعة .

وفائدة الخلاف تظهر فيما لو صلى الظهر في بيته وحده قبل فوات الجمعة -وهو غير معذور، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف يصح ظهره ويقع فرضا؛ لأنه أدى فرض الوقت الأصلي فيجزئه.

قال السمرقندي :من صلى الظهر في بيته وحده -وهو غير معذور -فإنه يقع فرضا في قول أصحابنا الثلاثة -أبي حنيفة وصاحبيه -خلافا لزفر فإن عنده لا يجوز الظهر .

وفي المذاهب الأخرى لا تجزئه صلاة الظهر ويلزمه حضور الجمعة، فإن حضرها فذاك وإلا بأن فاتته لزمه قضاء الظهر حينئذ .قال أبو إسحاق الشيرازي في المهذب :وأما من تجب عليه الجمعة، ولا يجوز له أن يصلي الظهر قبل فوات الجمعة، فإنه مخاطب بالسعي إلى الجمعة، فإن صلى الظهر قبل صلاة الإمام ففيه قولان :قال في القديم:يجزئه؛ لأن الفرض هو الظهر . . .وقال في الجديد :لا تجزئه، ويلزمه إعادتها وهو الصحيح.

وقال ابن قدامة في المغني :من وجبت عليه الجمعة إذا صلى الظهر قبل أن يصلي الإمام الجمعة لم يصح، ويلزمه السعي إلى الجمعة إن ظن أنه يدركها؛ لأنها المفروضة عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٧،ص١٩٥ ،مادة،صلاة الجمعة)

ان کا حکم بدرجۂ اولیٰ یا اولیت کے ساتھ اسی سے سمجھ آ رہا تھا۔

اور غیر معذورین سے مراد وہ افراد ہیں، جن پر بذاتِ خود جمعہ کی نماز واجب ہو، جیسا کہ شہر میں موجود، صحت مند عاقل، بالغ، کم از چار افراد، جو نمازِ جمعہ پر قادر ہوں۔

اور معذورین سے مراد وہ ہیں، جن پر بذاتِ خود جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، جیسا کہ مریض اور مسافر وغیرہ۔

نیز فقہائے حنفیہ نے جمعہ کی نماز کی اتنی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن گھر میں ظہر کی نماز پڑھ لے، اور پھر وہ مسجد میں آئے، جہاں جمعہ کی نماز قائم وجاری ہو، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، نمازِ جمعہ میں شامل ہوئے بغیر، اس کی ظہر باطل ہو جاتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک شامل ہونے سے ہی ظہر باطل ہوتی ہے۔

برخلاف جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں کے، جن میں ظہر کی نماز بھی داخل ہے۔

جبکہ منسلکہ تحریر اور فتوے میں تقریباً ان سب چیزوں کو نظر انداز کر کے ایک ایسا حکم صادر کیا گیا ہے، جس کی خاص کر فقہائے حنفیہ سے نظیر نہیں ملتی، اور ساتھ ہی اس کو فقہائے حنفیہ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

''کتابُ الأصل''اور''الجامعُ الصغیر''کا حوالہ

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے''کتابُ الأصل''میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن، ظہر کی نماز پڑھ کر، جمعہ کی سعی کرے، تو اس کی ظہر باطل ہو جاتی ہے، البتہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جمعہ میں شرکت سے باطل ہوتی ہے۔[1]

---

[1] قلت :أرأيت رجلا صلى الظهر أو العشاء ثم أتى المسجد فأقيمت الصلاة أيصلى معهم ويجعل الذى صلى تطوعا ؟ قال :لا

قلت :أرأيت رجلا صلى الظهر يوم الجمعة ثم أتى المسجد فأقيمت الصلاة أيصلى معهم الجمعة ويجعل التى صلى تطوعا؟ قال :نعم .قلت :من أين اختلف هذا والباب الأول؟ قال :لأن هذا يجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورامام محمد رحمہ اللہ نے ”الجامعُ الصغیر“ میں بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ [1]

جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ نے جمعہ کے دن، نمازِ جمعہ کو، نمازِ ظہر پر فوقیت دی ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام نے معذور وغیر معذور کی تقسیم کی ہے، اور غیر معذور کے نمازِ ظہر کو معتبر ہی نہیں سمجھا، خواہ بغیر جماعت کے پڑھے یا جماعت سے، جس سے جمعہ کی نمازِ ظہر پر فوقیت مزید ظاہر ہوتی ہے۔

جبکہ منسلکہ تحریر اور فتوے میں جمعہ کی اہمیت کے بجائے، ظہر اور اس کی جماعت کی اہمیت پر زور دیا جا رہا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتابُ الأصل“ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

قلت: أرأيت القوم أتكره لهم أن يصلوا الظهر فى جماعة يوم الجمعة؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه أن يصلى الجمعة مع الناس، ولا ينبغى له أن يصلى الظهر فى بيته يوم الجمعة من غير عذر . والباب الأول إذا صلى الظهر فى بيته فهى الفريضة، ولا ينبغى له أن يجعل الفريضة نافلة .والفريضة هاهنا هى الجمعة(الأَصْلُ،لمحمد بن الحسن،ج ١،ص ١٥٢،باب الحدث فى الصلاة وما يقطعها)

قلت :أرأيت رجلا مريضا لا يستطيع أن يشهد الجمعة ، فصلى فى بيته الظهر، ثم وجد خفة فأتى الجمعة فصلى مع الإمام، أيتها الفريضة؟ قال :الجمعة هى الفريضة .قلت :فإن وجد خفة حين صلى الظهر فى بيته، فخرج وهو يريد أن يشهد الجمعة، فجاء وقد فرغ الإمام من الجمعة؟ قال:عليه أن يصلى الظهر أربع ركعات قلت :لم وقد صلى فى بيته؟ قال :لأنه حين خرج ونوى أن يشهد الجمعة فقد بطل ما صلى، فإذا لم يدرك مع الإمام الجمعة كان عليه أن يصلى الظهر أربع ركعات .وهذا قول أبى حنيفة .وقال أبو يوسف ومحمد :لا تنتقض صلاته إلا أن يدخل فى الجمعة(الأَصْلُ،لمحمد بن الحسن،ج ١،ص٣٠٧،باب صلاة الجمعة)

قلت :أرأيت رجلا صحيحا صلى الظهر فى أهله ولم يشهد الجمعة،فلما فرغ من صلاته بدا له أن يشهد الجمعة، فجاء فدخل مع الإمام فصلى معه، أيتها الفريضة؟ قال :التى أدرك مع الإمام هى الفريضة .قلت :فإن جاء وقد فرغ الإمام من صلاته؟ قال :عليه أن يصلى الظهر أربع ركعات .وهذا قول أبى حنيفة .وقال أبو يوسف ومحمد :صلاته الأولى تامة ما لم يدخل فى الجمعة، فإذا دخل فى الجمعة بطلت الظهر التى صلى(الأَصْلُ،لمحمد بن الحسن،ج ١،ص٣٠٨،باب صلاة الجمعة)

[1] رجل صلى الظهر يوم الجمعة ثم خرج يريد الجمعة انتقض الظهر وقالا لا ينتقض حتى يدخل فى الجمعة (الجامع الصغير،ص ١١٢،باب فى صلاة الجمعة)

قال: نعم ، أكره لهم ذلك إذا كانوا في مصر .

قلت: وكذلك إذا كانوا في سجن أو محبس ؟

قال: نعم، وإن صلوا أجزأهم (الأَصْلُ، لأبي عبد الله محمد بن الحسن بن فرقد الشيباني، ج ا ، ص ۳۱۴، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

ترجمہ: میں نے امام ابوحنیفہ سے عرض کیا کہ کیا لوگوں کے لیے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو آپ مکروہ سمجھتے ہیں؟

تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جی ہاں! میں لوگوں کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو مکروہ سمجھتا ہوں، جبکہ وہ شہر میں ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ کیا یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ وہ قید خانے میں یا محبوس ہوں؟

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جی ہاں! البتہ اگر وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں گے، تو ان کی نماز کا فریضہ ادا ہو جائے گا (کتابُ الأصل)

نیز امام محمد رحمہ اللہ نے ''الجامعُ الصغیر'' میں جمعہ کے دن قید خانہ اور اس سے باہر کے سب لوگوں کو ظہر کی نماز، جماعت سے پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ويكره أن يصلي الظهر في جماعة يوم الجمعة في سجن وغير سجن فإن صلى قوم أجزاهم (الجامع الصغير، ص ۱۱۲ ،باب في صلاة الجمعة)

ترجمہ: اور جمعہ کے ان ظہر کی نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، چاہے قید خانے میں پڑھے، یا قید خانے کے بغیر، البتہ وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھ لیں گے، تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی (الجامعُ الصغیر)

مذکورہ عبارات چونکہ حنفیہ کے نزدیک ''ظاھرُ الروایة'' پر مبنی ہیں، جن میں علی الاطلاق

معذوراورغیرمعذورسب کے لیےکسی طرح کی شرط وقید کے بغیر، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کومکروہ قرار دیا گیاہے،اس لیے حنفیہ کا اصل مذہب یہی ہے،اورتمام حنفیہ نے اس کی پیروی کی ہے،اورانہوں نے جمعہ کی نماز سے معذور لوگوں کے لیےبھی،شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کومکروہ قرار دیاہے،اور غیرمعذورین کواولیت کے ساتھ اس حکم میں داخل وشامل ماناہے۔

البتہ بعد کے مشائخِ حنفیہ کا اس میں اختلاف ہواہے کہ معذورلوگوں کوظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی کراہت،تحریمی درجے کی ہے،یا تنزیہی درجے کی۔

چونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے،حنفیہ کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ،جس چیز کومکروہ قرار دیں،اس سے کراہتِ تحریمی مراد ہوا کرتی ہے،اس لیے بہت سے مشائخِ حنفیہ نے دوسرے کئی مسائل کی طرح اس کے مکروہ تحریمی ہونے کوہی ترجیح دی ہے۔

اورانہوں نے اس سلسلے میں غیرمعذورین کی اقتداء کرلینے کے نتیجے میں، جمعہ کے فریضہ اور وجوب کوترک کرنے کا ذریعہ ہونے اورصورتاً جمعہ کے ساتھ معارضہ کی علتوں کوکراہیتِ تحریمی کے لیےکافی قرار دیا۔

اوربعض متقدمینِ حنفیہ نے جامع مسجد میں تقلیل ہونے کی علت بھی بیان کی ہے،لیکن متاخرین محققینِ حنفیہ نے فرمایا کہ یہ اس روایت کے مطابق ہے،جس کی رُو سے شہر میں تعددِ جمعہ جائزنہیں،لیکن بعد میں اہلِ علم حضرات کی طرف سے تعددِ جمعہ کو جائز ومفتیٰ بہٖ قرار دینے کے بعد، یہ علت مؤثرنہیں رہی، کیونکہ انہوں نے تعددِ جمعہ کو جائز قرار دے کرایک طرح سے تقلیلِ جماعت فی مکانٍ واحدٍ کوگوارا کرلیا،اورمتعدد مقامات پراجتماعات کوتقسیم کر کے بظاہر تو ایک جگہ تقلیل کوگوارا فرمایا،لیکن دوسری طرف تکثیرِ جماعات کی شکل میں، دراصل تکثیر کوہی اختیارفرمایا،تاکہ علاقے کے لوگ بآسانی اس شعارِاسلام کوقائم کر کے اسلامی شان وشوکت کا مظاہرہ کرسکیں،اورکوئی دشواری وسستی، جمعہ میں شرکت کے لیے حائل ومانع نہ ہو۔

تاہم بعض مشائخِ حنفیہ کی عبارات سے، جماعتِ ظہر للمعذورین کا کراہتِ تنزیہی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

جس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ معذورین کے حق میں باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے میں شریعت کی طرف سے کوئی منصوص و متعین وعید وارد نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام نے اس کو مکروہ قرار نہیں دیا، اور اس سلسلے میں بعض آثار سے استدلال بھی کیا ہے۔

کراہتِ تنزیہی قرار دینے والوں کے نزدیک اس کی بنیاد اسی چیز پر ہے کہ اگرچہ کسی چیز کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مکروہ قرار دیا ہو، تب بھی اس کا اس اصول کے تناظر میں جائزہ لے کر کراہت کے درجہ کو متعین کرنے کی ضرورت ہوگی، اور دیکھا جائے گا کہ وہ فعل کسی منصوص وعید کو متضمن ہے، یا نہیں، اثبات کی صورت میں کراہتِ تحریمی کو، اور عدمِ اثبات کی صورت میں کراہتِ تنزیہی کو ترجیح دی جائے گی، جس کا مآل خلافِ اولیٰ ہونا ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] مطلب فی تعریف المکروہ، وأنه قد یطلق علی الحرام والمکروہ تحریما وتنزیها .(قوله: ومکروهه) هو ضد المحبوب؛ قد یطلق علی الحرام کقول القدوری فی مختصره :ومن صلی الظهر فی منزله یوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له کره له ذلک .وعلی المکروه تحریما : وهو ما کان إلی الحرام أقرب، ویسمیه محمد حراما ظنیا .وعلی المکروه تنزیها :وهو ما کان ترکه أولی من فعله، ویرادف خلاف الأولی کما قدمناه.

وفی البحر :من مکروهات الصلاة المکروه فی هذا الباب نوعان :أحدهما ما کره تحریما، وهو المحمل عند إطلاقهم الکراهة کما فی زکاة فتح القدیر، وذکر أنه فی رتبة الواجب لا یثبت إلا بما یثبت به الواجب یعنی بالظنی الثبوت .ثانیهما المکروه تنزیها، ومرجعه إلی ما ترکه أولی، وکثیرا ما یطلقونه کما فی شرح المنیة، فحینئذ إذا ذکروا مکروها فلا بد من النظر فی دلیله، فإن کان نهیا ظنیا یحکم بکراهة التحریم إلا لصارف للنهی عن التحریم إلی الندب، فإن لم یکن الدلیل نهیا بل کان مفیدا للترک الغیر الجازم فهی تنزیهیة .اهـ(رد المحتار علی الدر المختار، ج ۱، ص ۱۳۲، کتاب الطهارة، سنن الوضوء)

مطلب فی الکراهة التحریمیة والتنزیهیة

(قوله هذه تعم التنزیهیة إلخ) قال فی البحر :والمکروه فی هذا الباب نوعان .أحدهما :ما یکره تحریما وهو المحمل عند إطلاقهم کما فی زکاة الفتح، وذکر أنه فی رتبة الواجب لا یثبت إلا بما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن جمہور حنفیہ کا رجحان، کراہتِ تحریمی کی طرف ہے، سوائے ایک مخصوص صورت کے کہ اس میں کراہتِ تنزیہی کی طرف ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن عبارات میں جمعہ فوت ہونے والوں سے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کی کراہت منقول ہے، وہ اس مسئلے کی ایک مخصوص صورت ہے، جس میں ان کو بھی جماعتِ ظہر سے روکنا مقصود ہے، ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ اس قسم کی عبارات سے معذور وغیر معذور حضرات وافراد سب کے لیے ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کو ہی بیان کرنا ہے، چونکہ معذورین میں ایک قسم اُن لوگوں کی ہے، جن کا جمعہ فوت ہوگیا ہو، اس لیے ان کا حکم الگ سے بیان کرنے کے لیے، اس تعبیر کو اختیار کیا گیا۔

اسی وجہ سے فقہائے کرام نے جب بھی اور جہاں بھی، یہ مسئلہ بیان فرمایا، ان کو شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی جماعت سے منع کرنے کے لیے ہی بیان فرمایا، اپنی شرائط کے ساتھ جمعہ منعقد کرنے اور جمعہ میں شرکت سے منع کرنے کے لیے بیان نہیں فرمایا، بلکہ فقہائے کرام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يثبت بـه الـواجب؛ يعنى بالنهى الظنى الثبوت أو الدلالة، فإن الواجب يثبت بالأمر الظنى الثبوت أو الدلالة.

ثانيهما :الـمـكـروه تـنـزيـهـا، ومـرجعه إلى ما تركه أولى، وكثيرا ما يطلقونه كما ذكره فى الحلية، فـحـيـنـئذ إذا ذكروا مكروها فلا بد من النظر فى دليله، فإن كان نهيا ظنيا يحكم بكراهة التحريم إلا لـصـارف للنهى عن التحريم إلى الندب، وإن لم يكن الدليل نهيا بل كان مفيدا للترك الغير الجازم فهى تنزيهية اهـ.

قلت :ويـعـرف أيـضـا بلا دليل نهى خاص، بأن تضمن ترك واجب أو ترك سنة .فالأول مكروه تـحـريـمـا، والثـانـى تنزيها؛ ولكن تتفاوت التنزيهية فى الشدة والقرب من التحريمية بحسب تأكد السـنـة؛ فـإن مـراتـب الاسـتـحـبـاب متفاوتة كمراتب السنة والواجب والفرض، فكذا أضدادها كما أفـاده فى شرح المنية وسيأتى فى آخر المكروهات تمام ذلـك (قوله وإلا فتنزيهية) راجع إلى قوله فإن نهيا أى وإن لم يكن نهيا بل كان مفيدا للترك الغير الجازم، وإلى قوله ولا صارف :أى وإن كان نهيـا ولـكـن وجد الصارف له عن التحريم فهى فيهما تنزيهية كما علمته من عبارة البحر فافهم (قوله تـحـريـمـا لـلـنـهـى) الأولـى تـأخـيـره عـن الـمـضـاف إلـيـه ط(رد الـمـحـتـار عـلـى الـدر الـمـخـتـار، ج ١، ص ٦٣٩، كتـاب الـصـلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،فروع مشى المصلى مستقبل القبلة هل تفسد صلاته)

نے تو مسافر، غلام اور مریض سب کے جمعہ پڑھنے کی صورت میں فرض کی ادائیگی، درست ہونے کا حکم لگایا، حنفیہ نے ان کے جمعہ میں امامت کو بھی درست قرار دیا، اور ان کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کے بجائے، جمعہ پڑھنے کو بمقابلہ رخصت، عزیمت اور زیادہ باعثِ اجر وثواب قرار دیا۔

لہٰذا اس قسم کی عبارات سے یہ سمجھ لینا کہ جمعہ فوت ہونے والے لوگوں کے لیے، جمعہ کی نماز کا پڑھنا جائز نہیں، اگرچہ اُن میں جمعہ کی شرائطِ وجوب وصحت بھی موجود ہوں، یہ سخت غلط فہمی ہے، جس کے متعلق بعض معقول جوابات، امدادُ الاحکام کے حوالے سے ذکر کیے جا چکے ہیں، اور ہم نے اُس موقع پر یہ بھی وضاحت کردی ہے کہ اس قسم کی عبارات کا اصل مقصود، جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے مکروہ ہونے کو بیان کرنا ہے، اور ان عبارات کا مقصود جمعہ صحیح یا واجب نہ ہونے کو بیان کرنا نہیں ہے، وہ مسئلہ دوسرے قواعد وجزئیات سے اپنے مقام پر الگ سے ثابت اور مذکور ہے۔

اور زمانۂ سلف میں چونکہ جمعہ کا قیام اذنِ حاکم کے ساتھ، بلکہ اس کی اقتداء میں، اور عموماً شہر میں ایک ہی مقام پر ہوتا تھا، اس لیے اس وقت جمعہ فوت ہونے کا تصور بھی محدود تھا، برخلاف آج کے موجودہ حالات وزمانے کے، جیسا کہ ''امدادُ الاحکام'' کے حوالے سے مفصلاً گزرا۔

''المبسوط للسرخسی'' کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی نے ''المبسوط'' میں فرمایا کہ:

''شہر کے اندر قید خانہ میں اور اس کے باہر، نمازِ ظہر کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ ایک تو آج تک، ہر دور میں جمعہ کے دن ظہر کے وقت میں (جامع مسجد کے علاوہ) مساجد کے دروازے بند کرنے کا رواج رہا ہے، جو اس بات کی دلیل

ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جائے گی۔

دوسرے شہر میں موجود شخص کو جمعہ کے وقت دو چیزوں کا حکم ہے، اولاً تو ظہر کی جماعت ترک کرنے کا، اور ثانیاً جمعہ میں حاضر ہونے کا۔

اور قید خانہ کے لوگ ان میں سے ایک چیز پر قادر ہیں، جو کہ ترکِ جماعت ہے، لہٰذا ان کو اس کا بہر حال حکم ہوگا (اور اس کی خلاف ورزی مکروہ ہوگی)

تیسرے معذور لوگوں کے ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے کی صورت میں غیر معذور لوگ بھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں، جس سے جامع مسجد میں (یا جہاں شہر میں تمام لوگوں کا کسی ایک جگہ اجتماع ہوتا ہے، وہاں) لوگوں کا جمعہ کی نماز کو کم تعداد میں پڑھنا، لازم آئے گا"۔انتہٰی۔ [1]

مذکورہ عبارت میں بھی ظہر کے دن معذور و غیر معذور کے لیے ظہر کی نماز با جماعت کے مکروہ ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے، جس کی تعبیر بعض حضرات نے دوسری اختیار کی ہے، لیکن ان کا مقصود بھی، درحقیقت اسی مسئلہ کو بیان کرنا ہے۔

اور اس عبارت سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر کے لوگوں کو ایک تو ظہر کی نماز با جماعت کو ترک کرنے کا حکم ہے، اور دوسرے جمعہ کو قائم کرنے کا حکم ہے۔

غیر معذور تو دونوں چیزوں کا مکلّف ہے، اور معذور ترکِ جماعتِ ظہر کا مکلّف ہے۔

لیکن منسلکہ تحریر اور فتوے میں جن پر جمعہ کی نماز واجب اور صحیح ہے، ایک تو ان کے لیے جمعہ کی

---

[1] (قال) ويكره أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى المصر جماعة فى سجن أو فى غير سجن هكذا روى عن على -رضى الله عنه -ولأن الناس أغلقوا أبواب المساجد فى وقت الظهر يوم الجمعة فى الأمصار فدل أنه لا يصلى جماعة فيها ولأن المأمور به فى حق من يسكن المصر فى هذا الوقت شيئان :ترك الجماعة وشهود الجمعة وأصحاب السجن قدروا على أحدهما وهو ترك الجماعة فيأتون بذلك ولو جوزنا للمعذور إقامة الظهر بالجماعة فى المصر ربما يقتدى بهم غير المعذور وفيه تقليل الناس فى الجامع وهذا بخلاف القرى فإنه ليس على من يسكنها شهود الجمعة فكان هذا اليوم فى حقهم كسائر الأيام(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسى، ج۲،ص۳۵،باب صلاة الجمعة)

نماز کو غیر واجب وغیر درست قرار دے کر ایک اہم شرعی حکم کی مخالفت کی جا رہی ہے، اور دوسرے ظہر کی نماز باجماعت کو مستحب قرار دے کر، دوسرے حکم کی بھی مخالفت کی جا رہی ہے۔

اور اگر کچھ لوگ جمعہ سے معذور ہوں، تو ان کو ظہر کی نماز باجماعت مستحب قرار دے کر، دوسرے حکم کی پھر بھی مخالفت کی جا رہی ہے، اور صورتاً نمازِ جمعہ کا معارضہ کیا جا رہا ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ جامع مسجد یا تمام اہلِ شہر کو جمع کرنے والے مجمع یا جامع میں تقلیل کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات، معذورین کے ساتھ غیر معذورین بھی جماعتِ ظہر میں شرکت کر لیتے ہیں، اور اس طرح وہ ایک فریضہ کے تارک بن جاتے ہیں، اور جمعہ کے اجتماع میں شریک نہیں ہو پاتے، لیکن آگے علامہ ابنِ ہمام وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ یہ علت اس قول پر مبنی ہے۔

جس کے مطابق تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور متاخرین کا مختار قول، یا روایت تعددِ جمعہ کے جواز کی ہے، لہٰذا قول یا اس روایت کے مطابق، غیر معذورین کے جماعت میں شرکت سے جمعہ سے محرومی، اور جمعہ سے معارضہ کی علت پھر بھی پائی جاتی ہے، اسی آخری علت کی تعبیر مندرجہ بالا عبارت میں جمعہ کے مقابلہ میں جماعتِ ظہر قائم کرنے کے ترک سے فرمائی گئی ہے۔

”المحیطُ البرھانی“ کا حوالہ

صاحبِ ”المحیطُ البرھانی“ نے بھی اسی قسم کی تفصیل بیان فرمائی ہے، جو علامہ سرخسی کے حوالے سے گزری، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ:

”امام محمد نے فرمایا کہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ جیل خانے میں ہو، یا اس سے باہر، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے وقت، شہر میں موجود شخص کو دو

چیزوں کا حکم ہے، ایک تو ترکِ جماعتِ ظہر کا، دوسرے جمعہ میں حاضر ہونے کا، اور قیدی ومعذور لوگ ان میں سے ایک چیز پر قادر ہیں، جو کہ ترکِ جماعتِ ظہر ہے، لہٰذا وہ بہرحال اس حکم کے مکلّف ہوں گے۔

علاوہ ازیں اگر ہم معذورین کو ظہر کی نماز باجماعت کی اجازت دیں گے، تو بعض اوقات ان کی اقتداء میں ایسے لوگ بھی شامل ہوجائیں گے، جو جمعہ سے معذور نہیں، اور اس میں جامع مسجد کے اندر جمعہ کی جماعت میں کم لوگوں کے شریک ہوجانے کا مفسدہ لازم آئے گا۔

برخلاف اہلِ قریٰ کے کہ وہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے، کیونکہ ان کے ذمہ، جمعہ میں حاضری لازم نہیں، لہٰذا ان کے حق میں جمعہ کا دن، دوسرے ایام کی طرح شمار ہوگا۔

اور مسافر لوگ اگر جمعہ کے دن، شہر میں آجائیں، وہ بھی نمازِ ظہر کو بغیر جماعت کے تنہا ہی پڑھیں گے، اور اسی طرح سے شہر کے جن لوگوں سے جمعہ فوت ہوجائے، اور اسی طرح سے قیدی اور بیمار لوگ، ان سب کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔

اور جو مریض، جمعہ میں حاضر ہونے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، جب وہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز، اذان واقامت کے بغیر پڑھے، تو جائز ہے، لیکن اذان واقامت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

اور ’’قدوری‘‘ میں ہے کہ جس سے جمعہ فوت ہوجائے، تو وہ ظہر کی نماز، اذان واقامت کے بغیر پڑھے گا، اور اسی طرح قیدی اور بیمار اور غلام اور مسافر بھی‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] قال محمد رحمه الله: ويكره أن يصلي الظهر يوم الجمعة في المصر بجماعة في سجن وغير سجن، هكذا روى عن علي رضي الله عنه، والمعنى فيه: أن المأمور به في حق من يسكن المصر في هذا الوقت شيآن، ترك الجماعة وشهود الجمعة، فأصحاب السجون قدروا على أحدها وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت میں مدعا پر واضح دلالت پائی جاتی ہے، اور عندالحنفیۃ جمعہ کے دن شہر میں ہر کسی کے لیے جماعتِ ظہر کا مکروہ ہونا، ثابت ہوتا ہے، جس سے کوئی فرد بھی خارج نہیں۔

جہاں تک جامع مسجد میں تقلیل کی علت کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا، اور آگے بھی آتا ہے کہ یہ تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی ہے، جو تعددِ جمعہ کے جواز اور اس کے مفتیٰ بہ ہونے کی صورت میں مؤثر نہیں۔

''مختصرُ القدوری'' کا حوالہ

امام قدوری نے ''مختصرُ القدوری'' نے فرمایا کہ:

''غیر معذور شخص کو جمعہ کے دن اپنے گھر میں ظہر پڑھنا مکروہ ہے، اور جمعہ کے دن، معذور لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا بھی مکروہ ہے''۔ انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تـرک الـجـمـاعة، فيـأتـون بـذلک ولو جوزنا للمعذور إقامة الظهر بالجماعة ربما يقتدى بهم غير المعذور، وفيه تقليل الناس فى الجامع.

بـخلاف القرى حيث يصلى أهلها الظهر بالجماعة؛ لأنه ليس على من يسكنها شهود الجمعة، فكان هـذا اليـوم فـى حـقهـم كسائر الأيام، والمسافرون إذا حضروا يوم الجمعة فى مصر يصلون فرادى، وكـذلک أهـل الـمـصـر إذا فاتتهم الجمعة، وأهل السجن والمرضى تكره لهم الجماعة والمريض الذى لا يستطيع أن يشهد الجمعة، إذا صلى الظهر فى بيته بغير أذان وإقامة أجزأه، وإن صلاها بأذان وإقـامة فهـو حسـن؛ لأن هذا اليوم فى حق المريض كسائر الأيام، من صلى الظهر فى بيته إن صلاها بغير أذان وإقامة، فهو جائز وإن صلاها بأذن وإقامة فحسن كذا ها هنا.

وفـى الـقدورى ومن فاتته الجمعة صلى الظهر بغير أذان ولا إقامة، وكذلک أهل السجن والمرضى والـعبيـد والـمسافرون، ذكر الحاكم فى المسافر مثلا مسافر أدرک الإمام يوم الجمعة فى التشهد صـلـى أربـعـا بـالـتـكـبيـر الـذى دخـل به معه (المحيط البرهانى، ج۲ص ۹۲، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة)

[1] ومـن صـلـى الـظـهـر فـى مـنزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلک وجازت صـلاته فإن بدا له أن يحضر الجمعة فتوجه إليها بطلب صلاة الظهر، عند أبى حنيفة بالسعى وقال أبو يوسف ومحمد: لا تبطل حتى يدخل مع الإمام.

ويـكـره أن يصلى المعذورون الظهر بجماعة يوم الجمعة وكذلک أهل السجن (مختصر القدورى، ص ۴۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

اس عبارت میں بھی معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، اور مذکورہ کتاب، حنفیہ کے متون سے تعلق رکھتی ہے۔

’’التجرید للقدوری‘‘ کا حوالہ

امام قدوری نے ’’التجرید‘‘ میں فرمایا کہ:

’’ہمارے اصحاب کے نزدیک معذور کے لیے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں، جبکہ وہ مخفی طور پر پڑھیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آج تک تمام زمانوں میں جمعہ کے دن مساجد کو بند رکھا جاتا ہے، سوائے جامع مسجد کے، اور دوسری مساجد میں ظہر کی نماز کے لیے لوگ جمع نہیں ہوتے، حالانکہ شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں، جن پر جمعہ فرض نہیں ہوتا، تو اگر معذورین کے لیے جماعت کی نماز جائز ہوتی، تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کیا جاتا۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ معذورین کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کو مباح قرار دینے میں، ترکِ جمعہ کے لیے تسہیل پائی جاتی ہے، کیونکہ معذورین کے ظہر کی جماعت کرنے کی وجہ سے اس میں بعض اوقات وہ لوگ بھی شامل ہوجاتے ہیں، جن پر جمعہ واجب ہے، لہٰذا اس مادہ کو ختم کیا جائے گا۔

اور جمعہ کے دن، جب ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، غیر معذورین کے لیے مکروہ ہے، تو معذور کے لیے بھی مکروہ ہوگا (صورتاً مشابہت کی وجہ سے)

اور ایک وجہ ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ جب (شافعیہ کے نزدیک) جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے لیے ظہر کی جماعت کا اظہار مکروہ ہے، تو اس فعل کا اظہار کے بغیر کرنا بھی مکروہ ہونا چاہیے، جیسا کہ غیرِ رمضان میں

تطوع کی جماعت مطلقاً مکروہ ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، جو جماعت کی ترغیب منقول ہے، وہ اُن نمازوں کے لیے ہے، جن کو عام لوگ جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے مخاطب ہیں، اور ہمارے اس جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کے مسئلے میں یہ چیز نہیں پائی جاتی، یعنی اس دن شہر کے لوگ جماعتِ ظہر کے مخاطب نہیں۔

اور یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ جن پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، وہ دوسری عام نماز والوں کی طرح شمار ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے لئے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں ہونا چاہئے۔

کیونکہ جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں کو تو عامّۃُ الناس کے لئے جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے، برخلاف جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے کہ اس میں عامۃُ الناس کے لیے ترکِ جماعت کا حکم ہے، لہٰذا اقل (یعنی معذور لوگ) اکثر (یعنی وجوبِ جمعہ والے حضرات) کے تابع ہوں گے"۔انتھیٰ۔ [1]

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اگر غیر معذورین کے لیے جمعہ کے قیام کا حکم ہے، تو

---

[1] -قال أصحابنا :يكره للمعذور أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى جماعة.

وقال الشافعى :لا يكره .وقال فى الأم :يخفونها حتى لا يظن بهم أنهم رغبوا عن الصلاة مع الإمام.

لنا :أن الناس فى سائر الأعصار يغلقون المساجد يوم الجمعة ولا يجمعوا فيها الظهر ولا تخلو ممن لا يلزمه الفرض، فلو جاز الجمع لم يترك .

ولأن فى إباحة فعلها فى جماعة تسهيل لترك الجمعة؛ لأنهم يتبعهم من ليس بمعذور فيصلى معهم، فحسمت المادة فى ذلك .

(ولأنهم صلوا الظهر فى المصر يوم الجمعة جماعة فيكره ذلك لمن ليس بمعذور) .ولأنه لما كره إظهار الجماعة كره فعلها، كالنوافل فى غير رمضان.

وما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -من الحث على الجماعة منصرف إلى الصلوات التى خوطب العامة بفعلها فى جماعة، وهذا لا يوجد فى مسألتنا.

ولا يقال لمن لم يلزمهم الجمعة :صاروا كأهل الصلوات كلها؛ وذلك لأن تلك الصلوات خوطب العامة بفعلها فى جماعة، وهذه خوطب العامة بتركها، فكان الأقل تابعا للأكثر(التجريد للقدورى، ج٢،ص٨٩٤، كتاب الصلاة،يكره للمعذور أن يصلى الظهر يوم الجمعة فى جماعة)

معذورین کے لیے ترکِ جماعتِ ظہر کا حکم ہے، وہ بہرحال اس کے مکلّف ہیں۔

اور اس بات کی بھی تصریح ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں جماعتِ ظہر کو دوسری نمازوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

امام قدوری نے عندالحنفیۃ، جمعہ کے دن معذورین کے لیے نمازِ ظہر کے باجماعت ہونے کی جو علتیں بیان فرمائیں، ان ہی علتوں کو دیگر حنفیہ نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا، اور جامع مسجد کے علاوہ دوسری مساجد کو بند رکھنے کی علت، اس زمانے سے متعلق ہے، جب جمعہ صرف ایک مقام پر ہوتا تھا، بعد میں جب تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا گیا، تو دوسری بہت سی مساجد بھی، جمعہ کے دن ظہر کے وقت کھلنے لگیں، لیکن وہ بھی جمعہ کی نماز کے لیے، نہ کہ ظہر کی جماعت کے لیے، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

لہٰذا منسلکہ تحریر وفتوے میں جو استدلال وقیاس کیا گیا ہے کہ جس طرح اور دنوں میں ظہر وعصر وغیرہ کی نماز ترک ہوجانے کی صورت میں، گھر کے اندر باجماعت پڑھنا افضل ہے، اسی طرح اہلِ شہر کے ان لوگوں کے لیے بھی افضل ہونا چاہیے، جو جمعہ میں شریک نہ ہوسکیں، یہ قیاس بھی عندالحنفیۃ درست نہیں، اور قیاس مع الفارق کے قبیل میں داخل ہے۔

’’المختار‘‘ کا حوالہ

’’المختار‘‘ میں ہے کہ:

’’جو شخص بغیر عذر کے جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھے، تو کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور اصحابِ اعذار کے لیے شہر کے اندر، جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] ومن صلى الظهر يوم الجمعة بغير عذر جاز (ز) ويكره، فإن شاء أن يصلى الجمعة بعد ذلك يبطل ظهره بالسعى (سم) ، ويكره لأصحاب الأعذار أن يصلوا الظهر يوم الجمعة جماعة فى المصر(المختار،معالاختيار ، ج ۱ ص ۸۴ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

’’الإختیار لتعلیل المختار‘‘ کا حوالہ

’’الإختیار لتعلیل المختار‘‘ میں ہے کہ:

’’جس شخص نے جمعہ کے دن، بغیر عذر کے ظہر کی نماز پڑھی، تو وہ درست ہے، مگر مکروہ (تحریمی) ہے، اور امام زفر نے فرمایا کہ درست اور معتبر ہی نہیں (ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی قول ہے)

اور اصحابِ اعذار کے لیے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز، با جماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کے اندر خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بعض اوقات ان کی اقتداء غیر معذور بھی کرلیتا ہے (اور وہ جمعہ سے محروم ہوجاتا ہے) اور آج تک تمام زمانوں اور شہروں میں جمعہ کے وقت عام مساجد کو بند کرنے کا تعامل جاری رہا ہے، حالانکہ شہر میں اصحابِ اعذار بھی موجود ہوتے ہیں، اور اگر یہ عمل مکروہ نہ ہوتا، تو مساجد کو بند نہ کیا جایا کرتا‘‘۔ انتہٰی۔ [1]

---

[1] (ومن صلى الظهر يوم الجمعة بغير عذر جاز ويكره) وقال زفر: لا يجوز، وأصله الاختلاف في فرض الوقت.

قال أبو حنيفة وأبو يوسف: هو الظهر، لكن العبد مأمور بإسقاطه عنه بأداء الجمعة .وقال محمد: هو الجمعة لأنه مأمور بها، والفرض هو المأمور به، وله أن يسقطه بالظهر رخصة .وعنه أن الفرض أحدهما لا بعينه ويتعين بأدائه؛ لأن أيهما أدى سقط عنه الفرض، فدل أن الواجب أحدهما.

وعند زفر هو الجمعة، والظهر بدل عنها في حق غير المعذور لأنه مأمور بالجمعة منهي عن الظهر، فإذا فاتت الجمعة أمر بالظهر، وهذا آية البدلية.

ولنا أن التكليف يعتمد القدرة، والعبد إنما يقدر على أداء الظهر بنفسه دون الجمعة لأنها تتوقف على شرائط تتعلق باختيار الغير، ولهذا لو فاتته الجمعة أمر بقضاء الظهر لا الجمعة، ويجوز أن يكون الفرض الظهر، ويؤمر بتقديم غيره كإنجاء الغريق آخر الوقت قبل الصلاة...........

قال: (ويكره لأصحاب الأعذار أن يصلوا الظهر يوم الجمعة جماعة في المصر) لأن فيه إخلالا بالجمعة، فربما يقتدي بهم غيرهم، بخلاف القرى لأنه لا جمعة عليهم، وقد جرى التوارث في جميع الأمصار والأعصار بغلق المساجد وقت الجمعة مع أنها لا تخلو عن أصحاب الأعذار، ولولا الكراهة لما أغلقوها(الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۸۴ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

اس کے متعلق پہلے عرض کیا جاچکا، اور آگے بھی آتا ہے۔

’’کتابُ التجنیس والمزید‘‘ کا حوالہ

علامہ مرغینانی یعنی صاحبِ ہدایہ ’’کتابُ التجنیس والمزید‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

اهل مصر تركوا صلاة الجمعة بعذر يكره لهم اداء الظهر بجماعة، ويستحب لهم ان يصلوا الظهر وحدانا، لعموم قول محمد رحمه الله.

ويكره لاهل السجن وغيرهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة (كتاب التجنيس والمزيد، جزء۲، صفحه ۲۰۹، باب الجمعة، ادارة القرآن، كراتشي، الباكستان)

ترجمہ: شہر کے لوگوں نے کسی عذر کی وجہ سے، جمعہ کی نماز کو ترک کردیا، تو ان کو ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، اور ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز تنہا، بغیر جماعت کے پڑھیں، امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے عموم کی وجہ سے۔

اور قیدیوں وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے

(کتابُ التجنیس والمزید)

صاحبِ ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر شہر کے سب لوگ، کسی مانع کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکیں، مثلاً سخت بارش، یا طوفان، یا سیلاب، یا دشمنوں کے حملے اور خطرے وغیرہ کی وجہ سے، یا پھر سلطان یا اس کے نائب کو شرط قرار دینے کی صورت میں، اس کے کسی عذر سے، حاضر نہ ہونے کی وجہ سے، تو ایسی صورت میں بھی اہلِ شہر کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، لیکن اس صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، جس کی وجہ اگرچہ کسی کراہت کی علت کا پایا جانا نہ ہو، لیکن اس میں امام محمد کے بیان کردہ قول کے عموم کی مخالفت، پھر بھی پائی جاتی ہے۔

اور صاحبِ ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیدیوں اور معذوروں کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

مذکورہ عبارت سے یہ تو واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر شہر کے لوگ، کسی مانع کی وجہ سے مطلقاً، جمعہ کی نماز نہ پڑھ سکیں، تو اس صورت میں ان کو ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا، مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن مذکورہ عبارت میں قیدیوں اور معذوروں کے لیے کراہتِ تنزیہی یا تحریمی ہونے کی صراحت نہیں کی گئی۔

اگر اس سے بھی کراہتِ تنزیہی مراد لی جائے، تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ اس قول پر مبنی ہے، جس کے مطابق شہر میں ہر طرح کے معذورین کے لیے، ظہر کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن صاحبِ ہدایہ کے اس مسئلے کو الگ سے ذکر کرنے اور کراہت کو مطلق بیان کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی کراہت، پہلی صورت کی کراہت سے زیادہ شدید ہے، جو کہ تحریمی ہی ہوسکتی ہے، یا اس میں اختلاف ہے، اس لیے اس کو علیحدہ اور مطلق کراہت کے ساتھ بیان کیا۔

اور آگے ''النسفية'' اور علامہ شامی، اور قہستانی، اور ''المضمرات'' وغیرہ کے حوالہ سے آتا ہے کہ جب کسی مانع کی وجہ سے تمام اہلِ شہر کا جمعہ فوت ہوجائے، اس صورت میں شہر میں ظہر کی جماعت کرنا خلافِ اولیٰ، یا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور علامہ شامی نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ اس صورت میں اہلِ شہر کے، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی، نہ تو لوگوں کو جمعہ میں شرکت سے محروم ہونے کا سبب بننے، اور اس کی وجہ سے جمعہ میں خلل ڈالنے کی علت پائی جاتی، اور نہ ہی شہر میں جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت پائی جاتی، اس لیے اس میں کراہتِ شدیدہ یا تحریمہ لازم نہیں آتی۔

اوراگر شہر میں فی الجملہ جمعہ قائم ہو، تو اس صورت میں مذکورہ دونوں علتیں پائی جاتی ہیں، اوروہ کراہتِ تحریمی یا کراہتِ تنزیہی دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، لیکن جمہور حنفیہ اور خود علامہ شامی وغیرہ کا رجحان ان تمام صورتوں میں کراہتِ تحریمی کی طرف ہے۔

جبکہ مسلکہ تحریر اور فتوے میں شہر کے اندر فی الجملہ، جمعہ قائم ہونے کے باوجود، نہ صرف یہ کہ ظہر کی جماعت کے مکروہ ہونے کی نفی کی گئی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ اس کے استحباب کا بھی حکم لگادیا گیا ہے، جس کا حنفیہ میں کہیں بھی کوئی ثبوت اور بنیاد نہیں ملتی ''ومن ادعیٰ فعلیه البیان''

اگر کوئی ثبوت اور وجود ملتا ہے، تو اپنی شرائط کے ساتھ، جمعہ کی جماعت قائم کرنے کا ہی ملتا ہے، اسی جمعہ کے قیام کے لیے اہلِ شہر کو، ہر اس طرزِ عمل سے منع کیا گیا، جو جمعہ کے قیام میں خلل کا باعث ہو، ایسی صورت میں اُن اہلِ شہر کو، جن میں صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور ان کو جمعہ قائم کرنے میں کوئی مانع بھی نہ ہو، اُن سے جمعہ کے وجوب کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ، ان کے جمعہ کی صحت کی بھی نفی کرنا، اور پھر مزید کراہت در کراہت کی طرف مسئلے کو ترقی کر کے لے جانا، یہ طرزِ عمل فقہائے کرام کے مقصود سے، مطابقت نہیں رکھتا۔

''الهداية فی شرح بداية المبتدی'' کا حوالہ

علامہ مرغینانی نے ''الهداية فی شرح بداية المبتدی'' میں فرمایا کہ:

''غیر معذور کے لئے اپنے گھر میں جمعہ کے دن امام کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگرچہ اس کی ظہر کی نماز ادا ہو جاتی ہے، برخلاف امام زفر (اور ائمۂ ثلاثہ غیر حنفیہ) کے کہ ان کے نزدیک ظہر کی نماز سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔

اور معذور لوگوں اور اسی طرح قیدیوں کے لیے جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، کیونکہ بعض اوقات معذور کی اقتداء غیر معذور بھی

کرلیتا ہے (جس کے نتیجے میں یہ جماعتِ ظہر، بعض ایسے لوگوں کے لیے جمعہ کے ترک کا باعث بن جاتی ہے، جن پر جمعہ واجب تھا) بخلاف گاؤں والوں کے کہ اُن پر جمعہ واجب ہی نہیں"۔انتھٰی۔ [1]

صاحبِ ہدایہ نے شہر میں جمعہ کے دن، معذورین کی جماعت کے مکروہ ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اس کی وجہ سے جامع مسجد کے جمعہ میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، وہ اس طرح سے کہ بعض اوقات معذور کی غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے، جس پر کہ جامع مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنا واجب تھا، اور اس طرح سے اس کے ذمہ ایک وجوب رہ کر وہ گناہ گار ہوجاتا ہے، لہٰذا شہر میں معذورین کا جماعت کرنا، دوسرے لوگوں کے لیے، گناہ کا سبب بن سکتا ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے شہر میں جمعہ کے دن، معذورین کی جماعت کرنے کی جو علت بیان فرمائی ہے، یعنی غیر معذور کے اس کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے، جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ کی نماز میں خلل ڈالنا، تو یہ علت، تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی ہے، جو متاخرینِ حنفیہ کا مختار و مفتیٰ بہٖ قول نہیں، اس لیے تعددِ جمعہ کے جواز کے قول کے بعد، اب کراہت کی دوسری علتیں ہوں گی، جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام کے حوالہ سے ابھی آتا ہے۔

---

[1] ومن صلى الظهر فى منزله يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا عذر له كره له ذلك وجازت صلاته "وقال زفر رحمه الله لا يجزئه لأن عنده الجمعة هى الفريضة أصالة والظهر كالبدل عنها ولا مصير إلى البدل مع القدرة على الأصل ولنا أن أصل الفرض هو الظهر فى حق الكافة هذا هو الظاهر إلا أنه مأمور بإسقاطه بأداء الجمعة وهذا لأنه متمكن من أداء الظهر بنفسه دون الجمعة لتوقفها على شرائط لا تتم به وحده وعلى التمكن بدور التكليف "فإن بدا له أن يحضرها فتوجه إليها والإمام فيها بطل ظهره عند أبى حنيفة رحمه الله بالسعى وقالا لا يبطل حتى يدخل مع الإمام " لأن السعى دون الظهر فلا ينقضه بعد تمامه والجمعة فوقها فينقضها وصار كما إذا توجه بعد فراغ الإمام وله أن السعى إلى الجمعة من خصائص الجمعة فينزل منزلتها فى حق ارتفاض الظهر احتياطا بخلاف ما بعد الفراغ منها لأنه ليس بسعى إليها.

"ويكره أن يصلى المعذورون الظهر بجماعة يوم الجمعة فى المصر وكذا أهل السجن "لما فيه من الإخلال بالجمعة إذ هى جامعة للجماعات والمعذور قد يقتدى به غيره بخلاف أهل السواد لأنه لا جمعة عليهم "ولو صلى قوم أجزأهم "لاستجماع شرائطه "(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج ۱، ص ۸۳، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

’’فتحُ القدیر‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ ہمام نے ’’فتحُ القدیر‘‘ میں صاحبِ ہدایہ کی مذکورہ عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ:

’’جمعہ کے دن غیر معذورین عن الجمعۃ کے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے سے مراد، حرام ہونا ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کے متفق علیہ فرضِ قطعی کا ترک کرنا پایا جاتا ہے، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، لہٰذا اس کا مرتکب، حرام کا مرتکب کیونکر نہیں ہوگا؟

اور معذورین کے لیے ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، بہر دوصورت مکروہ ہے۔

اور جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوگیا، پھر وہ ظہر کی نماز پڑھیں، تو ان کے لیے بھی جماعتِ ظہر کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کی علت یہ ہے کہ اس کی بناء پر جامع (یعنی ایک مقام پر جمع ہوکر ہونے والے جمعہ) میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے، جو کہ تمام جماعتوں کو جمع کرنے والا ہے۔

مگر یہ علت اس قول پر مبنی ہے، جس کے مطابق ایک شہر میں تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور سرخسی وغیرہ کے نزدیک، جو مختار روایت ہے، اس کے مطابق تعددِ جمعہ جائز ہے ،لہٰذا اس مختار روایت کے مطابق، کراہت کی علت یہ ہوگی کہ بعض اوقات، غیر معذور بھی معذور کی اقتداء کرلیتا ہے (جو غیر معذور لوگوں کے واجب جمعہ کے حکم کو ترک کرنے کا باعث بنتا ہے) اور ایک علت یہ بھی ہے کہ اس میں جمعہ کے علاوہ دوسری نماز کو باجماعت قائم کر کے صورتاً جمعہ کا معارضہ پایا جاتا ہے‘‘ انتہٰی۔ [1]

---

[1] (قوله: كره له ذلك إلخ) لا بد من كون المراد حرم عليه ذلك، وصحت الظهر؛ لأنه ترك الفرض القطعي باتفاقهم الذى هو آكد من الظهر فكيف لا يكون مرتكبا محرما، غير أن الظهر تقع صحيحة وإن كان مأمورا بالإعراض عنها .وقال زفر: لا يجوز؛ لأن الفرض فى حقه الجمعة والظهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ اوراس جیسی عبارات کی فقہ حنفی میں کمی نہیں ہے کہ جن میں غیر معذور کے جمعہ کے دن،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بدل عنها؛ لأنه مأمور بأداء الجمعة معاقب بتركها، ومنهى عن أداء الظهر مأمور بالإعراض عنها ما لم يقع اليأس عن الجمعة، وهذا هو صورة الأصل والبدل، ولا يجوز أداء البدل مع القدرة على الأصل.

قلنا: بل فرض الوقت الظهر بالنص، وهو قوله – صلى الله عليه وسلم – وأول وقت الظهر حين تزول الشمس مطلقا فى الأيام ودلالة الإجماع أعنى الإجماع على أن بخروج الوقت يصلى الظهر بنية القضاء، فلو لم يكن أصل فرض الوقت الظهر لما نوى القضاء، والمعقول إذ أصل الفرض فى حق الكل ما يتمكن كل من أدائه بنفسه، فما قرب إلى وسعه فهو أحق والظهر أقرب؛ لتمكنه منه كذلك بخلاف الجمعة؛ لتوقفها على الشرائط لا تتم به وحده، وتلك ليس فى وسعه، وإنما يحصل له ذلك اتفاقا باختيار آخرين كاختيار السلطان وقدرته فى الأمر، واختيار آخر وآخر ليحصل به معهما الجماعة وغير ذلك، فكان الظهر أولى بالأصلية، وعلى الأول أن يقال مفاده أن كل وقت ظهر يدخل حين تزول والمطلوب أن كل ما زالت دخل وقت الظهر، وإنما يفاد بعكس الاستقامة لها وهو لا يثبت كليا .سلمناه، لكن خروج الزوال يوم الجمعة من تلك الكلية أعنى العكس معلوم قطعا من الشرع للقطع بوجوب الجمعة فيه والنهى عن تركها إلى الظهر، ولا يخفى ضعف الوجه الثالث، إذ لو تم استلزم عدم وجوب الجمعة على كل فرد والمتحقق وجوبها على كل واحد فيحصل من الامتثال توفر الشروط، والمعول عليه الوجه الثانى، وهو يستلزم عدم تخصيص الأول، فيلزم أن وجهه حينئذ وجوب الظهر أولا ثم يجب إسقاطه بالجمعة، وفائدة هذا الوجوب حينئذ جواز المصير إليه عند العجز عن الجمعة إذ كانت صحتها تتوقف على شرائط ربما لا تتحصل فتأمل.

وإذا كان وجوب الظهر ليس إلا على هذا المعنى لم يلزم من وجوبها كذلك صحتها قبل تعذر الجمعة، والفرض أن الخطاب قبل تعذرها لم يتوجه عليه إلا بها.

(قوله: بطلت ظهره عند أبى حنيفة بالسعى) هذا إذا كان الإمام فى الصلاة بحيث يمكنه أن يدركها، وإن لم يدركها أو كان لم يشرع بعد لكنه لا يرجو إدراكها للبعد ونحوه لا تبطل عند أبى حنيفة عند العراقيين، وتبطل عنده فى تخريج البلخيين وهو الأصح، ثم المعتبر فى السعى الانفصال عن داره فلا تبطل قبله على المختار، وقيل إذا خطا خطوتين فى البيت الواسع تبطل (قوله: حتى يدخل مع الإمام) وفى رواية حتى يتمها معه حتى لو أفسدها بعد الشروع فيها لا يبطل الظهر، ولا فرق على هذا الخلاف بين المعذور كالعبد وغيره، وحتى لو صلى المريض الظهر ثم سعى إلى الجمعة بطل على ظهره على الخلاف.

وقال زفر: لا يبطل ظهر المعذور؛ لأن الجمعة ليست فرضا عليه .قلنا إنما رخص له تركها للعذر، وبالالتزام التحق بالصحيح) .قوله: لأن السعى دون الظهر) ؛ لأنه حسن لمعنى فى غيره بخلاف الظهر، ونقض الظهر وإن كان مأمورا به لكنه لضرورة أداء الجمعة؛ إذ نقض العبادة قصدا بلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترکِ جمعہ کرنے پر کراہتِ تحریمی اور حرمت کا حکم لگایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن، جس شخص میں وجوبِ جمعہ کی شرائط موجود ہوں، اس کا نمازِ جمعہ نہ پڑھنا، کس قدر برائی رکھتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جائیں، تو سقوطِ جمعہ، یا عدمِ صحتِ جمعہ کی کوشش کرنا بھی کوئی مستحسن فعل شمار نہیں ہوگا۔

علامہ ابنِ ہمام کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبِ ہدایہ نے جمعہ کے دن شہر میں، معذورین کے جماعت کرنے کی صورت میں، جو غیر معذورین کے، معذورین کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں خلل ڈالنے کی علت کا ذکر فرمایا ہے، یہ علت شہر میں تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی ہے، لیکن حنفیہ کی مختار

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ضرورة حرام فلا تنتقض دون أدائها وليس السعي الأداء، وحاصل وجه قول أبي حنيفة أن الاحتياط في الجمعة نقض الظهر للزوم الاحتياط في تحصيلها، وهو به فينزل ما هو من خصائصها منزلتها لذلك؛ لأنه المحقق للاحتياط في تحصيلها، وإنما كان السعي من خصائصها؛ لأنه أمر به فيها ونهي عنه في غيرها، قال الله تعالى }فاسعوا إلى ذكر الله] {الجمعة: [9 وقال – صلى الله عليه وسلم – إذا أتيتم الصلاة فلا تأتوها وأنتم تسعون الحديث .فكان الاشتغال به كالاشتغال بها، فالنقض بها إقامة للسبب العادي مقام المسبب احتياطا ومكنة الوصول ثابتة نظرا إلى قدرة الله، وهي تكفي للتكليف، بخلاف ما إذا كان السعي بعد الفراغ منها؛ لأنه ليس إليها ولا إمكان للوصول، هذا التقرير بناء على أن المراد بالسعي ما يقابل المشي وليس كذلك، وكذا البطلان غير مقتصر على السعي بل لو خرج ماشيا أقصد مشي بطلت؛ ألا يرى أنهم أوردوا الفرق بين السعي إلى الجمعة وتوجه القارن إلى عرفات حيث لم تبطل به عمرته حتى يقف بأنه منهي عنه لا مأمور به فلا ينزل منزلته مع أنه ليس هناك جامع السعي منصوصا ليطلب وجه الفرق في الحكم بعد وجود الجامع .فالحق في التقرير أنه مأمور بعد إتمام الظهر بنقضها بالذهاب إلى الجمعة، فذهابه مشروع في طريق نقضها المأمور به فيحكم بنقضها به احتياطا لترك المعصية.

(قوله :ويكره أن يصلي المعذور الظهر بجماعة) قبل الجمعة، وكذا بعدها.

ومن فاتتهم الجمعة فصلوا الظهر تكره لهم الجماعة أيضا (قوله :لما فيه من الإخلال بالجمعة إذ هي جامعة للجماعات) هذا الوجه هو مبني على عدم جواز تعدد الجمعة في المصر الواحد.

وعلى الرواية المختارة عند السرخسي وغيره من جواز تعددها، فوجهه أنه ربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم.

وأيضا فيه صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها.(فتح القدير، ج٢ص٦٣ الیٰ ٦٥، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

روایت، تعددِ جمعہ کے جواز کی ہے، لہٰذا جب مختار روایت کے مطابق تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا جائے گا، اور شہر میں ایک جامع مسجد کے علاوہ، کئی مقامات پر جمعہ کی جماعتیں جائز ہوں گی، تو پھر جامع مسجد میں ہونے والے جمعہ میں، خلل ڈالنے کی علت نہیں پائی جائے گی۔

لیکن تعددِ جمعہ کے جواز کی اس مختار روایت کے مطابق، پھر بھی جمعہ کے دن شہر میں نمازِ ظہر باجماعت پڑھنے میں، کراہت کی دو علتیں بہر حال ہوں گی۔

ایک تو علت یہی ہوگی کہ بعض اوقات، غیر معذور بھی معذور کی اقتداء کرسکتا ہے، اور وہ پھر شہر میں ہونے والے کسی بھی مقام کے جمعہ میں، شریک نہیں ہوگا، حالانکہ اس پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب تھا، اور معذورین کے جماعتِ ظہر کے مکروہ ہونے کی دوسری علت یہ ہوگی کہ شہر کے اندر جب جمعہ کی نماز واجب ہے، جو کہ جماعت کے ساتھ ہی ہوتی ہے، ایسی صورت میں شہر کے اندر جمعہ کے مقابلے میں، ظہر کی جماعت قائم کرکے، جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جائے گا، اور ظہر کے عوض میں ہی اہلِ شہر کے لیے جمعہ کی نماز کو واجب و مقرر کیا گیا تھا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ شریعت کی طرف سے معذورین کو جمعہ میں شریک ہونے، یا جمعہ کی جماعت سے تو منع نہیں کیا گیا، حالانکہ ان پر جمعہ واجب نہیں، لیکن ایسے طرزِ عمل سے بہر حال منع کیا گیا ہے، جو غیر معذور لوگوں کے لیے، جمعہ کے واجب کو ترک کرنے کا ذریعہ بنے، اسی وجہ سے معذورین کے ظہر کی جماعت کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا، تاکہ کوئی بھی غیر معذور ان کے ساتھ شریکِ جماعت نہ ہو، جس پر جمعہ واجب تھا۔

اس کے علاوہ اگر کوئی غیر معذور، معذور کے ساتھ جماعتِ ظہر میں شریک نہ بھی ہو، اور اس کی وجہ سے کسی غیر معذور کا جمعہ فوت نہ بھی ہو، تب بھی شہر کے اندر ہونے والے جمعہ کی جماعت سے، ظہر کی جماعت کا صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، جس کو ختم کرنے کا راستہ یہی ہے کہ شہر میں جمعہ کے دن کسی صورت بھی، ظہر کی جماعت سے کراہت مرتفع نہ ہو، اس لیے معذور لوگ، جن

پر جمعہ واجب نہیں، بلکہ ظہر کی نماز واجب ہے، وہ یا تو بغیر جماعت کے ظہر کی نماز پڑھیں، اور اگر جماعت کا زیادہ ہی شوق ہو، تو وہ جمعہ کی نماز ادا کریں، خواہ وہ شرعی اصولوں کے مطابق، خود جمعہ کی نماز قائم کریں، یا جہاں شرعی اصولوں کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم ہے، اس میں شرکت کریں، کیونکہ اہلِ شہر کے لیے جمعہ کے دن، اصل جماعت، جمعہ کی ہی ہے۔

’’البناية شرحُ الهداية ‘‘ کا حوالہ

علامہ عینی نے ’’البناية‘‘ میں ’’الهداية‘‘ کی مذکورہ عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’قیدیوں اور معذورین کے لیے جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی جماعت کرنے کے نتیجے میں بعض اوقات غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے، اور وہ جمعہ کی نماز ادا نہیں کرتا، جس کی وجہ سے، اس کا جمعہ رہ جاتا ہے‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

اس عبارت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے باجماعت

---

[1] م: (وكذا أهل السجن) ش: أى وكذا يكره لأهل السجن إذا صلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة، ورخص مالك – رحمه الله – لأهل السجن والمسافرين والمرضى أن يجمعوا، واختلف قوله فى القديم: تفوتهم الجمعة، فحكى ابن القاسم عنه أنهم يصلون أفرادا أربعا .وفى "جوامع الفقه :"أصحاب الأعذار، ومن لا تجب عليه الجمعة إذا صلوا الظهر بلا أذان ولا إقامة فرادى من غير جماعة كان أحسن .وفى "خزانة الأكمل :"يصلى المعذور بأذان وإقامة فى بيته .وفى " الولوالجى :"لا يؤذن ولا يقيم فى السجن وغيره كصلاة الظهر .وفى "المبسوط :"لو صلى الإمام الظهر بأهل المصر جازت صلاتهم وقد أسائوا .وفى "المرغينانى :"إذا منع الإمام أهل المصر أن يجمعوا لا يجمعون، وقال أبو جعفر: هذا إذا منعهم باجتهاد، وأراد أن يخرج تلك البقعة أن تكون مصرا، فأما إذا نهاهم تعنتا أو إضرارا بهم، فلهم أن يجمعوا على من يصلى بهم، وزعم أبو إسحاق المروزى من الشافعية – رحمهم الله – أنها تصح على كلا القولين ولم يوافقوا عليه.

م: (لما فيه) ش: أى لما فى الفعل المذكور وهو صلاة المعذورين الظهر بجماعة، وصلاة أهل السجن كذلك .م: (من الإخلال بالجمعة إذ هى جامعة للجماعات) ش: كلمة إذ للتعليل، وهى ترجع إلى الجمعة.

م: (والمعذور قد يقتدى به غيره) ش: أى غير المعذور فلا يذهب إلى الجمعة فيخل بالجمعة (البناية شرح الهداية للعينى، ج۳ص۷۸، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

نمازِ ظہر پڑھنے کے مکروہ ہونے کی ایک علت یہ ہے کہ بعض اوقات ان کی اقتداء میں ایسا شخص بھی شریک ہوجاتا ہے، جو معذور نہیں، یعنی اس پر جمعہ کی نماز واجب ہے، اور وہ اپنا یہ واجب چھوڑ بیٹھتا ہے، گویا کہ معذورین، جن پر جمعہ واجب نہیں، ان کا جماعت کرنا، ایسے لوگوں کے ترکِ جمعہ کی سہولت کاری کا ذریعہ اور وسیلہ بن جاتا ہے، جن پر جمعہ واجب ہے۔

یہ علت، اس صورت میں بھی مؤثر ہے، جبکہ تعددِ جمعہ کو جائز قرار دیا جائے، اور ایک مستقل علت، جمعہ کے ساتھ صوری معارضہ بھی ہے، جبکہ جمعہ فی الجامع کی تقلیل کی علت اس روایت پر مبنی ہے، جس کے مطابق تعددِ جمعہ جائز نہیں، اور اس روایت پر پہلے عمل تھا، مگر وہ روایت اب مفتیٰ بہٖ نہیں، لہٰذا وہ تعلیلِ خاص بھی مفتیٰ بہٖ نہیں، جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام کے حوالہ سے گزرا۔

''بدائعُ الصنائع'' کا حوالہ

علامہ کاسانی نے ''بدائعُ الصنائع'' میں فرمایا کہ:

''جس کی جمعہ کے دن ظہر کی نماز فوت ہوجائے، تو وہ ظہر کی نماز اذان واقامت اور جماعت کے بغیر پڑھے گا، کیونکہ اذان واقامت اس نماز کے لئے ہوتی ہے، جس کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، اور جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے''۔انتھٰی۔ [1]

نیز علامہ کاسانی نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

''جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، جیل خانہ میں اور اس سے باہر ہر جگہ مکروہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

اور آج تک توارث وتعامل بھی اسی کے مطابق ہے کہ شہروں میں جامع مسجد کے

---

[1] وإن فاتته صلاة الجمعة صلى الظهر بغير أذان ولا إقامة؛ لأن الأذان والإقامة للصلاة التى تؤدى بجماعة مستحبة، وأداء الظهر بجماعة يوم الجمعة مكروه فى المصر، كذا روى عن على – رضى الله عنه (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۵۴، كتاب الصلاة، فصل بيان محل وجوب الأذان)

علاوہ تمام مساجد کو جمعہ کے دن تالا لگا دیا اور مقفل کر دیا جاتا ہے، جس سے اس بات پر دلالت ہوئی کہ جمعہ کے دن، ظہر کی جماعت، ہر ایک کے حق میں مکروہ ہے۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر ہم شہر میں معذور کے لیے نمازِ ظہر با جماعت ادا کرنے کو جائز قرار دیں گے، تو بعض اوقات غیر معذور بھی اقتداء کر لے گا، جو جمعہ کے مجمع کی تقلیل کا باعث بنے گا، اور یہ چیز جائز نہیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مصر کے باشندوں کو اس وقت، دو چیزوں کا حکم ہے، ایک تو ظہر کی جماعت ترک کرنے کا، اور دوسرے جمعہ میں شریک ہونے کا، اور معذور ان میں سے ایک چیز پر قادر ہے، یعنی ظہر کی جماعت ترک کرنے پر، لہٰذا معذور کو ظہر کی جماعت کو ترک کرنے کا بہر حال حکم ہوگا''۔انتہٰی۔ [1]

علامہ ابنِ ہمام کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے، اور علامہ ابنِ نجیم وغیرہ کے حوالے سے آگے آتا ہے کہ جمعہ کے مجمع میں تقلیل کی علت، شہر میں ایک ہی جگہ جمعہ جائز ہونے کی روایت پر محمول ہے۔

اور تعددِ جمعہ کی روایت، چونکہ متاخرین حنفیہ کے نزدیک مختار و مفتیٰ بہٖ ہے، اور اس پر آج تمام اطرافِ عالم کے شہروں میں عمل بھی ہے، اس صورت میں معذورین کے جمعہ کے دن، شہر میں جماعتِ ظہر کے مکروہ ہونے کی ایک علت تو یہ ہوگی کہ جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے، بعض اوقات ایسے لوگ بھی معذورین کی جماعت میں شریک ہو جائیں گے، اور اس کے نتیجے

---

[1] تكره صلاة الظهر يوم الجمعة بجماعة فى المصر فى سجن وغير سجن هكذا روى عن على - رضى الله عنه -، وهكذا جرى التوارث بإغلاق أبواب المساجد فى وقت الظهر يوم الجمعة فى الأمصار فدل ذلك على كراهة الجماعة فيها فى حق الكل؛ ولأنا لو أطلقنا للمعذور إقامة الظهر بالجماعة فى المصر فربما يقتدى به غير المعذور فيؤدى إلى تقليل جمع الجمعة، وهذا لا يجوز؛ ولأن ساكن المصر مأمور بشيئين فى هذا الوقت بترك الجماعات وشهود الجمعة، والمعذور قدر على أحدهما وهو ترك الجماعات فيؤمر بالترك.

وأما أهل القرى فإنهم يصلون الظهر بجماعة بأذان وإقامة؛ لأنه ليس عليهم شهود الجمعة ولأن فى إقامة الجماعة فيها تقليل جمع الجمعة فكان هذا اليوم فى حقهم كسائر الأيام(بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٧٠، كتاب الصلاة، فصل بيان ما يستحب فى يوم الجمعة وما يكره فيه)

میں وہ فریضۂ جمعہ کے تارک شمار ہوکر گناہ گار ہوں گے۔

اور دوسری علت یہ ہوگی کہ شہروں میں جمعہ کے بجائے، ظہر کی جماعت کا قائم کرنا ہی بذاتِ خود جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ ہے۔

''کنزُ الدقائق'' کا حوالہ

''کنزُ الدقائق'' میں ہے کہ:

''جمعہ واجب ہونے کی شرط، مقیم ہونا اور مرد ہونا اور صحت مند ہونا، اور آزاد ہونا، اور آنکھوں اور پاؤں سے سلامت ہونا ہے۔

اور جس پر جمعہ واجب نہیں، اگر وہ جمعہ کی نماز ادا کرلے، تو وقت کا فرض جائز ہوجاتا ہے، اور مسافر اور غلام اور مریض کے لیے جمعہ میں امامت کرنا جائز ہے، اور ان کے ذریعے سے جمعہ منعقد بھی ہوجاتا ہے، اور غیر معذور کے لیے جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، پھر اگر وہ جمعہ کی سعی کرے، تو اس کا جمعہ باطل ہوجاتا ہے، اور معذور اور قیدی، سب کے لیے شہر میں ظہر کی جماعت مکروہ ہے''۔ انتھیٰ۔ [1]

''شرحُ العینی علی الکنز'' کا حوالہ

''شرحُ العینی علی الکنز'' میں ہے کہ:

''غیر معذور سے مراد، صحیح، مقیم اور آزاد ہے، ایسے شخص کے لیے جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز مکروہ ہے، اور امام زفر اور دیگر تینوں فقہائے کرام (یعنی امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک، اس صورت میں نمازِ ظہر جائز اور

---

[1] وشرط وجوبها الإقامة والذكورة والصحة والحرية وسلامة العينين والرجلين.
ومن لا جمعة عليه إن أداها جاز عن فرض الوقت. وللمسافر، والعبد والمريض أن يؤم فيها، وتنعقد بهم. ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها كره، فإن سعى إليها بطل، وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر (كنز الدقائق، ص ۱۹۰، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

معتبر ہی نہیں۔

اور معذور، مثلاً مریض اور قید خانے میں محبوس کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ امام کے فارغ ہونے سے پہلے پڑھے، یا اس کے بعد میں پڑھے"۔انتھٰی۔ [1]

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ عندالحنفیۃ جمعہ کے دن، شہر میں ہر ایک کے لیے جمعہ سے پہلے اور بعد میں ظہر کی نماز، باجماعت مکروہ ہے۔

یعنی حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے دن، شہر میں جماعتِ ظہر سے کسی صورت، کراہت مرتفع نہیں ہوتی۔

"تبیینُ الحقائق علی الکنز" کا حوالہ

"کنزُ الدقائق" کی شرح "تبیینُ الحقائق" میں ہے کہ:

"معذور اور قیدی کے لیے، شہر میں ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی مروی ہے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جمعہ سے پہلے، اور جمعہ کے بعد، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے میں جامع مسجد کی جماعت کی تقلیل پائی جاتی ہے، اور جمعہ کی مخالفت کے طریقے پر معارضہ پایا جاتا ہے، بخلاف گاؤں والوں کے کہ وہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا وہاں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، نہ تقلیل کا باعث ہے، اور نہ معارضہ کا"۔انتھٰی۔ [2]

---

[1] (ومن لا عذر له)وهو الصحيح المقيم الحر (لو صلى)صلاة (الظهر قبلها)أى قبل صلاة الجمعة (كره) ما صلىٰ، وقال زفر والثلاثة ، لايجوز ....(وكره للمعذور)مثل المريض (والمسجون) فى الحبس(أداء الظهر بجماعة)يوم الجمعة (فى المصر) سواء كان قبل فراغ الامام ، أو بعده (شرح العينى على الكنز، ج ا ص ١٠٠ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

[2] (وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر) يروى ذلك عن علي -رضى الله عنه -؛ ولأن فى أداء الظهر بجماعة قبل الجمعة وبعدها تقليل الجماعة فى الجامع ومعارضته على وجه المخالفة بخلاف أهل السواد؛ لأنه لا جمعة هناك فلا يفضى إلى التقليل، ولا إلى المعارضة(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ،ج ا ،ص ٢٢٢ ،باب صلاة الجمعة)

جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کا مطلب پہلے گزر چکا ہے کہ شہر میں ظہر کو باجماعت پڑھنا، بذاتِ خود صورتاً جمعہ سے معارضہ ہے، اور یہ علت ہر ایک کے حق میں پائی جاتی ہے، جو بھی شہر میں ہو، خواہ جمعہ کی نماز سے پہلے جماعت کرے، یا بعد میں کرے، پہلے پڑھنے میں زیادہ شدت ہے، اس لیے بعض نے پہلے کی قید لگائی، اور بعد میں بھی علت موجود ہے، اس لیے بعض نے اس کی بھی تصریح فرمائی۔

اور واحد جامع مسجد کی جماعت میں تقلیل کی علت پر کلام گزر چکا ہے کہ یہ تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز پر مبنی ہے، جس پر پہلے زمانوں میں عمل وفتویٰ رہا ہے، اب یہ روایت مفتیٰ بہ نہیں، لہٰذا یہ علت بھی مفتیٰ بہ اور مؤثر نہیں۔

لیکن بعض اہلِ علم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے، اور وہ جمعہ کی نماز میں ہی بذاتِ خود تقلیل کو، جوازِ جمعہ وصحتِ جمعہ میں قادح سمجھتے ہیں، جبکہ اب دنیا بھر میں تقریباً تمام شہروں میں اس علتِ خاص پر عمل متروک ہے۔

اور اگر اس علت کو مؤثر ہی ماننا ہے، تو پھر معذورین کے ظہر کی نماز باجماعت کے لیے ہی ماننا چاہیے، جس کے متعلق فقہاء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا۔

فقہاء نے یہ تو کہیں نہیں فرمایا کہ اگر جمعہ کی نماز میں شہر کے کم لوگ شریک ہوں، تو جمعہ کی نماز مکروہ ہوگی، اور اب بعض اہلِ علم، مکروہ کے بجائے، جمعہ کو معدوم ہی سمجھے ہوئے ہیں، یعنی وہ جواز وصحت ہی کی نفی کر رہے ہیں۔

”البحرُ الرائق“ کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم نے ”البحرُ الرائق“ میں فرمایا کہ:

”جمعہ کے دن شہر میں، غیر معذور کے لئے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، جس سے حرام ہونا مراد ہے، اور یہ حُرمت فرض کے ترک کرنے کی وجہ سے

ہے، کیونکہ ہمارے اصحاب نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے، کہ جمعہ کی فرضیت ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، جس کا انکار کفر ہے“۔انتہٰی۔ [1]

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر معذور، یعنی جس پر جمعہ کی نماز واجب ہو، اس کو جمعہ کی نماز ترک کر کے، ظہر کی نماز پڑھنا، چہ جائیکہ ظہر کی جماعت کرنا، حرام ہے، نہ تو جائز ہے، اور نہ ہی مکروہ تنزیہی۔

پس جمعہ کے دن شہر میں موجود، وہ کم از کم چار عاقل، بالغ افراد، جو مسافر و مریض اور غلام وغیرہ نہ ہوں، جب اصولی طور پر ان پر نمازِ جمعہ واجب ہوگا، اور ان کو جمعہ کا اہتمام ضروری ہوگا، خواہ وہ مسجد میں کریں، یا غیر مسجد میں، تو ان کا جمعہ ترک کرنا حرام ہوگا، اور ان کو جمعہ سے روکنا یا منع کرنا بھی درست نہ ہوگا، پھر اس سے بڑھ کر عندالحنفیۃ، جماعتِ ظہر کی ترغیب دینا، مزید کراہت اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی دعوت کا باعث ومترادف ہوگا۔

نیز ”البحرُ الرائق“ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

”الھدایۃ اور ”غـایۃُ البیان“ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام اور مسافر وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن شہر میں ظہر کے بجائے، جمعہ کی نماز کا پڑھنا افضل ہے، کیونکہ فقہاء نے یہ بات ذکر فرمائی ہے کہ جمعہ کے دن، مسافر اور غلام وغیرہ کو ظہر پڑھنا رخصت ہے، اور جمعہ پڑھنا عزیمت ہے۔

اور جس پر نمازِ جمعہ واجب ہو، یعنی وہ معذور نہ ہو، اس کو جمعہ ختم ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا، قطعی حرام ہے، کیونکہ اس نے متفق علیہ فرضِ قطعی کو ترک کر دیا،

---

[1] ومن صلى الظهر فى منزله يوم الجمعة، ولا عذر له كره وجازت صلاته، وإنما أراد حرم عليه. وصحت الظهر فالحرمة لترك الفرض، وصحة الظهر لما سنذكره، وقد صرح أصحابنا بأنها فرض آكد من الظهر وبإكفار جاحدها اهـ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ١٥١، باب صلاة الجمعة)

جو کہ نمازِ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، لہٰذا وہ حرام کا مرتکب شمار ہوگا''۔انتھٰی۔[1]

جمعہ سے پہلے کی قید، اس لیے لگائی گئی کہ پہلے زمانے میں جمعہ کا قیام ہر شخص کے بس میں نہ تھا، اور جب جمعہ اپنی مخصوص ہیئت سے ادا ہو جاتا تھا، تو اس کے ادا ہونے سے ایک طرح کا عذر لاحق ہو جاتا تھا، اور حکم اس کے متبادل ظہر کی طرف لوٹ آتا تھا۔

لیکن بحالاتِ موجودہ جب تک جمعہ ادا کرنے کی قدرت ہو، اس وقت تک جمعہ واجب ہونے والے شخص کا ترکِ جمعہ جائز نہیں ہوگا، جبکہ وہ اس کو ادا کرنے پر قادر ہو۔

''البحرُ الرائق ومنحةُ الخالق'' کا حوالہ

علامہ ابنِ نجیم نے ''البحرُ الرائق'' میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''معذور اور قیدی کے لئے جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ معذور کی بعض اوقات، غیر معذور بھی اقتداء کر لیتا ہے، جو اِس کے لئے ترکِ جمعہ کا باعث بنتا ہے۔

اور ''الھدایة'' میں اس کی یہ علت بیان کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ میں خلل لازم آتا ہے، کیونکہ جمعہ، جامع مسجد میں تمام لوگوں کو جمع کرتا ہے، تو یہ اس قول پر مبنی ہے، جس کی رو سے شہر میں تعدُّدِ جمعہ جائز نہیں، اور یہ روایت اور درایت کے

---

[1] ولم أر نقلا صريحا هل الأفضل لمن لا جمعة عليه صلاة الجمعة أو صلاة الظهر لكن ظاهر الهداية والعناية وغاية البيان أن الأفضل لهم صلاة الجمعة؛ لأنهم ذكروا أن صلاة الظهر لهم يوم الجمعة رخصة فدل أن العزيمة صلاة الجمعة وينبغي أن يستثنى منه المرأة فإن صلاتها في بيتها أفضل والله سبحانه وتعالى أعلم.......(قوله، ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها كره) أي حرم قطعا، وإنما ذكر الكراهة اتباعا للقدوري مع أنه مما لا ينبغي فإنه أوقع بعض الجهلة في ضلالة من اعتقاد جواز تركها، وقد قدمنا أن من أنكر فريضتها فهو كافر بالله تعالى قال في فتح القدير لا بد من كون المراد حرم عليه ذلك وصحت؛ لأنه ترك الفرض القطعي باتفاقهم الذي هو آكد من الظهر فكيف لا يكون مرتكبا محرما غير أن الظهر تقع صحيحة اهـ.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢،ص ١٦٤،باب صلاة الجمعة)

اعتبار سے خلافِ منصوص ہے (لہٰذا یہ علت مؤثر نہ ہوگی)

اور مصر کی قید سے یہ بات معلوم ہوئی کہ گاؤں والوں کے حق میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، کیونکہ ان پر جمعہ کی نماز واجب ہے نہیں۔

اور ''فتاویٰ الولوالجی'' میں ہے کہ جن لوگوں پر، دور مقام پر ہونے کی وجہ سے، جمعہ میں حاضر ہونا واجب نہیں، وہ اپنے یہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھ لیں گے، کیونکہ ان کا یہ طرزِ عمل جمعہ میں تقلیلِ جماعت کا باعث نہیں بنتا۔

اور معذور اور مسجون کی قید کا حذف کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنا، مطلقاً مکروہ ہے، چنانچہ ''الظهيرية'' میں ہے کہ جن لوگوں کا شہر میں جمعہ فوت ہوگیا، تو وہ ظہر کی نماز کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں گے، اور نہ اذان واقامت کہیں گے، خواہ قید خانے میں ہوں، یا کہیں اور ہوں۔

اور اگر یہ زیادہ کیا جاتا، تو بہتر تھا کہ اگر معذور لوگ، انفرادی طور پر بھی امام سے پہلے ظہر کی نماز پڑھیں گے، تو بھی مکروہ ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے کہ مریض کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز کو امام کی نمازِ جمعہ سے فراغت تک مؤخر کرے، اگر وہ مؤخر نہیں کرے گا، تو مکروہ ہوگا، یہی صحیح ہے۔

اور مصنف نے قیدی کی تصریح کی ہے، باوجودیکہ یہ معذور میں داخل ہے، اور اس کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ سجن کے بارے میں بعض کا کچھ اختلاف ہے کہ وہ قید خانہ میں مظلوم کی حیثیت سے قید ہے، یا ظالم کی حیثیت سے؟

اور جماعت کی قید سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معذور کے لیے نمازِ ظہر بغیر جماعت پڑھنے کی صورت میں اذان واقامت مستحب ہے، اگرچہ جماعت مستحب نہ ہو۔

اور ظہر کی قید اس لیے لگائی کہ جمعہ کے دن، شہر میں جمعہ کے وقت، ظہر کے علاوہ

کسی اور نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ نہیں (جیسا کہ قضاء نماز کو جماعت سے پڑھنا)

اور فقہائے کرام کے ظاہرِ کلام کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر پڑھنے میں کراہتِ تحریمی مراد ہے، کیونکہ شہر میں ظہر کی جماعت حرام کا ذریعہ ہے، اور جو حرام کا ذریعہ ہو، تو وہ مکروہِ تحریمی ہوا کرتا ہے"۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] (قوله وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر) ؛ لأن المعذور، وقد يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها.

وما علل به فى الهداية أولا بقوله لما فيه من الإخلال بالجمعة إذ هى جامعة للجماعات مبنى على عدم جواز تعددها فى مصر واحد، وهو خلاف المنصوص عليه رواية ودراية.

قيد بالمصر؛ لأن الجماعة غير مكروهة فى حق أهل السواد؛ لأنه لا جمعة عليهم.

وأفاد بالكراهة أن الصلاة صحيحة لاستجماع شرائطها.

وفى فتاوى الولوالجى قوم لا يجب عليهم أن يحضروا الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر جماعة؛ لأنه لا يؤدى إلى تقليل الجماعة فى الجمعة اهـ.

فإن كانوا فى السواد فظاهر، وإن كانوا فى المصر فهى مستثناة من كلام المصنف.

ولو حذف المصنف المعذور والمسجون لكان أولى فإن أداء الظهر بجماعة مكروه يوم الجمعة مطلقا قال فى الظهيرية جماعة فاتتهم الجمعة فى المصر فإنهم يصلون الظهر بغير أذان، ولا إقامة، ولا جماعة اهـ.

وذكر الولوالجى، ولا يصلى يوم الجمعة جماعة فى مصر، ولا يؤذن، ولا يقيم فى سجن وغيره لصلاة، ولو زاد أو أداؤه منفردا قبل صلاة الإمام لكان أولى لما فى الخلاصة ويستحب للمريض أن يؤخر الصلاة إلى أن يفرغ الإمام من صلاة الجمعة وإن لم يؤخره يكره هو الصحيح اهـ.

ولعله إما لاحتمال أن يقتدى به غيره فيؤدى إلى تركها أو يعافى فيحضرها وقد اقتصر فى المجتبى على الثانى، وإنما صرح بالمسجون مع دخوله فى المعذور للاختلاف فى أهل السجن فإن فى السراج الوهاج أن المسجونين إن كانوا ظلمة قدروا على إرضاء الخصوم، وإن كانوا مظلومين أمكنهم الاستغاثة وكان عليهم حضور الجمعة .

وقيد بالجماعة لما فى التفاريق أن المعذور يصلى الظهر بأذان وإقامة وإن كان لا تستحب الجماعة.

وقيد بالظهر؛ لأن فى غيرها لا بأس أن يصلوا جماعة .

وأشار المصنف إلى أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلا الجامع لئلا يجتمع فيها جماعة كذا فى السراج الوهاج.

وظاهر كلامهم أن الكراهة فى مسألة الكتاب تحريمية؛ لأن الجماعة مؤدية إلى الحرام وما أدى إليه فهو مكروه تحريما(البحر الرائق، ج٢ص١٦٦ ، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

علامہ ابنِ نجیم نے کراہت کی جملہ تعلیلات کا ذکر نہیں کیا، بطورِ خاص، جمعہ کے ساتھ صوری معارضہ کی علت کا، اور حنفیہ کے نزدیک یہ قاعدہ مسلّمہ ہے کہ شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت، ہرحال میں مکروہ ہے، معذور کے لیے بھی، غیر معذور کے لیے بھی، جمعہ سے پہلے بھی، اور بعد میں بھی، کراہت کی صورت مرتفع نہیں ہوتی، البتہ کراہت کی شدت وخفت میں فرق واختلاف کی گنجائش ہے، علامہ ابنِ نجیم، کراہتِ تحریمی کا رجحان رکھتے ہیں۔

اور علامہ ابنِ نجیم نے ''الظھیریۃ'' کے حوالے سے جو جزئیہ ذکر کیا، وہ بھی اسی اصول کا حصہ ہے، جس کا مقصود یہ ہے کہ جمعہ کے دن، شہر میں مریض ومعذور سب کو جماعتِ ظہر مکروہ ہے، یہاں تک کہ جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوجائے، خواہ وجہ کوئی بھی ہو، ان کو بھی جماعتِ ظہر، مکروہ ہے، لہٰذا اس سے جو بعض اہلِ علم حضرات کو شبہ پیدا ہوا، جیسا کہ منسلکہ تحریر وفتوے میں ذکر ہے، وہ درست نہیں، ہم اس کے متعلق پہلے وضاحت کرآئے ہیں، اور آگے بھی آتی ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''منحۃُ الخالق'' میں صاحبِ ''البحرُ الرائق'' کے کلام کے ضمن میں فرمایا کہ:

> ''انفرادی طور پر امام سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنے کے مکروہ ہونے کا اضافہ، اس لیے نہیں کیا، تاکہ یہ شبہ نہ پڑ جائے کہ اس میں بھی کراہت پہلے (یعنی معذورین کے جماعت سے ظہر کی نماز پڑھنے) کی طرح تحریمی ہے، جبکہ خلاصہ کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اس صورت میں کراہت، تنزیہی ہے''۔انتھیٰ۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ معذورین کے لیے تو جمعہ کے دن، شہر میں ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن جمعہ کے دن معذور کے لیے جمعہ سے فراغت سے پہلے ظہر کی نماز بغیر

---

[1] (قوله: ولو حذف المصنف وقوله الآتی، ولو زاد أو أداؤه إلخ) قال فی النهر أما الحذف كما ذكر فغير محتاج إليه؛ لأنه معلوم بالأولى، وأما الزيادة فلأنها توهم أن الكراهة فيها كالتی قبلها تحريمية وظاهر الخلاصة يقتضی أنها تنزيهية (منحةُ الخالق على البحرالرائق، ج٢ص١٦٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

جماعت کے پڑھنا، مکروہ تحریمی نہیں، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، اس لیے انفراداً پڑھنے کے مسئلہ کا دوسرے مسئلے کے ساتھ اضافہ نہیں کیا، تاکہ دونوں کی کراہت ایک درجہ کی نہ سمجھ لی جائے۔

''مجمعُ الأنهر'' کا حوالہ

''مجمعُ الأنهر'' میں ہے کہ:

''معذور اور مسجون کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز، جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، خواہ امام کے جمعہ سے فارغ ہونے سے پہلے پڑھے، یا فارغ ہونے کے بعد پڑھے، اور معذور کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ اس لیے ہے، تاکہ غیر معذور کو بطریقِ اولیٰ یہ حکم شامل ہوجائے''۔انتھٰی۔ [1]

''النهرُ الفائق'' کا حوالہ

''النهرُ الفائق'' میں ہے کہ:

''معذور اور مسجون کے لیے، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد، باجماعت ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ بعض اوقات، معذور کی غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے، نیز اس میں جمعہ سے معارضہ کی ایک صورت بھی ہے، جمعہ کی جگہ، غیر جمعہ قائم کرکے''۔انتھٰی۔ [2]

---

[1] (وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر يومها) أى الجمعة سواء قبل فراغ الإمام أو بعده لما فيه من الإخلال بالجمعة لأنها جامعة للجماعات قيد بالمصر لأن الجماعة غير مكروهة فى حق أهل السواد وتخصيصها بالذكر ليس للاحتراز بل ليعلم منه الحكم فى غيرهما بالطريق الأولى كما فى الإصلاح(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱،ص ۱۷۰،باب صلاة الجمعة)

[2] (وكره) تحريمًا (للمعذور والمسجون) من عطف الخاص على العام اهتمامًا به للخلاف فيه (أداء الظهر) قبل الجمعة وبعدها (بجماعة) قيد بذلك لأن الأذان، والإقامة غير مكروهين كما فى (السراج) معزيًا إلى (جمع التفاريق) إلا أنه في (الولوالجية) قال :ولا يصلى يوم الجمعة جماعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارت میں کراہتِ تحریمی کی صراحت ہے، اور حنفیہ کے نزدیک کراہت کی جو دو بنیادی تعلیلات ہیں، ان کا بھی عمدہ انداز میں ذکر ہے، یعنی ایک تو معذورین کی غیر معذور کے اقتداء کرنے اور اس کے نتیجہ میں ترکِ جمعہ کا ذریعہ ہونا، اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ ہونا، جو جمعہ کے دن شہر میں، بہرحال ہر شخص کے جماعتِ ظہر کرنے کی صورت میں موجود ہوتا ہے ''الا فی صورۃ خاصۃ کما سیجیئ''

''الفتاویٰ الھندیۃ'' کا حوالہ

''الفتاویٰ الھندیۃ'' میں ہے کہ:

''اور مسافر، اگر جمعہ کے دن، شہر میں آجائیں، وہ ظہر کی نماز، بغیر جماعت کے تنہا پڑھیں گے، اور اسی طرح سے جب شہر والوں کا جمعہ فوت ہوجائے، اور اسی طرح قیدی اور مریض، سب ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر پڑھیں گے، اور ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، قاضی خان میں اسی طرح ہے'' ۔انتہٰی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی مصر ولا یؤذن ولا یقیم فی سجن وغیرہ لصلاۃ الجمعۃ، وھذا أولی.
(فی المصر) قید بہ لأن أھل السواد لا تکرہ الجماعۃ فی حقھم، وذلک لأنہ فی المصر ربما تطرق غیر المعذور إلی الاقتداء بھم وفیہ أیضًا صورۃ معارضۃ للجمعۃ بإقامۃ غیرھا(النھر الفائق شرح کنز الدقائق، ج ۱ ،ص ۳۶۳،باب صلاۃ الجمعۃ)

[1] ومن لا تجب علیھم الجمعۃ من أھل القری والبوادی لھم أن یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ بأذان وإقامۃ والمسافرون إذا حضروا یوم الجمعۃ فی مصر یصلون فرادی وکذلک أھل المصر إذا فاتتھم الجمعۃ وأھل السجن والمرض ویکرہ لھم الجماعۃ، کذا فی فتاوی قاضی خان وجازت بمنی فی الموسم للخلیفۃ أو لأمیر الحجاز لا لأمیر الموسم، کذا فی الوقایۃ.
سواء کان أمیر الموسم مقیما أو مسافرا إلا إذا کان مأذونا من جھۃ أمیر العراق أو أمیر مکۃ وقیل: إن کان مقیما تجوز وإن کان مسافرا لا تجوز، والصحیح الأول، ھکذا فی البدائع، ولا تجوز فی غیر ھذہ الأیام، کذا فی محیط السرخسی.
ولا جمعۃ بعرفات اتفاقا، کذا فی الکافی.
وتؤدی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ وھو قول أبی حنیفۃ ومحمد – رحمھما اللہ تعالی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’فتاویٰ قاضیخان‘‘ کا حوالہ آگے آتا ہے۔

اور مذکورہ عبارت میں صاف تصریح ہے کہ مسافر، اہلِ سجن، مریض اور جن کا جمعہ فوت ہوجائے، ان سب کو ظہر کی نماز، بغیر جماعت کے پڑھنی چاہیے، ان کو نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ پڑھنا، مکروہ ہے، اور ’’**وکذلک أهل المصر إذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن، الخ**‘‘ میں ’’**وکذلک**‘‘ کے الفاظ منسلکہ تحریر وفتوے کے اصحابِ علم حضرات کے لیے قابلِ توجہ ہیں۔

’’الفتاویٰ البزازیة‘‘ کا حوالہ

’’**الفتاویٰ البزازیة**‘‘ میں ہے کہ:

’’مریض اور مسافر اور قیدیوں کے لیے ظہر کی نماز کو امام کے جمعہ سے فراغت تک مؤخر کرنا، مستحب ہے، اور اگر مؤخر نہ کریں، تو مکروہ ہے، صحیح قول یہی ہے، اور امام کی فراغت کے بعد وہ اذان واقامت کے ساتھ (جماعت کے بغیر) ظہر کی نماز پڑھیں گے، لیکن اگر وہ ایسے مقام پر ہوں، جہاں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں، جیسا کہ گاؤں میں، تو وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں گے، دوسرے تمام دنوں کی طرح، اور شہر کے لوگوں کا جب جمعہ فوت ہوجائے، تو وہ مسافروں کی طرح ظہر کی نماز تنہا پڑھیں گے (جماعت سے نہیں پڑھیں گے)‘‘۔ انتھیٰ۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

– وهو الأصح وذكر الإمام السرخسی أنه الصحيح من مذهب أبی حنيفة – رحمه الله تعالى – وبه نأخذ، هكذا فی البحر الرائق.

إذا أصاب الناس مطر شديد يوم الجمعة فهم فی سعة من التخلف، كذا فی الخلاصة(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۴۵، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

[1] ويستحب للمريض والمسافر وأهل السجن تأخير الظهر إلى فراغ الإمام من الجمعة وإن لم يؤخره بكره فی الصحيح وبعد الفراغ يصلون بأذان وإقامة إلا أنهم إذا كانوا فی مقام لا يجوز إقامة الجمعة فيه كالرستاق صلوا الظهر بجماعة كما فی سائر الأيام *وأهل المصر إذا فاتتهم الجمعة صلوا فرادى كالمسافرين (الفتاویٰ البزازية، ج ۱ ۳٦، كتاب الصلاة)

یہ عبارت بھی اپنے مدعا میں واضح ہے۔

کیا اس قسم کی عبارات سے یہ استدلال کرنا درست قرار پا سکتا ہے کہ جن شہر کے لوگوں میں وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہوں، وہ نہ تو جمعہ پڑھیں گے، نہ ان کا جمعہ درست ہوگا، اور ان کو اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے، اور ظہر کی نماز بھی باجماعت پڑھنی چاہیے، ان کو ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ تک بھی نہیں۔

اس استدلال کی جو حیثیت ہے، وہ اہلِ علم حضرات پر مخفی نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مریض ومعذور کو شہر میں ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ ہونے میں تو خود حنفیہ کا اختلاف نہیں، البتہ بغیر جماعت کے اذان واقامت کے مستحب ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری اور غلط فہمی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

''فتاویٰ قاضیخان'' کا حوالہ

''**فتاویٰ قاضیخان**''میں ہے کہ:

''جن لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، جیسا کہ گاؤں اور جنگل کے لوگ، تو وہ جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت، اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں گے، لیکن مسافر اگر جمعہ کے دن شہر میں آجائیں، تو وہ نمازِ ظہر کو تنہا پڑھیں گے، اور اسی طرح سے شہر کے وہ لوگ، جن کا جمعہ فوت ہوجائے، اور قیدی اور مریض، ان سب کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے''۔انتھٰی۔ [1]

''**فتاویٰ قاضیخان**'' کا حوالہ، پہلے''**الفتاویٰ الھندیة** ''میں بھی گزر چکا ہے۔

معلوم ہوا کہ عندالحنفیۃ، جمعہ کے دن شہر میں کسی کے لیے اور کسی صورت میں بھی ظہر کی نماز،

---

[1] ومن لا تجب علیهم الجمعة من أهل القری والبوادی لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة بأذان وإقامة والمسافرون إذا حضروا یوم الجمعة فی مصر یصلون فرادی وکذلک أهل المصر إذ فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرضی ،یکره لهم الجماعة (فتاویٰ قاضیخان، ج ۱ ص ۱۳۹، کتاب الصلاۃ)

باجماعت کراہت سے خالی نہیں، چہ جائیکہ کراہت کی نفی کر کے، اس کو مستحب قرار دیا جائے، اوراوپر سے ان ہی عبارات سے استدلال بھی کیا جائے۔

’’اللباب فی شرحِ الکتاب‘‘ کا حوالہ

عبدالغنی دمشقی ’’اللباب فی شرحِ الکتاب‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

’’معذور لوگوں کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں جمعہ میں تقلیلِ جماعت کر کے خلل ڈالنا، اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی صورت پائی جاتی ہے۔

اوراسی طرح قیدیوں کے لیے بھی مکروہ ہے، کیونکہ اس میں بھی معارضہ کی صورت پائی جاتی ہے، اور قیدیوں کا ذکر الگ سے اس لیے کیا، تا کہ یہ وہم دور ہو جائے کہ شاید ان کے لیے مکروہ نہ ہو، کیونکہ ان کو قید سے نکلنا ممکن نہیں‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

معلوم ہوا کہ فقہائے کرام نے، معذوروں، قیدیوں، مریضوں اور جمعہ فوت ہونے والوں کا جو الگ الگ ذکر کیا، اس کی وجہ ہر شخص کے حق میں، اور ہر مجبوری کی صورت میں کراہت کے حکمِ عام کو بیان کرنا ہے۔

پھر بحالاتِ موجودہ کون سی صورت، اس حکمِ عام سے مستثنیٰ کرنے کی باقی رہ جاتی ہے، چہ جائیکہ ترقی کر کے مستحب بھی قرار دیا جائے، اور صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط پائی جانے کے باوجود، جمعہ کو غیر واجب اور غیر صحیح تک بھی قرار دے دیا جائے۔

---

[1] (ویکرہ أن یصلی المعذورون الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ) فی المصر؛ لما فیہ من الإخلال بالجمعۃ بتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ .قیدنا بالمصر لأنہ لا جمعۃ فی غیرھا فلا یفضی إلی ذلک (وکذلک أھل السجن) : أی یکرہ لھم ذلک؛ لما فیہ من صورۃ المعارضۃ .وإنما أفردہ بالذکر لما یتوھم من عدم الکراھۃ یمنعھم من الخروج(اللباب فی شرح الکتاب،لعبد الغنی الدمشقی الحنفی ،ج ۱ ،ص ۱۱۳ ،باب صلاۃ الجمعۃ)

’’الفتاویٰ التاتار خانیة‘‘ کا حوالہ

’’الفتاویٰ التاتار خانیة‘‘ میں ہے کہ:

’’مسافر، اگر جمعہ کے دن شہر میں آئیں، تو وہ ظہر کی نماز، تنہا پڑھیں گے، اور اسی طریقے سے شہر والوں سے، جب جمعہ فوت ہوجائے، اور قیدی اور بیمار لوگوں کے لیے بھی ظہر کی جماعت مکروہ ہے۔

اور’’النسفیة‘‘ میں ہے کہ اگر شہر والوں نے کسی مانع عذر کی وجہ سے، مطلقاً جمعہ کو ترک کردیا، تو اُن کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، اور اُن کے لیے ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر تنہا پڑھنا مستحب ہے، امام محمد کے کتاب الصلاۃ میں مذکور قول کے عموم کی وجہ سے۔

لیکن امام شافعی کا قول یہ ہے کہ معذورین کو ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے، تاہم اُن کو نماز باجماعت خفیہ طریقے پر پڑھنی چاہیے، تاکہ ان کو دیکھنے والے کو یہ گمان نہ ہو کہ انہوں نے امام سے اعراض کیا ہے۔

اور یہی اختلاف شہر میں موجود، مسافروں اور قیدیوں کے بارے میں بھی ہے۔

اور جو مریض جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے کی استطاعت نہ رکھے، اگر وہ ظہر کی نماز اپنے گھر میں بغیر اذان واقامت کے پڑھے، تو اس کے لیے جائز ہے، اور اذان واقامت کے ساتھ پڑھنا ہی اچھا ہے۔

اور قدوری میں ہے کہ جس سے جمعہ فوت ہوجائے، تو وہ ظہر کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھے گا، اور اسی طریقے سے قیدی اور بیمار اور غلام اور مسافر بھی، بغیر اذان واقامت کے ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

لیکن’’الفتاویٰ العتابیة‘‘ میں ہے کہ اگر یہ لوگ اذان واقامت کے ساتھ بغیر

جماعت کے ظہر کی نماز پڑھیں، تو زیادہ بہتر ہے‘‘۔انتھٰی۔ [1]

صاحبِ ہدایہ کے حوالے سے اس صورت پر کلام اور کراہت کے شدید وخفیف ہونے کے فرق کی وجہ گزر چکی ہے، جو ’’النسفیة‘‘ کے حوالے سے اوپر کی عبارت میں نقل کی گئی۔

اور آگے بھی اس کا ذکر آتا ہے، بطورِ خاص ’’ردُّ المحتار‘‘ وغیرہ کے حوالے سے۔

’’مراقی الفلاح‘‘ کا حوالہ

’’مراقی الفلاح‘‘ میں ہے کہ:

’’جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوجائے، ان کو جمعہ کے دن شہر میں اذان واقامت مکروہ ہے، جس طرح ان کو ظہر کی جماعت کرنا مکروہ ہے، قیدیوں کی طرح‘‘۔ انتھٰی۔ [2]

اور ’’مراقی الفلاح‘‘ میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

---

[1] والمسافرون اذا حضروا يوم الجمعة فى مصر، يصلون فرادىٰ، وكذا اهل المصر ، اذا فاتتهم الجمعة ،واهل السجن والمرضى، يكره لهم الجماعة.

وفى النسفية:سئل عن اهل مصر تركوا الجمعة بعذر مانع، يجوز اداء الظهر بالجماعة فى ذلک اليوم؟فقال : يكره لهم ذالک، ويستحب ان يصلوا وحدنا، لعموم قول محمد فى كتاب الصلاة.

وقال الشافعى: لايكره ،أن يصلى المعذورن الظهر بجماعة، بل ذالک افضل، ولكنهم يخفونها، حتى ان من رأهم لايظن انهم رغبوا عن الامام.

وعلى هذا الاختلاف ، المسافرون فى المصر واهل السجن.

م: والمريض الذى لايستطيع أن يشهد الجمعة اذا صلى الظهر فى بيته بغير اذان واقامة اجزأه ،وان صلاها باذان واقامة فهو حسن.

وفى القدورى: من فاتته الجمعة ، صلى الظهر بغير اذان واقامة ،وكذا اهل السجن والمرضى والعبيد والمسافرون.

وفى الفتاوىٰ العتابية : ولو صلوا باذان واقامة من غير الجماعة، كان احسن(الفتاوىٰ التاتارخانية ، ج٢ص ٧٩، ٨٠، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة ، نوع آخر من هذا الفصل فى المتفرقات، مطبوعة : ادارة القرآن ، كراتشى، الباكستان، تاريخ الطبع:1990ء)

[2] ويكرهان. أى الأذان والإقامة .لظهر يوم الجمعة فى المصر.لمن فاتتهم الجمعة كجماعتهم مثل المسجونين(مراقى الفلاح شرح نورالايضاح، ص٨٠، كتاب الصلاة، باب الاذان)

’’معذور، مثلاً مریض اور غلام اور مسافر اور قیدی کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا، مکروہ ہے۔

اور معذور کو ظہر کی انفرادی طور پر نماز کا، جمعہ سے مؤخر کرنا مستحب ہے، اور صحیح قول کے مطابق اس کو جمعہ سے پہلے، ظہر کی نماز تنہا پڑھنا بھی مکروہ ہے‘‘۔ انتھٰی۔ [1]

’’حاشیۃُ الطحطاوی علیٰ مراقی‘‘ کا حوالہ

’’حاشیۃُ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح‘‘ میں ہے کہ:

’’معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا مکروہ ہے، اور معذورین کی قید اس لیے لگائی، تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ غیر معذور کے لیے بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے، اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمعہ کی جماعت کی تقلیل کی طرف مفضی ہوتی ہے، کیونکہ بعض اوقات غیر معذور کے لیے بھی معذور کی اقتداء کا راستہ کھل جاتا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں ظہر کی نماز با جماعت کو قائم کر کے، جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے۔

جہاں تک معذور کے لیے جمعہ سے پہلے، ظہر کی نماز کے تنہا پڑھنے کے مکروہ ہونے کا تعلق ہے، تو اس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے، اور جس نے اس صورت میں کراہت کی نفی کی ہے، اس کی مراد کراہتِ تحریمی کی نفی ہے‘‘۔ انتھٰی۔ [2]

---

[1] "وكره للمعذور "كمريض ورقيق ومسافر "والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر يومها "أى الجمعة يروى ذلک عن على رضى الله عنه ويستحب له تأخير الظهر عن الجمعة فإنه يكره له صلاتها منفردا قبل الجمعة فى الصحيح(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۱۹۹، کتاب الصلاة، باب الجمعة)

[2] قوله" :أداء الظهر بجماعة "سواء كان قبل الجمعة أو بعدها وإنما قيد بالمعذور ليعلم حكم غيره بالأولى ووجه الكراهة أنها تفضى إلى تقليل جماعة الجمعة لأنه ربما تطرق غير المعذور للاقتداء بالمعذور ولأن فيه صورة المعارضة بإقامة غيرها قوله" :فى المصر "قيد به لإخراج أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن شہر میں، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، عندالحنفیۃ ہر حال میں مکروہ ہے، اور اس کی ایک بنیادی علت، حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اس طرزِ عمل میں جمعہ کی نماز کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، اور یہ علت شہر میں باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کی صورت میں بہر حال پائی جاتی ہے، خواہ دوسری علت یعنی تقلیلِ جماعت فی الجامع اور معذور کے ساتھ غیر معذور کی اقتداء وشرکت کی علت نہ پائی جائے۔

اور اگر تقلیلِ جماعت کی علت کو غور سے ملاحظہ کیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ، جن پر جمعہ واجب ہے، وہ جمعہ کے وجوب کو ترک کر بیٹھیں گے، اسی لیے دوسرے کئی محققین نے اس تعبیر کو صاف طور پر اختیار کیا، تقلیل کا ذکر ہی نہیں کیا، اور بعض نے تقلیل کا ذکر کر کے، ساتھ ہی اس کی مذکورہ وضاحت بھی کر دی، اور جن حضرات نے اس تقلیل کو جامع مسجد کے ساتھ مقید کیا، وہ تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی ہے، جو کہ اب مفتیٰ بہ نہیں۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات اس کے مطلب ہی کو نہ سمجھ سکے، اور وہ جماعتِ جمعہ میں ہی خود سے تقلیل کو معیوب سمجھ بیٹھے، اس طرح کی غلط فہمیاں، فقہائے کرام کے اصل مقصود کو نہ سمجھنے، یا جملہ عبارات پر نظر نہ کرنے سے ناشی ہوتی ہیں۔

پس بعض اہلِ علم حضرات کا پہلے جمعہ کے وجوب اور صحت کی شرائط کو نظر انداز کر کے، جمعہ کو غیر واجب اور غیر صحیح قرار دینا، اور پھر جمعہ کے بدلے میں ظہر کا حکم صادر فرمانا، اور پھر اوپر سے جماعتِ ظہر کو بھی مستحب قرار دینا، کس قدر فقہائے کرام کے مقصود اور جمعہ کے ساتھ صورتاً وقصداً معارضہ کہلایا جا سکتا ہے، یہ اہلِ علم حضرات کے لیے قابلِ ملاحظہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

السواد فإنه لا يكره لهم الجماعة لعدم الجمعة على أهلها فلا يلزم ما ذكر.

قوله" :فإنه يكره له صلاتها الخ "كذا في البحر وهذا لا ينافي ما قدمناه عنه من أن ذلك لا يكره اتفاقا فالحمل الكراهة المنفية فيما سبق على التحريمية وما هنا على التنزيهية لأنها في مقابلة المستحب أفاده السيد(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح،ص ۵۲۲،كتاب الصلاة،باب الجمعة)

’’منیۃُ المصلی‘‘ کا حوالہ

’’منیۃُ المصلی‘‘ میں ہے کہ:

معذورین اور مسجونین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کو باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، خواہ امام کے جمعہ سے فراغت سے پہلے ہو، یا بعد میں ‘‘۔انتہٰی۔ [1]

’’خلاصۃُ الفتاویٰ‘‘ کا حوالہ

’’خلاصۃُ الفتاویٰ‘‘ میں ہے کہ:

’’شہر میں موجود مریض کے لئے ظہر کی نماز کو جمعہ کی جماعت سے مؤخر کرنا مستحب ہے۔

اور امام کی فراغت کے بعد شہر میں موجود مریض اور مسافر اور قیدیوں کے لئے ظہر کی نماز کو اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھنا مکروہ ہے، یہ تمام باتیں ’’الأصل‘‘ میں موجود ہیں۔

اور ’’الاجناس‘‘ میں ہے کہ اسی طریقے سے شہر والوں کے لیے جب اُن کا جمعہ فوت ہو جائے، تو وہ شہر میں مسافروں کی طرح تنہا ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

اور امام خواہر زادہ کے نسخے میں ہے کہ مریض جب جمعہ کے لیے حاضر ہونے کی طاقت نہ رکھے، تو وہ اپنے گھر میں اذان واقامت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھے گا، اور اگر مریض ایک سے زیادہ ہوں، اور وہ جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھیں، تو ان کے لیے مکروہ ہے۔

اور اسی وجہ سے مریض اذان دے گا، اور اقامت کہے گا، کیونکہ وہ من وجہٍ گاؤں

---

[1] ویکرہ للمعذورین والمسجونین أداء الظهر بجماعة فی المصر یوم الجمعة سواء کان قبل الفراغ من الجمعة أو بعده (منیة المصلی وغنیة المبتدی، ص ۳۰۳، فصل فی صلاة الجمعة، مسائل متفرقة)

والوں کے مشابہ ہے (لیکن با جماعت ظہر نہ پڑھے گا)''۔انتھیٰ۔ [1]

''**خلاصۃُ الفتاویٰ**'' کی مذکورہ عبارت کو بغور اور مکمل ملاحظہ فرمانے سے یہ بات واضح ہے کہ عندالحنفیۃ، شہر میں موجود، ہر طرح کے لوگوں کے لیے با جماعت ظہر کی نماز مکروہ ہے، یہاں تک کہ جن پر جمعہ واجب نہیں، ان کو جمعہ کی نماز ہوچکنے کے بعد بھی مکروہ ہے۔

اور''**و کذا اهل المصر اذا فاتتهم الجمعة، الخ**'' سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کراہت کا یہ حکم پہلے سے چلا آ رہا ہے، جس پر یہ صورت بھی متفرع ہے۔

لہٰذا بعض اہلِ علم حضرات کا صرف اتنے جملہ کو لے کر غلط فہمی میں مبتلا ہونا، درست نہیں، جس کی توضیح وتفصیل ہم بار بار کر رہے ہیں۔

اسی وجہ سے جن کا جمعہ فوت ہوجائے، اور اس کی ادائیگی پر قدرت نہ رہے، خواہ اس وجہ سے کہ اذنِ حاکم نہ ہو، جبکہ اس کو شرط قرار دیا جائے، یا اس وجہ سے کہ تعددِ جمعہ کو ناجائز قرار دیا جائے، جو کہ اب غیر مفتیٰ بہ روایت ہے، اور علامہ شامی کے بقول اذنِ عام کی شرط، اسی شرط پر مبنی تھی، جب وہ مفتیٰ بہ نہ رہی، تو اذنِ عام کی کیسے مفتیٰ بہ شرط رہ جائے گی؟

یا اس وجہ سے کہ وہ چار سے کم افراد ہوں، تب بھی ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا، شہر میں جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔

پھر جن کو جمعہ کی قدرت ہو، اور ان میں جمعہ کی شرائط بھی موجود ہوں، اور وہ ادائیگیِ جمعہ پر قادر بھی ہوں، جس کی وجہ سے ان کا جمعہ فوت ہی نہ ہوا، ان کو پہلے ترکِ جمعہ کا حکم دینا، اور ان

---

[1] ویستحب للمریض ان یؤخر الصلاۃ الی ان یفرغ الامام من صلاۃ الجمعۃ، وان لم یؤخر یکرہ، ھو الصحیح.
وبعد فراغ الامام یصلی باذان واقامۃ ویکرہ لھم اداء الصلاۃ بالجماعۃ.
وکذا المسافرون فی المصر واھل السجن، الکل فی الاصل.
وفی الاجناس وکذا اھل المصر اذا فاتتھم الجمعۃ یصلون فرادیٰ کالمسافرین فی المصر.
وفی نسخۃ الامام خواھر زادہ، اذا لم یستطع المریض ان یشھد الجمعۃ، یصلی فی بیتہ باذان واقامۃ، فان کانوا جماعۃ من المریض فصلوا بجماعۃ، یکرہ.
ولھذا یؤذن المریض ویقیم لانہ یشبہ اھل السواد من وجہ(خلاصۃ الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۱۱، کتاب الصلاۃ، الفصل الثالث والعشرون فی صلاۃ الجمعۃ)

کے جمعہ کو غیر صحیح کہنا، اور پھر اس کے عوض ظہر کو تجویز کرنا، اور پھر ظہر کی جماعت کی کراہت کو مرتفع قرار دینے کی کوشش کرکے، جماعتِ ظہر کی ترغیب دینا، یہ سب کچھ ہی سخت محلِ نظر باتیں ہیں۔

پس ''خلاصۃُ الفتاویٰ'' کی مذکورہ عبارت کے ایک حصہ سے، جو مسلکہ تحری وفتوے کے اصحابِ علم حضرات کو غلط فہمی ہوئی، اسی عبارت کے سیاق وسباق اور فقہائے کرام کی دوسری عبارات سے اس کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں۔

''الدرُّ المختار'' کا حوالہ

''الدرُّ المختار'' میں ہے کہ:

> ''معذور اور قیدی اور مسافر کے لئے شہر میں جمعہ کے دن ظہر کی نماز ادا کرنا، جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد مکروہِ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں جماعت کی تقلیل اور جمعہ کے ساتھ معارضہ کی صورت (نہ کہ معارضہ کی حقیقت) پائی جاتی ہے۔
>
> جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جمعہ کے دن جامع مسجد کے علاوہ، تمام مساجد کو بند کیا جائے گا۔
>
> اور اسی طرح سے شہر میں موجود جن لوگوں سے جمعہ فوت ہوجائے، اُن کے لئے بھی اذان واقامت اور جماعت کے بغیر ظہر پڑھنے کا حکم ہے۔
>
> اور مریض کے لیے مستحب ہے کہ وہ ظہر کی نماز پڑھنے میں اتنی تاخیر کرے کہ امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہوجائے''۔انتہٰی۔[1]

''الدرُّ المختار'' کی عبارت اپنے مقصود میں واضح ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے

---

[1] (وکرہ) تحریما (لمعذور ومسجون) ومسافر (أداء ظهر بجماعة فی مصر) قبل الجمعة وبعدها لتقليل الجماعة وصورة المعارضة وأفاد أن المساجد تغلق يوم الجمعة إلا الجامع.
(وكذا أهل مصر فاتتهم الجمعة) فإنهم يصلون الظهر بغير أذان ولا إقامة ولا جماعة .ويستحب للمريض تأخيرها إلى فراغ الإمام وكره إن لم يؤخر هو الصحيح(الدرالمختار مع رد المحتار، ج۲ص۱۵۷، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

نزدیک، شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت کو کراہت سے نکال کر استحباب میں داخل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، اگرچہ مکروہ تحریمی سے، تنزیہی کی طرف تنزلی کیوں نہ اختیار کرلی جائے، کیونکہ کراہتِ تنزیہی کا ارتکاب مستحب نہیں ہوا کرتا، بلکہ اس کا ترک مستحب ہوا کرتا ہے، ورنہ اس کو مکروہ کہنے کے کیا معنیٰ؟

گزشتہ بعض عبارات کی طرح مذکورہ عبارت کے الفاظ ''**وکذا أهل مصر فاتتهم الجمعة**'' سے بھی معلوم ہوا کہ کراہت کا حکم پیچھے سے چلا آرہا ہے، جس میں کراہت کی ایک صورت یہ بھی ہے، جس میں جملہ اہلِ شہر کا جمعہ، کسی مانع سے فوت ہوگیا ہو، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کے حوالہ سے گزرا، پھر کراہت مرتفع ہونے کی کون سی صورت رہ گئی۔

بعض اوقات کسی عبارت کو سیاق وسباق سے ہٹ کر ملاحظہ کرنا، سخت غلط فہمی کا باعث بن جایا کرتا ہے۔

''حاشیۃُ الطحطاوی علی الدرالمختار'' کا حوالہ

''حاشیۃُ الطحطاوی علی الدرالمختار'' میں ہے کہ:

''تقلیلِ جماعت کی علت کا ''البحر'' اور ''النهر'' میں ذکر ہے، اور تقلیلِ جماعت اس طرح ہوتی ہے کہ بعض اوقات معذور کی، غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے مقتدی جمعہ کو ترک کر بیٹھتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جمعہ کی نماز میں تقلیل بھی لازم آتی ہے، پس دونوں عبارتوں کا مآل اور نتیجہ ایک ہی ہے۔

اور معارضہ کی صورت کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے علاوہ دوسری نماز کو، جماعت کے ساتھ قائم کرکے، جمعہ کے ساتھ معارضہ پایا جاتا ہے، جیسا کہ ''النهر'' میں ہے، اور یہ دونوں علتیں جماعتِ ظہر کے جمعہ سے پہلے، اور جمعہ کے بعد کی دونوں صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں، جمعہ سے پہلے تو اس وجہ سے کہ جمعہ کا وقت داخل

ہو چکا، اور وہ جمعہ کا وقت ہے، اور ظہر کو با جماعت ادا کرنے سے، جمعہ کی جماعت میں تقلیل ہوتی ہے، اور جمعہ کے ساتھ معارضہ بھی لازم آتا ہے، اور جمعہ کے بعد پڑھنے کی صورت میں بھی معارضہ لازم آتا ہے، کیونکہ جمعہ کے وقت میں ظہر کی نماز با جماعت کو پڑھا جا رہا ہے، اور جمعہ کی جماعت میں تقلیل بھی لازم آتی ہے، اور حلبی نے پہلی علت پر اکتفاء کیا ہے“۔ انتھٰی۔ [1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شہر میں جمعہ کے دن، امام کے جمعہ سے فراغت کے بعد، جب کچھ لوگوں کا جمعہ فوت ہو جائے، تب بھی جماعتِ ظہر میں جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ پایا جاتا ہے، خواہ کسی کا مقصد، معارضہ کا نہ ہو، اور اگر جمعہ سے بذاتِ خود معارضہ مقصود ہو، یعنی بذاتِ خود مخالفتِ جمعہ مقصود ہو، تو سخت گناہ ہوگا، جس کی فقہاء نے تصریح کی ہے۔

مذکورہ عبارت سے جمعہ کے دن ظہر کا با جماعت پڑھنا، مکروہ تحریمی بھی ثابت ہوتا ہے۔

”ردُّ المحتار“ کا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی نے ”ردُّ المحتار“ میں فرمایا کہ:

””جس طرح معذور کے لیے جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھنا، مکروہ ہے، تو غیر معذور کے لیے بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہے۔

اور ”البحر“ میں فرمایا کہ فقہاء کے ظاہرِ کلام کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

---

[1] (قوله: لتقليل الجماعة) الذى فى البحر والنهر، لان المعذور قد يقتدى به غيره، الى تركها، اهـ اى فى حق المقتدى، فيلزم تقليل الجماعة ، فمآل العبارتين واحد (قوله: وصورة المعارضة) بإقامة غيرها ، نهر، وهاتان العلتان ، تظهران فى القبلية والبعدية ، أما القبلية فان الوقت قد دخل، وهو لها ، وباداء الظهر تقل الجماعة، وتحصل المعارضة، وأماالبعدية فلان المعارضة تحصل بادائه فى وقتها، وتقل الجماعة بانتظار من رآهم الصلاة معهم، لو رآهم قبلها، وقصر الحلبى العلة الاولىٰ على القبلية (حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، ج ١ ص ٣٤٦، كتاب الصلاة، باب الجمعة، مطبوعة: المكتبةُ العربية، كوئته، الباكستان)

میں کہتا ہوں کہ قہستانی نے تو مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح کی ہے۔

تقلیلِ جماعت کی علت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات معذور کی، غیر معذور بھی اقتداء کرلیتا ہے، جو اس کے لیے جمعہ کے ترک کا باعث بن جاتا ہے، جیسا کہ ''البحر'' میں ہے، اور اسی طریقے سے جب کوئی شخص یہ جان لیتا ہے کہ جمعہ کے بعد جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی جائے گی، تو وہ بھی جمعہ ترک کردیتا ہے، تاکہ بعد میں ان کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز پڑھ لے۔

اور جہاں تک معارضہ کی صورت کی علت کا تعلق ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دن میں جمعہ کی نماز پڑھنا مسلمانوں کا شعار ہے، اور معارضہ کا قصد ایک عظیم فتنہ کا باعث ہوتا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ صورتاً معارضہ میں بھی کراہتِ تحریمی ہے، رحمتی۔

جہاں تک اِن اہلِ مصر کا تعلق ہے، جن کا (کسی مانع سے) مطلقاً جمعہ فوت ہوگیا، تو ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، بظاہر مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ اس میں تقلیل اور معارضہ کی علت نہیں پائی جاتی، جس کی تائید قہستانی میں مضمرات کے حوالے سے مذکور اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ ''یصلون وحدانا استحبابا''

اور جن کا جمعہ فوت ہوجائے، ان کے لیے اذان اور اقامت کا مکروہ ہونا اولیٰ ہے، اگرچہ وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں۔

اور جن لوگوں نے اذان واقامت کے مکروہ ہونے کی نفی کی ہے، وہ قول اولیٰ نہیں ہے۔

اور مریض اور معذور کے لیے، جمعہ کی نماز ختم ہونے سے پہلے بغیر جماعت کے تنہا نمازِ ظہر پڑھنا مکروہ ہے، اس سے مراد بھی مکروہ تنزیہی ہونا ہے، اور جن لوگوں

نے کراہت کی نفی کی ہے، وہ کراہتِ تحریمیہ کی نفی پر محمول ہے"۔انتھٰی۔ [1]

علامہ ابنِ عابدین شامی نے جمعہ کے دن شہر میں معذورین کے جماعتِ ظہر کی کراہت کی علت کی بہت عمدہ اور سہل تشریح فرمادی ہے، اور تقلیلِ جماعات کی علت کو بھی خوب کھول دیا

---

[1] (قوله لمعذور) وكذا غيره بالأولى نهر (قوله ومسجون) صرح به كالكنز وغيره مع دخوله في المعذور لرد ما قيل إنها تلزمه لأنه إن كان ظالما قدر على إرضاء خصمه وإلا أمكنه الاستغاثة اهـ قال الخير الرملي :وفي زماننا لا مغيث للمظلوم والغلبة للظالمين فمن عارضهم بحق أهلكوه (قوله تحريما) ذكر في البحر أنه ظاهر كلامهم. قلت :بل صرح به القهستاني (قوله أداء ظهر بجماعة) مفهومه أن القضاء بالجماعة غير مكروه وفي البحر وقيد بالظهر لأن في غيرها لا بأس أن يصلوا جماعة .اهـ .(قوله في مصر) بخلاف القرى لأنه لا جمعة عليهم فكان هذا اليوم في حقهم كغيره من الأيام شرح المنية .وفي المعراج عن المجتبى من لا تجب عليهم الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة .

(قوله لتقليل الجماعة) لأن المعذور قد يقتدي به غيره فيؤدي إلى تركها بحر وكذا إذا علم أنه يصلي بعدها بجماعة ربما يتركها ليصلي معه فافهم (قوله وصورة المعارضة) لأن شعار المسلمين في هذا اليوم صلاة الجمعة وقصد المعارضة لهم يؤدي إلى أمر عظيم فكان في صورتها كراهة التحريم رحمتي .

(قوله تغلق) لئلا تجتمع فيها جماعة بحر عن السراج (قوله إلا الجامع) أي الذي تقام فيه الجمعة فإن فتحه في وقت الظهر ضروري والظاهر أنه يغلق أيضا بعد إقامة الجمعة لئلا يجتمع فيه أحد بعدها، إلا أن يقال إن العادة الجارية هي اجتماع الناس في أول الوقت فيغلق ما سواه مما لا تقام فيه الجمعة ليضطروا إلى المجيء إليه وعلى هذا فيغلق غيره إلى الفراغ منها لكن لا داعي إلى فتحه بعدها فيبقى مغلوقا إلى وقت العصر ثم كل هذا مبالغة في المنع عن صلاة غير الجمعة وإظهارا لتأكدها.

(قوله وكذا أهل مصر إلخ) الظاهر أن الكراهة هنا تنزيهية لعدم التقليل والمعارضة المذكورين ويؤيده ما في القهستاني عن المضمرات يصلون وحدانا استحبابا .

(قوله بغير أذان ولا إقامة) قال في الولوالجية ولا يصلي يوم الجمعة جماعة بمصر ولا يؤذن ولا يقيم في سجن وغيره لصلاة الظهر اهـ قال في النهر :وهذا أولى مما في السراج معزيا إلى جمع التفاريق من أن الأذان والإقامة غير مكروهين (قوله :ويستحب للمريض) عبارة القهستاني المعذور وهي أعم (قوله وكره) ظاهر قوله يستحب أن الكراهة تنزيهية نهر وعليه فما في شرح الدرر للشيخ إسماعيل عن المحيط من عدم الكراهة اتفاقا محمول على نفي التحريمية(رد المحتار، ج٢ص١٥٧، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا شخص جس پر جمعہ واجب ہے، وہ بھی معذور کی اقتداء کرلیتا ہے، اوراس کے نتیجے میں جمعہ کے اصل واجب کو چھوڑ بیٹھنا ہے۔

جہاں تک جامع مسجد میں تقلیل کی علت کا تعلق ہے، اس کے بارے میں بار بار گزر چکا کہ وہ شہر میں تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کی روایت پر مبنی ہے، اوراب جبکہ مفتیٰ بہ اور مختار قول جواز کا ہے، تو اس صورت میں وہ علت بھی مؤثر نہیں رہی، بقیہ علتیں ہی مؤثر رہیں، جن میں سے ایک تو یہی ہے، جو گزری، اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی ہے۔

یہاں سے ان اہلِ علم حضرات کی غلط فہمی بھی دور ہوگئی، جو اس طرح کی عبارات میں مذکور تقلیل کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ کسی جگہ جمعہ کی جماعت میں مجمع کا کم ہونا ہی مکروہ ہے، حالانکہ جب تعددِ جمعہ کا جواز راجح اور مفتیٰ بہ ہے، تو پھر اس فتوے کے لیے تقلیلِ جماعت لازم ہے، لیکن متعدد مقامات پر جگہ جگہ اپنی شرائط کے مطابق جمع ہونا، دوسری جہت سے تکثیر کا باعث ہے، اور بڑے شہروں میں اور دین سے لاپرواہی کے موجودہ دور میں کم از کم مقامات پر جمعہ ہونا ہی دراصل، تقلیل کا باعث ہے کہ لوگ دوری کی وجہ سے جمعہ ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

پس مذکورہ امور کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینا ضروری ہے۔

باقی فی نفسہٖ مجمع کے زیادہ ہونے کی فضیلت کے ہم بھی منکر نہیں، جیسا کہ مفصلاً آگے آتا ہے۔

صورتاً معارضہ کی وجہ سے کراہتِ تحریمی ہونے کا ذکر پیچھے علامہ طحطاوی کے حوالے سے بھی گزر چکا ہے۔

اورعلامہ شامی کے''رحمتی'' کے الفاظ سے''حاشیة الرحمتی علی الدر المختار''مراد ہے، جو مصطفیٰ بن محمد دمشقی (المتوفیٰ:1205ھ) کی تالیف ہے، جو''الرحمتی''اور ''الایوبی''کے نام سے معروف ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ مریض ومعذور حضرات کے لیے، شہر میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنا، حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں تقلیلِ جمعہ اور صورتاً جمعہ کی نماز کے ساتھ معارضہ پایا جاتا ہے۔

اگر اہلِ شہر کا جمعہ، کسی مانع سے فوت ہوجائے، اور ان کو جمعہ پڑھنا ممکن نہ رہے، علامہ شامی نے، ان کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے مکروہ تنزیہی ہونے کو ترجیح دی ہے، کیونکہ علامہ ابنِ عابدین کے بقول اس میں مذکورہ دونوں علتیں نہیں پائی جاتیں ، یعنی نہ تو تقلیلِ جماعت کی، اور نہ جمعہ سے صوری معارضہ کی۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے تمام معذورین کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت، پڑھنے کو تو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، اور اس میں تقلیل فی الجمعۃ ،یعنی بعض لوگوں کے جمعہ سے رہ جانے کا ذریعہ ہونے، اور جمعہ کی نماز باجماعت کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت کو مؤثر مانتے ہیں، لیکن اگر جملہ اہلِ شہر کا کسی مانع سے جمعہ فوت ہوجائے، تو ان کے حق میں مذکورہ دونوں علتوں کو مؤثر نہ مان کر بھی مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کی یہ تقسیم وتفریق، صاحبِ ہدایہ کے ''التجنیس''میں مذکور قول کے موافق ہے، کیونکہ جب تمام اہلِ شہر کا جمعہ کسی مانع سے فوت ہوگیا، مثلاً سخت بارش، طوفان، سیلاب، زلزلہ، یا دشمنوں کے حملہ وغیرہ کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ سلطان، یا اس کا نائب کسی عارض سے حاضر نہ ہوسکا، نہ اس نے اجازت دی، جب اس کو شرط قرار دیا جائے، جیسا کہ پہلے ایسا تھا، تو چونکہ یہاں شہر میں مطلقاً جمعہ ہوا ہی نہیں، اس لیے نہ جمعہ میں تقلیل کا تصور ہے، اور نہ جمعہ سے معارضہ کا تصور ہے، لیکن امام محمد کے اطلاق کے خلاف ہے۔

برخلاف اس کے کہ شہر میں فی الجملہ جمعہ ہوا، اور کچھ کا فوت ہوگیا، کیونکہ جمعہ کے فوت ہونے کے بعد بھی، ان کی حیثیت جمعہ سے معذور ہونے والوں کی طرح سے ہوجاتی ہے، لہٰذا علتِ

مؤثرہ کی وجہ سے، ان کا حکم، تحریمی کا ہی رہا۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کسی مانع سے تمام اہلِ شہر، جمعہ سے رہ گئے، تو جب ان کو بھی جماعتِ ظہر مکروہ تنزیہی ہے، تو جن پر جمعہ پہلے واجب تھا، اور بعد میں فوت ہوگیا، ان کے حق میں جماعتِ ظہر مکروہ تحریمی ہوگی۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ، اہلِ شہر کے جن مفوتینِ جمعہ کے حق میں کراہتِ تنزیہی کو ترجیح دے رہے ہیں، اس سے مراد وہ جملہ اہلِ شہر ہیں، جو کسی عذر کے باعث سرے سے جمعہ پڑھ ہی نہ سکے ہوں، اسی بات کی تصریح صاحبِ ہدایہ نے ''التجنیس'' میں فرمائی ہے، جس کے ضمن میں ہماری معروضات گزر چکی ہیں، اور اسی صورت کو قہستانی نے ''المضمرات'' کے حوالہ سے، اور خود صاحبُ ''المضمرات'' نے مکروہ تنزیہی کہا ہے، جیسا کہ آگے صراحتاً آتا ہے۔

اس تفصیل کے مطابق علامہ شامی کے مذکورہ کلام پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

لہٰذا علامہ شامی کے مذکورہ کلام سے ان لوگوں کے حق میں کراہتِ تنزیہی کا حکم ثابت نہ ہوگا کہ جہاں شہر میں جمعہ قائم ہوا ہو، یا قائم ہو رہا ہو، کیونکہ وہاں جمعہ کے معارضہ کی صورت سے کوئی مفر نہیں، البتہ معذورین کے حق میں کراہتِ تنزیہی کو ایک مستقل قول قرار دینے کی کسی قدر گنجائش موجود ہے، جیسا کہ آگے ملا علی قاری کے حوالے سے آتا ہے۔

پس علامہ شامی کی اس عبارت سے بعض اہلِ علم حضرات جو یہ استدلال فرما رہے ہیں کہ شہر میں جمعہ قائم ہونے کی صورت میں جماعتِ ظہر کرنے میں کراہتِ تنزیہی ہوتی ہے، اور وہ بھی بحالاتِ موجودہ نہیں پائی جاتی، اور اس کے برعکس استحباب کی گنجائش پائی جاتی ہے، یہ سب باتیں مخدوش معلوم ہوئیں، چہ جائیکہ وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہوتے ہوئے جمعہ کو ساقط اور اس سے بڑھ کر غیر درست قرار دیا جائے۔

’’شرحُ النقایۃ لملا علی القاری‘‘ کا حوالہ

ملا علی قاری کی ’’شرحُ النقایۃ‘‘ میں ہے کہ:

’’شہر میں معذور وغیرہ کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز، با جماعت پڑھنا، مکروہ ہے، خواہ وہ جمعہ سے پہلے پڑھیں، یا جمعہ کے بعد پڑھیں، کیونکہ اس میں بعض غیر معذوروں کے شریک ہونے کے باعث، جمعہ کی جماعت میں تقلیل اور معارضہ پایا جاتا ہے، جو کہ مخالفت کے طریقے پر نہ ہو، لیکن صرف یہ طرزِ عمل کراہتِ تنزیہی سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتا، اس میں امام مالک اور امام شافعی کا اختلاف ہے کہ انہوں نے اِن معذور لوگوں کے ظہر کے مخاطَب ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے، اور فرائض میں جماعت کے سنت ہونے پر نظر کرتے ہوئے، جماعت کو مکروہ قرار نہیں دیا، لیکن ہمارا مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور شہر میں غیر معذور کے لیے جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں ایک متفق علیہ فرضِ قطعی کا ترک کرنا پایا جاتا ہے، جو کہ ظہر سے زیادہ مؤکد ہے، جب کہ امام مالک اور امام شافعی اور امام زفر، اس صورت میں ظہر کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں‘‘۔انتہیٰ۔ [1]

---

[1] (وكره فى المصر) أى دون القرية والمفازة ، لأنهم ليس عليهم شهود الجمعة، فكان هذااليوم فى حقهم كسائر الأيام .كذا فى المبسوط .وهذا القدر لا يدل على أكثر من كراهة التنزيه (ظهر المعذور وغيره) كمن فاتته الجمعة لمانع، (بجماعة) سواء صلوا قبل الجمعة، أو بعدها .لأن فى ذلک تقليل جماعة الجمعة .والمعارضة (لا) على وجه المخالفة، خلافا لمالک والشافعى، حيث نظرا إلى كونهم مخاطبين بالظهر دونها، وكون الجماعة سنة فى الفرائض، ومذهبنا مروى عن على رضى الله عنه.

(و كره فى المصر (ظهر غير المعذور قبل الجمعة) والمراد بالكراهة هنا الحرمة، لأنه ترک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ملاعلی قاری کا رجحان اس طرف ہے کہ معذورین کے لیے شہر میں جمعہ کے دن جماعتِ ظہر، مکروہ تنزیہی ہے، اور وہ معارضہ کی علت کو معذورین کے حق میں کراہتِ تحریمی کا باعث نہیں مانتے، جس کی دوسری وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ جمہور کا اختلاف بھی ہے۔

اس حیثیت سے معذورین کے حق میں شہر کے اندر، باجماعت ظہر ادا کرنے کے مکروہ تنزیہی ہونے کا قول بھی حنفیہ میں نکل آیا، اور ساتھ ہی دلائل سے کوئی اس کو راجح قرار دے، اس کی بھی گنجائش نکل آئی، لیکن کراہتِ تنزیہی کے مرتفع ہونے کی عندالحنفیۃ کوئی صورت، تاحال ہمارے علم میں نہیں، یہاں تک کہ جب جملہ اہلِ شہر کسی مانع وعذر کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکیں، اس صورت میں بھی ظہر کی جماعت کے مکروہ تنزیہی ہونے کی تصریح حنفیہ سے دستیاب ہے، جو کہ اہلِ شہر کے اجتماعی طور پر معذور ہونے کی انتہائی صورت ہے، جب اس میں بھی کراہتِ تنزیہی مرتفع نہیں ہوتی، تو پھر کون سی صورت اس کے ارتفاع اور اس سے بڑھ کر استحباب کی نکالی جاسکتی ہے، البتہ غیر حنفیہ کا معاملہ جدا ہے، جو مذکورہ ومنسلکہ تحریر وفتوے میں زیرِ بحث ہے ہی نہیں۔

''غمز عیونُ البصائر'' کا حوالہ

علامہ حموی ''غمز عیونُ البصائر'' میں فرماتے ہیں کہ:

''علامہ قہستانی کی شرح میں ہے کہ وہ معذور، جس پر جمعہ کی سعی واجب نہیں ہے،

﴾ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴿

الفرض القطعي باتفاقهم الذى هو أوكد من الظهر، فكيف لا يكون مرتكبا محرما؟ غير أن الظهر تقع صحيحة، وإن كان مأمورا بالإعراض عنها .وإنما لم يبطل ظهره عندنا لما مر من أن فرض الوقت هو الظهر وقد أتى به، والجمعة بدل عنه، لتوقفها على شرائط لا تتم بالمصلى وحده. والتكليف يعتمد على الوسع .وحكم مالك والشافعي وزفر ببطلانها بناء على تعيين الجمعة فرض الوقت عندهم، فلا يصح ظهره لأن الجمعة هى الأصل المأمور بها، ولا يصح غير الأصل مع القدرة عليه (شرح النقاية لعلى بن سلطان محمد القارى الحنفى، ج ا ، ص ۴۹۳، و ۴۹۴، شروط أداء الجمعة)

جیسا کہ مریض اور مسافر اور غلام، اور غیر معذور، جس پر جمعہ کی سعی واجب ہے،سب کے لیے، جمعہ کے دن ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن (امام محمد کی''الاصــــل'' کا) اطلاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب شہر میں سِرے سے جمعہ کو کسی مانع کی وجہ سے ترک کردیا جائے (مثلاً تیز بارش، سیلاب وغیرہ کی وجہ سے) تو ظہر کی نماز، باجماعت مکروہ نہیں (یعنی مکروہِ تحریمی نہیں) چنانچہ''الـمضمرات''میں ہے کہ ایسی صورت میں اہلِ مصر کے لیے تنہا ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے''۔انتھٰی۔ [1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ کسی شہر میں نمازِ جمعہ کسی مانع کی وجہ سے مطلقاً ترک ہوجائے،جس کی مکمل وضاحت صاحبِ ہدایہ نے''التـجنیـس''میں فرمادی ہے،اور مکروہ تنزیہی ہونے کی وجہ بھی بیان فرمادی،اور''الـنسفیة''میں بھی اس کا ذکر ہے،اور علامہ شامی نے بھی اس کے مکروہ تحریمی ہونے کی علتیں نہ پائے جانے کی تصریح فرمادی ہے۔

اسی مخصوص صورت کو مکروہ تنزیہی کہا گیا ہے،کیونکہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی،لیکن امام محمد کے اطلاق کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

البتہ ملا علی قاری وغیرہ نے جملہ معذورین کے حق میں مکروہ تنزیہی ہونے کو ترجیح دی ہے،جیسا کہ گزرا۔

علامہ قہستانی اور''المضمرات'' کا حوالہ آگے آتا ہے،جس میں اسی مذکورہ مخصوص صورت

---

[1] (مسألة) إن قيل أى فريضة لا تصح صلاتها جماعة فالجواب أنها النظر لمن فاتته الجمعة وهو مقيم بالمصر كذا فى الذخائر الأشرفية.

أقول فيه نظر لما فى النقاية وشرحها للعلامة القهستانى حيث قال: وكره يوم الجمعة كراهة تحريم فى المصر ظهر المعذور الذى لا يجب عليه السعى جماعة كالمريض والمسافر والعبد وغير المعذور وهو الذى عليه السعى ثم قال والإطلاق مشيرا إلى أنه لا تكره الجماعة إذا ترك الجمعة لمانع لكن فى المضمرات أنهم يصلون وحدانا استحبابا (غمز عيون البصائر فى شرح الأشباه والنظائر، ج۴، ص ۱۷۴، كتاب الصلاة)

کا حکم مذکور ہے، اس لئے اس مخصوص صورت میں جن حضرات نے کراہت کی نفی کی ہے، اس سے کراہتِ تحریمی کی نفی مراد ہے، اور جنھوں نے کراہت کی تصریح کی، ان کی مراد، کراہتِ تنزیہی ہے، جس کی تصریح ''یصلون وحدانا استحبابا'' کے الفاظ میں ہے۔

اور پہلے گزر چکا ہے کہ بعض اوقات، کراہت کے اثبات سے کراہتِ تنزیہی مراد ہوا کرتی ہے، اور کراہت کی نفی سے کراہتِ تحریمی کی نفی مراد ہوا کرتی ہے، اور استحباب یا اولیٰ کی خلاف ورزی بھی اسی میں لازم آیا کرتی ہے، اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہوا کرتا۔

پس جب اس تنزلی والی صورت میں بھی کراہتِ تنزیہی مرتفع نہیں ہوتی، تو بحالاتِ موجودہ جماعتِ ظہر میں استحباب کس طرح ثابت ہوگا، جبکہ شہر میں جگہ جگہ جمعہ قائم ہے، چہ جائیکہ جمعہ کی فرضیت کو ساقط اور صحت کی بھی نفی کی جائے۔

''قهستانی'' کا حوالہ

شمس الدین محمد خراسانی قہستانی نے ''جامعُ الرموز شرح النقایة'' میں فرمایا کہ:

''جمعہ کے دن شہر میں معذور اور غیر معذور دونوں کے لیے، ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ (یعنی مریض کی اذان واقامت) مریض کی طرف سے حسن ہے، جیسا کہ ''الکافی'' میں ہے۔

اور اطلاق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ معذور، ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ انفرادی طور پر پڑھے گا۔

لیکن ''مختصر القدوری'' میں ہے کہ وہ اذان واقامت کے بغیر پڑھے گا، جیسا کہ ''المحیط'' میں ہے۔

اور اطلاق اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جب کسی مانع (مثلاً تیز بارش، آندھی، طوفان وغیرہ) کی وجہ سے جمعہ کو اصل سے ہی ترک کر دیا جائے، پھر بھی

ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔

لیکن ''المضمرات'' میں ہے کہ ان کو تنہا بغیر جماعت کے، ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور شیخین کے نزدیک غیر معذور کو جمعہ کی نماز ادا ہونے سے پہلے، ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور معذور کو مکروہ نہیں، لیکن اس کو بھی امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک مؤخر کرنا، مستحب ہے، جیسا کہ ''المحیط'' میں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اتنا انتظار کرنا مستحب ہے کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوسکتا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے حق میں تعجیل اور تاخیر برابر ہے، لیکن پہلا قول زیادہ راجح ہے (جس کے مطابق امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک مؤخر کرنا مستحب ہے) جیسا کہ ''التمرتاشی'' میں ہے''۔ انتہٰی۔ [1]

معلوم ہوا کہ ''المضمرات'' میں ان اہلِ شہر کے جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز پڑھنے کو

---

[1] (وكره) يوم الجمعة كراهة تحريم (فى المصر) لافى القرى اذ هذا اليوم فى حقهم كسائر الايام كما فى المحيط (ظهر المعذور) الذى لايجب عليه السعى كالمريض والمسافر والعبد (وغيره) الذى عليه السعى (جماعة)

وعن محمد رحمه الله انها حسنة من المريض كما في الكافي.

والاطلاق مشير الى ان المعذور. يصلى الظهر منفرداً باذان واقامة .

لكن فى القدورى انه يصلى بغيرهما كما فى المحيط.

والى انه يكره الجماعة اذا ترك الجمعة لمانع .

لكن فى المضمرات انهم يصلون وحدانا استحبابا.

(و) كره وجاز عند الشيخين ولم يجز عند محمد رحمه الله على اختلاف الاصلين (ظهر غير المعذور قبل) اداء (الجمعة) فلايكره ظهر المعذور قبلها الا انه يستحب له التاخير الى ان يفرغ الامام من الجمعة كما فى المحيط وقيل الى ان يعلم انها لايدرك وقيل التعجيل والتاخير سواء والاول اشبه كما فى التمرتاشى (جامع الرموز شرح النقاية ، فصل شرط لوجوب الجمعة، صفحه ١٤٩ ،مطبوعة: كتب خانه آصفيه، سركار على حيدرآباد دكن، الهند)

مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا ہے، جو کسی عذر کی وجہ سے جمعہ مطلقاً، اصلاً اور سِرے سے ہی نہ پڑھ سکیں، لہٰذا اس سے ان لوگوں کے حق میں جماعتِ ظہر کے کراہتِ تنزیہی کو سمجھنا درست نہ ہوگا، جہاں جمعہ پڑھا جارہا ہو، اور پھر کچھ کا کسی عذر سے یا بغیر عذر کے جمعہ چھوٹ گیا ہو، کیونکہ وہاں معارضہ کی صورت موجود ہے، برخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں اگر چہ معارضہ کی صورت نہیں، لیکن امام محمد کے عموم کے پیشِ نظر کراہتِ تنزیہی سے نزول نہیں کیا گیا، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ کی ''التجنیس'' کے ضمن میں گزرا۔

اور علامہ شامی کی طرف سے کراہت کی علتیں نہ ہونے کے باوجود مکروہ تنزیہی ہونے کی مزید وضاحت بھی پہلے گزری۔

''مختصرُ الکافی'' کا حوالہ

یہ ملحوظ رہے کہ علامہ قہستانی نے ''الکافی'' کے حوالے سے، جو امام محمد کی طرف سے، حسن ہونے کا قول نقل کیا ہے، وہ ظہر کی نماز باجماعت سے متعلق نہیں ہے، بلکہ انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی صورت میں صرف اذان واقامت سے متعلق ہے۔

چنانچہ حاکم شہید ''مختصرُ الکافی'' میں فرماتے ہیں:

مریض لا یستطیع أن یشھد الجمعة ، فصلی الظھر فی بیته بأذان وإقامة ، قال ھو حسن.

ومن صلی الظھر لمرض او سفر او لغیر عذر ، ثم صلی الجمعة مع الامام ، فالجمعة ھی الفریضة (الکافی فی الفروع، الجزء الاول، کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة ، مخطوطة ، المکتبة الازھریة)

ترجمہ: جو مریض جمعہ میں حاضر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا، پھر وہ اپنے گھر میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھے، تو امام محمد نے فرمایا کہ یہ اچھا عمل ہے۔

اور جو شخص مرض یا سفر یا کسی عذر کے بغیر، ظہر کی نماز پڑھ لے، پھر وہ امام کے ساتھ جمعہ پڑھے، تو اس کا فریضہ جمعہ ہی کہلائے گا (مختصرُ الکافی)

پس امام حاکم نے خود ''الکافی'' میں جس چیز کے حسن ہونے کی تصریح فرمادی، تو ''الکافی'' کے حوالہ سے جس نے حسن کہا، اس سے اسی چیز کا حسن ہونا مراد و متعین ہوگا۔

''جامعُ المضمرات'' کا حوالہ

یوسف بن عمر بن یوسف کادوری (المتوفیٰ: 832ھ) قدوری کی شرح ''جامع المضمرات'' میں فرماتے ہیں:

''معذور کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے، اور اسی طریقے سے قیدیوں کو بھی۔

''النسفیة'' میں ہے کہ اگر شہر والوں نے کسی مانع عذر کی وجہ سے مطلقاً جمعہ کو ترک کردیا، تو اُن کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، مکروہ ہے، اور اُن کے لیے ظہر کی نماز، جماعت کے بغیر تنہا پڑھنا مستحب ہے (کیونکہ اس صورت میں کراہت کی علتیں تو نہیں پائی جاتیں، البتہ) امام محمد کے کتاب الصلاۃ میں مذکور قول کے عموم کی وجہ سے (یہ بھی مکروہِ تنزیہی، یا خلافِ استحباب ہے)

اور قیدیوں اور غیر قیدیوں کے لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] قولہ: ویکرہ ان یصلی المعذور الظهر فی جماعة یوم الجمعة، وکذلک اهل السجن، فی النسفیة: سئل عن مصر ترکوا الجمعة بعذر مانع، یجوز اداء الظهر بالجمعة فی ذلک الیوم؟ فقال یکرہ ذلک، ویستحب لهم ان یصلوا وحدانا، لعموم قول محمد رحمه الله فی کتاب الصلاۃ: ویکرہ لاهل السجن وغیر اهل السجن ان یصلو الظهر بجماعة یوم الجمعة (جامع المضمرات والمشکلات فی شرح مختصر الامام القدوری، ج۲، ص۱۲۸، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

مذکورہ عبارت سے ''المضمرات'' کے بار بار آنے والے حوالہ جات کا مسئلہ بھی صاف ہوگیا کہ انہوں نے ''النسفیة'' کے حوالہ سے یہ بات ذکر فرمائی ہے۔

''الفتاویٰ التاتار خانیة'' کے حوالے سے بھی ''النسفیة '' کی یہ عبارت گزر چکی ہے، اوراس سے پہلے ''التجنیس '' کے حوالے سے بھی اس کی تصریح اوراس کے ضمن میں ہماری کچھ توضیح گزر چکی ہے، اور علامہ شامی کی طرف سے کراہت کی علتیں نہ پائے جانے کی تصریح بھی گزر چکی ہے۔

جس سے یہ بات اب تقریباً صاف ہوگئی کہ جس صورت کو ان حضراتِ گرامی کی طرف سے مکروہ تنزیہی قرار دیا جارہا ہے، اس سے یہی خاص صورت مراد ہے، جس میں جمعہ سے معارضہ کی علت بھی نہیں پائی جاتی، اور کوئی دوسری علت بھی نہیں پائی جاتی، البتہ امام محمد کے اطلاق کی مخالفت پائی جاتی ہے، جیسا کہ علامہ شامی اور صاحبِ ہدایہ فرما چکے ہیں۔

پس مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک، جمعہ کے دن شہر میں، اس دن کے ظہر کی نماز باجماعت، ہرایک کے لیے مکروہ ہے، اس کراہت سے، کوئی فرد، اور کوئی جنسِ فرد، مستثنیٰ نہیں، یہاں تک کہ اگر تمام شہر کے لوگ کسی مانع سے مطلقاً جمعہ نہ پڑھ سکیں، تب بھی کراہتِ تنزیہی عندالحنفیہ موجود رہتی ہے۔

پس مخصوص حالات میں جب شہر میں فی الجملہ، بلکہ جگہ جگہ جمعہ قائم ہے، وہاں شہر کے اکثر لوگوں کو اپنے طور پر پہلے جمعہ سے معذور قرار دینا، پھر صحتِ جمعہ کی نفی کرنا، جبکہ ان کے اندر وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہیں، اور پھر ان کو معذور قرار دے کر کراہتِ جماعتِ ظہر سے مستثنیٰ کرنا، اور پھر جماعتِ ظہر کو مستحب قرار دینا، کیسے درست ہوسکتا ہے؟

اور جب فقہائے کرام خود ہی معذور لوگوں کی تصریح کرکے، کراہت کا حکم لگا چکے ہوں، اور ان میں مریض، مسافر، غلام، قیدی، وغیرہ سب طرح کے لوگوں کی تصریح فرما چکے ہوں، اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد بھی کراہت کی تصریح فرما چکے ہوں، ان تمام تصریحات کو نظر

انداز کرنے کی کیونکر گنجائش ہوسکتی ہے؟

ایسی صورت میں بعض تعلیلات پر نظر کر کے، دوسری تعلیلات کو نظر انداز کرنے، اور بالخصوص علامہ شامی کے بقول تعلیلات نہ ہوتے ہوئے بھی کراہتِ تنزیہی کی تصریح کو نظر انداز کرنے کی کیسے گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

صاحبِ ہدایہ اور علامہ شامی وغیرہ کے حوالے سے تو انتہائی مخصوص صورت میں، مثلاً تمام شہر کے لوگ کسی مانع کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکے ہوں، اور تقلیلِ جمعہ اور جمعہ سے معارضہ کی بظاہر کوئی صورت نہ بھی ہو، امام محمد کے اطلاق کے پیشِ نظر مکروہ تنزیہی اور جماعتِ ظہر کے غیر مستحب ہونے کی تصریح واضح ہوچکی ہے، اس کے باوجود کیا پھر بھی، جبکہ شہر میں جمعہ ہونے کی وجہ سے صورتِ معارضہ موجود ہو، کراہت کو متبدل بالاستحباب قرار دینے کی کوئی گنجائش موجود ہوسکتی ہے؟ اس پر بہت زیادہ تدبر کرنے کی ضرورت ہے۔

حاصل یہ کہ شہر کے اندر موجود ان لوگوں کے لیے، جن کا جمعہ فوت نہیں ہوا، اور ان میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور ان کو جمعہ ادا کرنے پر قدرت بھی حاصل ہے، ان کے لیے جماعتِ ظہر تو درکنار، ظہر پڑھنا ہی سخت مکروہ اور حرام ہے، اور معذور حضرات وافراد کے لیے بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، کراہتِ تنزیہی سے کم نہیں، حنفیہ کا اس سلسلے میں مکروہ تحریمی ہونے کا قول ہی معروف ومشہور اور جمہور حنفیہ کا ہے، جس کو اکثر حضراتِ حنفیہ نے ترجیح دی ہے، اور مکروہ تنزیہی کا قول معروف نہیں۔

’’احسنُ الفتاویٰ‘‘ کا حوالہ

چنانچہ ’’احسنُ الفتاویٰ‘‘ میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے، جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

مصر میں معذورین کے لیے نمازِ ظہر کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، اس لیے وہ منفرداً نماز پڑھیں، اور حالتِ انفراد میں بھی اذان واقامت نہ کہیں۔

قال العلائی رحمه الله تعالیٰ: وکره تحریما لمعذور ومسجون ومسافر، اداء بظهر بجماعة فی مصر ، قبل الجمعة وبعدها، لتقلیل الجماعة، وصورة المعارضة (ردالمحتار، ج ۱ ص ۷۶۶)

فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ، ج۴ص۱۴۰، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ والعیدین، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع یاز دہم: ۱۴۲۵ھ)

اور حنفی فقہائے کرام نے جن عِلَل پر نظر کرتے ہوئے ، معذورین کے لیے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو مکروہ قرار دیا تھا، تعددِ جمعہ کے جواز اور مفتیٰ بہ و معمول بہ ہونے کے بعد، ایک تو غیر معذورین کے معذورین کے ساتھ شریک ہوکر غیر معذورین کے جمعہ سے محروم ہونے ،اور دوسرے جمعہ کے ساتھ صورتاً معارضہ کی علت زیادہ اہمیت کی حامل ہے،اور جامع مسجد یا مقامِ واحد میں تقلیلِ جماعت کی علت مفتیٰ بہ قول کی رُو سے مؤثر نہیں۔

اسی وجہ سے بعض جبالِ حنفیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ جمعہ کے دن غیر معذورین کے لیے تو دو چیزوں کا حکم ہے، ایک تو جمعہ کی نماز کو قائم کرنے کا، دوسرے ظہر کی جماعت کو ترک کرنے کا، اور معذورین ایک حکم کے مکلّف پھر بھی رہتے ہیں، اور وہ جماعت کے مخاطب نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر موجودہ حالات کے بعد عام دِنوں میں کچھ معذور لوگ ، جن کو جمعہ میں شرکت سے عذر ہو، وہ اگر ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں، اور مذکورہ اہلِ علم حضرات کے موجودہ حالات میں بیان کردہ عذر کو دلیل میں پیش کریں، تو شاید یہ اہلِ علم حضرات بھی اس وقت اُن معذورین کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو ہرگز افضل قرار دینے پر آمادہ نہ ہوں۔

اس موقع پر علامہ شامی کی یہ عبارت ملاحظہ کرنا بھی ضروری ہے کہ:

قلت :وينبغي أن يكون محل النزاع ما إذا كانت لا تقام إلا في محل واحد، أما لو تعددت فلا لأنه لا يتحقق التفويت كما أفاده التعليل تأمل(رد المحتار ،ج۲،ص ۱۵۲ ،کتاب الصلاة، باب الجمعة)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اذنِ عام کامحلِ نزاع ہونا،اس صورت میں مناسب ہے، جبکہ جمعہ ایک ہی مقام پر قائم کیا جاتا ہو،لیکن جب متعدد مقامات پر قائم کیا جاتا ہو، پھر یہ شرط نہیں، کیونکہ اس صورت میں ''تفویت'' متحقق نہیں ہوتی،جیسا کہ اس کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے،اس پر غور کرلینا چاہیے(رد المحتار)

علامہ شامی کی مذکورہ بالاعبارت میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب شہر کے مختلف مقامات پر جمعہ ہو،تو ''تفویت'' متحقق نہیں ہوتی۔

اس لیے جب جمعہ کا فوت ہونا، مذکورہ صورت میں متحقق نہیں ہوتا،تو اذنِ عام کی شرط کے بغیر بھی،دیگر شرائط کے ساتھ،متعدد مقامات پر جمعہ جائز یاواجب ہوگا۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کے اسی قول کے مطابق ''فتاویٰ دارالعلوم دیوبند'' میں بھی درجِ ذیل فتویٰ ہے:

چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ایک سوال وجواب کےاوپر مندرجہ ذیل سرخی قائم ہے:

''بارش کےزمانہ میں، جمعہ کی نماز، باجماعت،گھر میں پڑھ سکتا ہے''

پھراس سرخی کے ذیل میں درجِ ذیل سوال وجواب فارسی زبان میں ہے،جس کا ہم نے آخر میں بزبانِ اردو،ترجمہ بھی کردیا ہے۔

سوال: درایام باراں بوجہ کثرتِ بارش وآبِ فراواں راہ چلیدن از حد بیکراں دشوار گزار می شود مسجد ہم قدرے از مسکن دوراست ناداراں ہنگام ادائے صلوٰۃ جمعہ راشرعاً چہ حکم دارد۔ آیا داراں ہنگام تکلیف مالانہایۃ کشیدہ برائے صلوٰۃ جمعہ بمسجد رفتن ضرور باشدیا تادی صلوٰہ بمکان کافی کندیانہ۔

الجواب: تعددصلوٰۃ جمعہ علی القول مفتی بہ صحیح است پس اگر بعذر مطر رفتن بمسجد جامع دشوار باشد بجائے دیگر نماز جمعہ گزاردن بجماعت مشروعہ (وآں سہ مرد است علاوہ امام۔درمختار) صحیح است۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل، جلد پنجم، صفحہ۷۴، وصفحہ۷۵، مسائل نماز جمعہ، مطبوعہ: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

سوال: ترجمہ: بارش کے موسم میں، بارش کی کثرت اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں چلنا بہت زیادہ دشوار ہوتا ہے، اور مسجد بھی گھر سے کچھ دور ہے، ایسی صورتِ حال میں جمعہ کی ادائیگی کا کیا حکم ہے، کیا اس صورتِ حال میں انتہائی تکلیف برداشت کرکے نمازِ جمعہ کے لئے مسجد میں جانا ضروری ہے، یا جمعہ کو مکان میں ادا کرنا کافی ہوجائے گا، یا نہیں؟

جواب: ایک سے زیادہ مقامات پر جمعہ کی نماز پڑھنا مفتیٰ بہ قول کے مطابق صحیح ہے، پس اگر بارش کے عذر کی وجہ سے جامع مسجد جانا دشوار ہو، تو دوسری جگہ (یعنی اپنے گھر وغیرہ میں، جس کا سوال میں ذکر ہے) نمازِ جمعہ باجماعت مشروع طریقہ پر ادا کرنا (یعنی جبکہ امام کے علاوہ تین مرد حضرات ہوں، جیسا کہ درمختار میں ہے) صحیح ودرست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل، جلد پنجم، صفحہ۷۴، وصفحہ۷۵، مسائل نماز جمعہ، مطبوعہ: دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی)

مذکورہ سوال میں بارش کا ذکر ہے، اور ہماری مبحوث فیہ صورت میں خاص معاشرتی اور قانونی مجبوری ہے، اس فرق سے جمعہ کے حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، کیونکہ دونوں صورتوں میں اصل بنیاد گھروں میں جمعہ کے جائز ہونے کی ہے، اور اس کا مدار تعدُّدِ جمعہ پر ہے، جیسا کہ جواب میں واضح طور پر صراحت ہے، اور علامہ ابنِ عابدین شامی نے بھی اسی چیز پر مدار رکھا ہے، اور اس کی علت کو بھی واضح فرمایا ہے۔

تقلیلِ جماعت کے شبہ کا ازالہ

جہاں تک اس موقع پر پُرزور انداز میں اس بات کو پیش کیا جاتا ہے کہ جمعہ کا اہم مقصد، بلکہ اس کی روح، اسلام کی شان وشوکت کا اظہار ہے، جو جامع مسجد یا مسجد، یا بڑے مجامع وغیرہ میں ہی حاصل ہوسکتی ہے، گھروں وغیرہ میں حاصل نہیں ہوسکتی۔

تو فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مقابلہ میں اس کو اہمیت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اولاً تو جو بحث ہورہی ہے، وہ مجبوری کے مخصوص حالات میں ہے، جس میں بذاتِ خود مسجد، یا جمعہ کے بڑے مجامع، یا اِن میں شرکت سے روکنا مقصود نہیں، بلکہ ایک مخصوص وباء کی وجہ سے صرف بڑے مجامع کے انعقاد سے روکنا مقصود ہے، خواہ جس شکل میں بھی ہو، تو بڑے بڑے مجامع کا منعقد کرنا، تو خود اس وباء کے علاج کی تدبیر اور حکومتِ وقت کے موجودہ قانون کے خلاف ہے، جس کے لئے ساری جدوجہد کی جارہی ہے۔

پھر ان حالات میں مسجد، حلقۂ کبیر، اور بڑے مجامع کو کیسے بنیاد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

دوسرے اس چیز پر جمعہ کے جواز یا عدمِ جواز کا مدار ہے ہی نہیں، نہ ہی فقہائے کرام نے اس چیز کو جمعہ کی شرائط میں ذکر کیا، چنانچہ نہ تو جمعہ کے لئے مسجد ہونے کو شرط قرار دیا، اور نہ جامع مسجد ہونے کو شرط قرار دیا، جس طرح سے نمازِ عید کے لئے ان چیزوں کو شرط قرار نہیں دیا، بلکہ حنفیہ نے امام سمیت چار عاقل، بالغ افراد کے ہونے کو جمعہ کے لئے کافی قرار دیا، جس کا جابجا کتبِ فقہ میں ذکر پایا جاتا ہے۔

تو فقہائے کرام کی بیان کردہ ان شرائط کو نظر انداز کر کے ایک ایسی چیز پر حکم کا مدار رکھنا کیسے درست ہوسکتا ہے، جس کا فقہائے کرام نے بطور شرط کے ذکر ہی نہ فرمایا ہو۔

تیسرے جن حضرات نے اس کا ذکر کیا، وہ بطور حکمت اور فضیلت کے ذکر کیا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ حکمت وفضیلت پر کسی چیز کے بنیادی حکم کا مدار نہیں ہوا کرتا۔

اور یہ حکمت وفضیلت تو عام نمازوں میں بھی پائی جاتی ہے، جس کے بارے میں احادیث میں تصریح ہے کہ جتنے لوگ جماعت میں زیادہ ہوں، اتنا ہی ثواب زیادہ ہے۔

جمعہ میں چار افراد سے جتنے زیادہ ہوں گے، اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا، لیکن مجبوری والے حالات میں جس طرح پنج گانہ نمازوں میں تقلیلِ جماعت معیوب بلکہ مکروہ نہیں، اسی طرح جمعہ میں بھی تقلیلِ جماعت معیوب ومکروہ وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ فَقَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ أَشَاهِدٌ فُلَانٌ قَالُوا لَا قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى (ابوداؤد، رقم الحديث ۵۵۴، مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۲۶۶) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص نماز میں حاضر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ کیا فلاں شخص حاضر ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دو نمازیں (یعنی فجر اور عشاء)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن صحيح، عبد الله بن أبى بصير، وثقه العجلى وذكره ابن حبان فى "الثقات" وقد تابعه أبوه أبو بصير العنبرى الكوفى، وقد روى عنه ثلاثة وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وباقى رجاله ثقات (حاشية سنن ابى داود)

منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری گزرتی ہیں، اور اگر تم ان دونوں نمازوں میں جو کچھ (فضیلت اور اجروثواب) ہے، اس کی حقیقت کو جان لو؛ تو تم ان دونوں نمازوں کے لیے آؤ گے، خواہ تمہیں گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ آنا پڑے، اور بے شک پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہوتی ہے، اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت کو جان لو، تو تم اس کے لیے ضرور پیش قدمی کرو، اور بے شک ایک آدمی کی نماز دوسرے آدمی کے ساتھ پڑھنا، زیادہ پاکیزہ ہے، اس کی تنہاء نماز پڑھنے کے مقابلہ میں، اور آدمی کی دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا زیادہ پاکیزہ ہے، ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے کے مقابلہ میں، اور جتنے لوگ بھی (جماعت میں) زیادہ ہوں، وہ اتنی ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوتی ہے (ابوداود، مسند احمد)

اس حدیث کو ابنِ حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: صَلى بِنَا رَسُولُ اللهِ – صلى الله عليه وسلم – فَقَالَ: "أَشَاهِدٌ فُلاَنٌ؟ "قَالُوا: لاَ .قَالَ:" أَشَاهِدٌ فُلانٌ؟ ."قَالُوا: لا .قَالَ:" إِن هَاتَيْنِ الصَّلاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ فَضْلَ مَا فِيهِمَا، لأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْواً، وَإِنَّ الصف الأَوَّلَ لَعَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلائِكَةِ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ فَضِيلَتَهُ لابْتَدَرْتُمُوهُ .وَصَلاةُ الرَّجُلِ مَعَ رَجُلَيْنِ أَزْكى مِنْ صَلاتِهِ مَعَ رَجُلٍ، وَكُلَّمَا كثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى (موارد الظمآن، رقم الحديث ٤٢٩)

قال حسين سليم اسد الداراني:

إسناده جيد عبد الله بن أبي بصير ما رأيت فيه جرحاً، ووثقه ابن حبان، وقال العجلي في "تاريخ الثقات "ص " :(251) كوفي، تابعي، ثقة ."وقال الذهبي: " وثق ."وأبوه أبو بصير روى عنه جماعة، وما رأيت فيه جرحاً، ووثقه ابن حبان، وباقي رجاله ثقات.

والحديث في الإِحسان 249 /3– 250برقم .(2554)

وأخرجه الحاكم 247 /1من طريق عثمان بن سعيد الدارمي، حدثنا محمد بن كثير، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطيالسي 128 /1برقم - (604)ومن طريقه أخرجه البيهقي في الصلاة 3/ 67– 68باب: الاثنان فما فوقهما جماعة– من طريق شعبة، به.

وأخرجه أحمد 140 /5، وابن خزيمة في صحيحه 367 /2برقم (1477)من طريق محمد بن جعفر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت قباث بن اشیم لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ":صَلاةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلاةِ أَرْبَعَةٍ تَتْرَى، وَصَلاةُ أَرْبَعَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلاةِ ثَمَانِيَةٍ تَتْرَى، وَصَلاةُ ثَمَانِيَةٍ يَؤُمُّهُمْ أَحَدُهُمْ، أَزْكَى عِنْدَ اللَّهِ مِنْ صَلاةِ مِائَةٍ تَتْرَى"، قَالَ إِسْحَاقُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج أبو داود فی اصلاة (554)باب: فضل صلاة الجماعة، من طريق حِفص بن عمر.

وأخرج الدارمی فی الصلاة 291 /1باب: أی الصلاة علی المنافقين أثقل، والحاكم 247 /1من طريق سعيد بن عامر.

وأخرجه أحمد 140 /5، والنسائی فی الإمامة (844)باب: الجماعة إذا كانوا اثنين، من طريق خالد بن الحارث.

وأخرجه ابن خزيمة 367 /2برقم (1477)من طريق يحيى بن سعيد،

وأخرجه الفسوی فی "المعرفة والتاريخ 641 /2 "من طريق سعيد بن الربيع، وحجاج بن منهال، جميعهم عن شعبة، بهذا الإسناد.

وقال الحاكم 248 /1:" هكذا رواه الطبقة الأولى من أصحاب شعبة: يزيد بن هارون، ويحيى بن سعيد، وعبد الرحمن بن مهدی، ومحمد بن جعفر، وأقرانهم .وهكذا رواه سفيان بن سعيد، عن أبی إسحاق."

ثم أخرجه الحاكم من طريق: الحسين بن حفص، وأبی حذيفة، وعبد الصمد بن حسان، والأشجعی، والنعمان بن عبد السلام، جميعهم عن سفيان بن سعيد الثوری، عن أبی إسحاق، به.

وأخرجه عبد الرزاق 523 /1– ومن طريقه أخرجه الحاكم 248 /1– وأحمد 5/ 140، والبخاری فی الكبير 50 /5من طريق سفيان، بالإسناد السابق.

وأخرجه أحمد 141 /5من طريق جرير بن حازم،

وأخرجه عبد الله بن أحمد فی زوائده علی المسند 141 /5من طريق الحجاج بن أرطاة.

وأخرجه الفسوی فی "المعرفة والتاريخ641 /2 "، والبخاری فی الكبير 51 /5، والحاكم 247 /1من طريق عبد الله بن رجاء، وعبيد الله بن موسى، حدثنا إسرائيل،

وأخرجه البيهقی فی الصلاة 61 /3من طريق إبراهيم بن طهمان، جميعهم عن أبی إسحاق، به .وانظر "تحفة الأشراف 21 /1 "برقم .(36)ولتمام تخريجه انظر الحديث التالی (حاشية موارد الظمآن)

بن رَاهَوَيْهِ :قَدْ أَدْرَكَ قَبَاثٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۱۵۴۲۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ایک ان میں سے دوسرے کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک چار تنہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ پاکیزہ (وپسندیدہ) ہے، اور چار آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک دوسروں کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک آٹھ تنہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ پاکیزہ (وپسندیدہ) ہے، اور آٹھ آدمیوں کی اس طرح نماز پڑھنا کہ ان میں سے ایک دوسروں کی امامت کرے، یہ اللہ کے نزدیک سو تنہا نماز پڑھنے والے لوگوں کی نماز سے زیادہ

---

[1] قال الهيثمي:

رواه البزار والطبرانی فی الکبير ورجال الطبرانی موثقون (مجمع الزوائد، جزء۲ صفحه ۳۹)

و قال المنذری:

رواه البزار والطبرانی بإسناد لا بأس به(الترغيب والترهيب من الحديث الشريف، تحت رقم الحديث ۵۹۷)

و قال الالبانی:

صلاة رجلين يؤم أحدهما صاحبه أزكى عند الله من صلاة ثمانية تترى، وصلاة أربعة يؤمهم أحدهم أزكى عند الله من صلاة مائة تترى ."

رواه البخاری فی "التاريخ "(4/ 1/ 193 - 132) والبزار (رقم 461 -) وابن سعد (7/411) والديلمی (2/244 - 243) عن أبی خالد ثور بن يزيد عن ابن سيف الكلاعی عن عبد الرحمن بن زياد عن قباث بن أشيم الليثی مرفوعا.

قال ابن شعيب :فقلت لأبی خالد :ما "تترى"؟ قال :متفرقين.

قلت :وهذا سند ضعيف، عبد الرحمن بن زياد هذا لا يعرف أورده ابن أبی حاتم (2 /2 /234) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا .وأما ابن حبان فأورده فی " الثقات "(1/ 123) ! ولعله لذلك قال المنذری (1/152) " : رواه البزار والطبرانی بإسناد لا بأس به ."لكن للحديث شاهد يتقوى به من حديث أبی بن كعب مرفوعا نحوه .أخرجه ابن أبی شيبة فی "المصنف "(1/ 131 /1) وأبو داود والنسائی وغيرهم وصححه الحاكم وغيره، وهو مخرج فی "صحيح أبی داود "(563) وغيره(سلسلة الأحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۱۹۱۲)

پاکیزہ (وپسندیدہ) ہے۔

اسحاق بن راہویہ (جواس روایت کے راوی ہیں، وہ) فرماتے ہیں کہ حضرت قباث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے (اس لیے وہ صحابی ہیں) (طبرانی)

مذکورہ احادیث میں جوفضیلت بیان کی گئی ہے، وہ اُصولی طور پر جمعہ کی نماز کوبھی اس قید کے ساتھ شامل ہے کہ جتنے افراد جمعہ کے لئے ضروری ہیں، اُن سے زیادہ افراد کا ہونا عام حالات میں زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

پس عام نمازوں میں تو دوافراد سے جماعت کو وجود مل جاتا ہے، اور جمعہ کیونکہ جمع ہونے کا مقتضی ہے، اوراس کے لیے باجماعِ امت، جماعت شرط ہے، اس لئے اس میں فقہائے کرام نے جمعہ میں اجتماعیت کی صفت کو خصوصیت کے ساتھ ملحوظ رکھا، اوراجتماع کے بغیر جمعہ کے وجود ہی کو کافی نہیں سمجھا، چنانچہ جمعہ کی جماعت کو وجود میں لانے کے لئے حنفیہ نے امام کے علاوہ تین مخصوص یعنی عاقل، بالغ مرد افراد کو کافی سمجھا، اور دوسرے فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کے ذریعہ اس سے زیادہ مخصوص افراد کو شرط قرار دیا۔

پس فقہائے کرام کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق، جتنے اور جیسے افراد جمعہ کے لئے شرط ہیں، اتنے افراد سے تو جمعہ وجود میں آ جاتا، اور منعقد ہو جاتا ہے، اوراس سے اضافی افراد ہونے پر مذکورہ احادیث میں بیان کردہ اصول کے مطابق، ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، لیکن اتنے افراد سے زیادہ ہونا، جمعہ منعقد اور صحیح ہونے اور جمعہ کی اصل اور نفسِ فضیلت حاصل کرنے کے لئے شرط نہیں، جس طرح دوسری عام نمازوں میں نفسِ جماعت کی فضیلت کو حاصل کرنا، دوافراد سے وجود میں آ جاتا ہے، اور افراد کے اضافہ کے تناسب سے فضیلت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

اور جب کسی کو اضافہ کی قدرت نہ ہو، تو امید ہے کہ عذر کی وجہ سے اضافی فضیلت سے بھی محرومی نہ ہو۔

پس جس طرح بحالاتِ موجودہ نمازِ پنج گانہ میں تقلیلِ جماعت اور تعدُّدِ جماعات میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، اور اس سے منع نہیں کیا جاتا، بلکہ جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دی جاتی ہے، اسی طرح فقہائے کرام کی بیان کردہ شرائط کے مطابق افراد کے جمعہ کی نماز میں تقلیلِ جماعت اور تعدُّدِ جماعات میں بھی کوئی عیب نہیں سمجھنا چاہئے، اور جب بنیادی شرائط کے ساتھ جمعہ صحیح اور واجب ہو، تو نہ صرف یہ کہ اس کی ترغیب دینی چاہیے، بلکہ اس کی تاکید بیان کرنی چاہیے، چہ جائیکہ اس سے منع کیا جائے، اور روکا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جملہ فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں جمعہ منعقد ہونے والے مقام اور جمعہ منعقد کرنے والے افراد کی کیفیت وکمیت پر بحث کرتے ہوئے اپنے اجتہاد کے تناظر میں اضافی افراد کو کہیں بھی شرط قرار نہیں دیا، بلکہ اکثر حضرات نے تو افراد کی بنیادی کمیت وکیفیت کو بیان کرنے پر اکتفاء کیا، اور تعدُّدِ جمعہ کے جواز کو بیان کرتے ہوئے بھی اضافی افراد کے شرط، بلکہ واجب ہونے سے تعرُّض نہیں کیا، اور افراد کے زیادہ ہونے کے افضل ہونے کی بحث سے بھی سکوت اختیار کیا۔ [1]

---

[1] رہی وہ عبارات، جن میں فقہائے کرام نے جمعہ کے دن، شہر میں، معذورین کی جماعتِ ظہر کے مکروہ ہونے کی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ اس کی وجہ سے جامع مسجد میں تقلیلِ جماعت وجمعہ ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تقلیلِ جماعت کو ناپسند ومکروہ سمجھا گیا ہے، تو اس کے متعلق تفصیلاً کلام گزر چکا ہے کہ یہ علت تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کے قول پر مبنی تھی، اور جب تعددِ جمعہ کا جواز، مختار وراجح اور مفتیٰ بہ ہو گیا، تو اس کے بعد یہ علت بھی مؤثر نہیں رہی، اور اس کے بجائے جمعہ کے دن معذورین کے ظہر کی جماعت کی یہ علت برقرار رہی کہ کہیں ان کے ساتھ غیر معذور لوگ، جن پر جمعہ واجب تھا، وہ شامل ہو کر اپنے جمعہ کے وجوب کو ترک نہ کر بیٹھیں، اسی کی تعبیر بعض حضرات نے تقلیلِ جمعہ سے کی، لیکن مراد ان کی بھی یہی ہے، لہٰذا معذورین کے جماعتِ ظہر کے ضمن میں بیان کردہ اس علت کو تعددِ جمعہ کے ضمن میں حاصل ہونے والی تقلیلِ جماعت کے لیے مؤثر سمجھنا درست نہیں، کیونکہ وہاں نہ تو کسی کا ترکِ جمعہ کرنا پایا جاتا، بلکہ اس کا مقصود ہی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمعہ کی سہولت اور جمعہ میں شرکت سے مستفید کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ دوری اور سستی کی وجہ سے جمعہ ہی کو ترک نہ کر بیٹھیں، اور نہ ہی وہاں جمعہ سے کوئی معارضہ پایا جاتا، کیونکہ جمعہ کا معارضہ تو ظہر کی نماز اور اس کو بھی با جماعت پڑھنے کی صورت میں لازم آتا ہے، جمعہ کا جمعہ سے کیسے معارضہ ہو سکتا ہے، جبکہ جمعہ بشرائطہٖ درست ہو رہا ہو۔ محمد رضوان خان۔

چوتھے اسلام کی شان وشوکت کا اظہار، زیادہ سے زیادہ لوگوں کے نمازِ جمعہ قائم کرنے سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہوتا ہے، بنسبت اس کے کہ مسجد میں چار پانچ افراد کے علاوہ، ہر محلّہ کے ہزاروں لوگوں کو اس سے محروم کردیا جائے، پھر جب موجودہ عذر نہ ہوگا، تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس شان وشوکت کے اظہار کی نمازِ پنج گانہ کی طرح دوسری شکل یعنی بڑے مجامع کی صورت میں بھی قدرت حاصل ہوجائے گی، جس پر کسی مسلمان کو کوئی اشکال پیش نہیں آتا، بلکہ یہ خود سے سب مسلمانوں کو پہلے سے علم ہے کہ موجودہ حالت لاک ڈاؤن کی وجہ سے اصلی ودائمی اور معمول کے مطابق نہیں، بلکہ عارضی ہے۔

آئندہ کے لیے مفسدہ لازم آنے کے شبہ کا ازالہ

جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ آئندہ اگر اس طرح مساجد کے علاوہ جمعہ کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر جمعہ پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

یہ شبہ بھی زیادہ اہمیت کا حامل معلوم نہ ہوا، کیونکہ اولاً تو یہ بات سب کو معلوم ہے کہ موجودہ حکم ایک مخصوص حالت کی وجہ سے ہے، جس کے لئے لوگوں کو روزمرہ فرض نمازوں کے لئے بھی گھروں میں نماز پڑھنے اور زیادہ بڑے مجامع منعقد نہ کرنے کی تجویز اہلِ علم حضرات دے چکے ہیں، جس کے نتیجے میں لوگ اپنے اپنے گھروں میں جماعت کے ساتھ اور بغیر جماعت کے دن رات میں پانچ نمازیں ادا کر رہے ہیں، تو یہ شبہ تو یہاں بھی عائد ہوتا ہے کہ آئندہ اگر اس طرح مساجد کے علاوہ فرض نماز کی اجازت دے دی گئی، تو پھر لوگ کہیں گے کہ اچھا آج ہمارے پاس ذرا مصروفیت ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم مسجد میں جا کر فرض نماز پڑھیں، تو ہم اپنے گھر میں کر لیتے ہیں، تو اس قسم کا دروازہ کھلنے کا یہاں بھی اندیشہ ہے۔

تو کیا اس اندیشے کی وجہ سے لوگوں کو گھروں میں نماز پڑھنے، یا جماعت کرنے سے بھی منع کیا جائے گا؟

پس جب فقہی لحاظ سے کسی شخص پر جمعہ واجب ہو، یا اس کا جمعہ درست ہو رہا ہو، تو اس قسم کے شبہ کی وجہ سے فقہ کے اس بنیادی حکم کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ ایسی صورت میں لوگوں کو حکمِ شرعی کی بجا آوری کی تلقین کرتے ہوئے ''**الضروۃ یتقدر بقدر الضرورۃ**'' جیسے قواعد سے آگاہ کیا جانا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے جوازِ تعددِ جمعہ اور اس کے مفتیٰ بہ ہونے کا مسئلہ بیان کرتے وقت بھی، اس کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی، جس کی رُو سے اگر شہر میں چار، چار عاقل، بالغ افراد جگہ جگہ جمعہ قائم کریں گے، خواہ وہ جمعہ قائم کرنے کے متعدد مقامات سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں، اصولی طور پر ان کو درست قرار دیا جائے گا، وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں اس طرزِ عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی، لیکن مجبوری ومعذوری کے حالات میں اصولی طور پر، ان کے غیر درست ہونے کا حکم لگانا بھی، درست نہ ہوگا۔

بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات وجزئیات اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ شہر کے زیادہ سے زیادہ لوگ جمعہ قائم کرکے شعارِ اسلام وشانِ اسلام کا مظاہرہ کریں، اسی مقصد کے لئے فقہائے کرام نے معذورین کے لئے جماعتِ ظہر کو مکروہ قرار دیا، لیکن قیامِ جمعہ کو معذورین کے حق میں بھی کہیں مکروہ قرار نہیں دیا۔

فقہائے کرام نے جب بھی معذورین کے لئے جماعت کو مکروہ قرار دیا، تو جماعتِ ظہر کو ہی مکروہ قرار دیا، اس کا تقاضا یہ ہوا کہ غیر معذور تو کسی طرح سے جمعہ کو ترک نہ کریں، اور معذورین بھی کوئی ایسا عمل نہ کریں، جو غیر معذورین کے جمعہ میں عدمِ شرکت اور جمعہ کے عدمِ قیام کا باعث بنے، اور نہ ہی جماعتِ ظہر قائم کرکے جمعہ سے صوری معارضہ کریں، پس فقہائے کرام کا اصل مقصود تو قیامِ جمعہ کی کثرت کو بڑھانا تھا، خواہ ایک جگہ جمعہ قائم کرکے، یہ

مقصد حاصل ہو، یازیادہ مقامات پر جمعہ قائم کر کے یہ مقصود حاصل ہو، اسی مقصد کے لئے تعددِ جمعہ کی غیر مشروط اجازت دی گئی۔

لیکن افسوس کہ ایک غیراہم حکمت یافضیلت کوملحوظ رکھ کر، اس سے بڑی حکمت ومصلحت، بلکہ جمعہ کی علت کونظرانداز کیاجارہاہے، اورزیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمعہ کے قیام کی دعوت دینے کے مقابلے میں، ظہر کوقائم کرنے اوراس کوبھی باجماعت قائم کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے، کیاجمعہ کے ساتھ صوری معارضہ اور قیامِ جمعہ کی حوصلہ شکنی کی اس سے زیادہ بھی اورکوئی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟

”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ کا حوالہ

چنانچہ ”فتاویٰ دارالعلوم دیوبند“ میں ہے کہ:

امصار وقصبات میں جمعہ ادا ہونے کے لیے، مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، علاوہ مساجد کے دوسرے مکانات اور کارخانوں میں اورمیدانوں میں بھی جمعہ صحیح ہے۔

کما فی الدرالمختار: وتؤدی فی مصر واحد ،بمواضع کثیرة ، مطلقا علی المذہب، وعلیہ الفتویٰ.

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج۵ص۷۳، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: ستمبر 2002ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ جمعہ کے لیے نہ تو مسجد شرط ہے، اورنہ ہی اس کے لیے مکانات اورکارخانے حائل ہیں۔

تعددِ جمعہ کی روایت اورفتوے نے جس طرح جابجا، نمازِ جمعہ قائم کرنے کی گنجائش پیدا کی، اسی طرح اذنِ عام کی شرط کوبھی غیر مؤثر قرار دے دیا، جیسا کہ بصراحت علامہ شامی وغیرہ کے حوالے سے گزرا۔

’’فتاویٰ محمودیہ‘‘ کا حوالہ

’’فتاویٰ محمودیہ‘‘ میں ہے کہ:

جس بستی میں شرائطِ جمعہ موجود ہوں، وہاں ایک سے زائد جگہ جمعہ، درست ہے، اوراس سے فریضہ ادا ہوجاتا ہے، حتی کہ بلا حاجت کے بھی اگر متعدد جگہ جمعہ پڑھا جائے، تب بھی۔

وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب، وعلیہ الفتویٰ، شرح المجمع للعینی، وامامۃ فتح القدیر، دفعاً للحرج............ اھـ، درمختار.

(قولہ: مطلقا) ای سواء کان المصر کبیرا او لا، الخ .

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم.

(فتاویٰ محمودیہ، ج۸ص۱۸۱، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، مطبوعہ: ادارہ الفاروق، کراچی، سنِ طباعت بارِسوم: 2009ء)

ملاحظہ فرمایئے کہ کتنی صراحت اور وضاحت کے ساتھ شرائطِ جمعہ ہونے والی بستی میں ایک سے زائد جگہ جمعہ کو درست کہا گیا ہے، اور ہمارے زیرِ بحث وہی بستیاں ہیں، جہاں شرائطِ جمعہ موجود ہوں، اور جب بلا حاجت بھی متعدد جگہ جمعہ کو صحیح اور درست قرار دیا جارہا ہے، تو اب جو موجودہ حالات وعوارض اور قانونی رکاوٹوں میں بشرائطِ صحتِ جمعہ وشرائطِ وجوبِ جمعہ، متعدد جگہوں پر جمعہ کو جائز قرار دیا جارہا ہے، اور تعددِ جمعہ کی جو معاشرتی وقانونی ضرورت ہے، وہ اہلِ علم تو کیا عوام پر بھی مخفی نہیں، اس میں اہلِ علم واصحابِ افتاء کو کیا، اور کون سی رکاوٹ محسوس ہورہی ہے، اگر تعددِ مقامات میں غیر معمولی اضافہ، رکاوٹ محسوس ہورہی ہو، تو اس کی کوئی قید وحد ہمیں فقہاء سے دکھلادیں، اور شہر میں موجود کم از کم چار، عاقل، بالغ افراد

میں کوئی شرط مفقود ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہو، تو اس کا حوالہ پیش فرمادیں۔

لیکن اللہ کے واسطے، اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے سے گریز فرمائیں، اصولِ فقہ، قواعدِ فقہ، جزئیاتِ فقہ کے دائرے میں رہتے ہوئے گفتگو فرمائیں، اور ساتھ ہی وجوبِ جمعہ اور صحتِ جمعہ کی شرائط موجود ہوتے ہوئے، عدمِ وجوبِ جمعہ اور عدمِ صحتِ جمعہ کا حکم لگانے کے علاوہ، اس کے مقابلے میں وجوبِ ظہر اور عدمِ کراہتِ جماعتِ ظہر اور آخر میں استحبابِ جماعتِ ظہر کا ثبوت بھی پیش فرمادیں، تو نوازش ہوگی۔

فقہائے حنفیہ نے جابجا، تعدُّدِ جمعہ کے جواز کی تصریح کرتے ہوئے، تعدُّدِ جمعہ کے لئے حلقۂ کبیر وغیرہ کی کسی مخصوص صورت کو شرط قرار نہیں دیا، اور کسی چیز کا استحباب، اس کے نہ ہونے کی صورت میں، جواز یا صحت، بلکہ وجوب کی بھی نفی کو مستلزم نہیں ہوا کرتا، خود مستحب یا استحباب کے الفاظ اس کا پتہ اور خبر دیتے ہیں۔

پس کسی مستحب یا مسنون عمل کے فوت ہوجانے کی وجہ سے، بالخصوص جبکہ وہ عذر کی وجہ سے ہو، اصل عمل کی نفی کردینا، کہاں کا اصول ہے۔

فقہائے کرام نے تو عذر کی صورت میں ترکِ سنت اور ارتکابِ مکروہ کو بھی گوارا کرلیا ہے۔

جیسا کہ عام حالات میں جماعت سے نماز پڑھتے وقت، مقتدیوں کا صفوں میں ایک دوسرے کے ساتھ اتصال سنت ہے، اور اس کی خلاف ورزی مکروہ ہے، لیکن عذر کی وجہ سے وہ کراہت باقی نہیں رہتی۔

موجودہ وباء کے حالات میں اکثر علماء اس کے جواز پر تقریباً متفق ہیں، بلکہ اس کے پرزور داعی بھی ہیں، اور تاحال کسی کی طرف سے کوئی قابلِ ذکر اشکال سامنے نہیں آیا، نہ ہی یہ کہا گیا کہ آئندہ کے لیے لوگ اس پر جری ہوجائیں گے، اور پھر اس میں کوتاہی کا مظاہرہ کریں گے، یا یہ کہ یہ طریقہ امت کے توارث وتعامل کے خلاف ہے، وغیرہ، وغیرہ۔ [1]

---

[1] الأصل فی صلاة الجماعة أن یکون المأمومون صفوفا متراصة کما سبق بیانه –

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تو کیا صرف لے دے کر ایک جمعہ کا مسئلہ ہی باقی رہ گیا ہے، جس پر طرح طرح کے شکوک وشبہات کا اظہار کیا جارہا ہے، اور اس کے فرضِ قطعی اور انتہائی مہتم بالشان اور اسلام کا شعار وغیرہ ہونے کی تمام جہات کو نظر انداز کیا جارہا ہے، جس کی کوئی معقول مستند فقہی بنیاد بھی موجود نہیں، صرف چند متوہم یا غیر اہم امور ہیں۔

پس ہماری نظر میں بحالتِ موجودہ، جبکہ تعدُّدِ جمعہ مفتیٰ بہ ہے، اور اذنِ حاکم وغیرہ کی شرط بھی موجود ہے، اور ہمارے یہاں کسی بھی شہر کی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کے لیے کسی وزیر اعظم یا حکومت کے اہل کار سے باضابطہ اجازت نامہ نہیں لیا جاتا، نہ ہی ان کی صدارت میں افتتاحِ جمعہ کی ضرورت سمجھی جاتی، بلکہ بحالتِ موجودہ، تو حکمِ حاکم، چھوٹے چھوٹے اجتماعات ہی منعقد کرنے کا ہے، ایسے حالات میں ہمارے نزدیک گھروں کے اندر دروازے کھولے بغیر بھی چار چار عاقل، بالغ افراد کو خطبہ دے کر جمعہ پڑھنا جائز ہے، اور دروازہ کھولنا اور بے پردگی، یا حفاظتی انتظامات میں خلل اندازی، یا مجمع بڑھانے کا راستہ کھولنے کو ضروری قرار دینا، زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، کوئی پھر بھی احتیاط وغیرہ کے عنوان سے ان چیزوں کا تکلف واہتمام کرے، اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالے، تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولذلک یکره أن یصلی واحد منفردا خلف الصفوف دون عذر، وصلاته صحیحة مع الکراهة، وتنتفی الکراهة بوجود العذر علی ما سیأتی بیانه.

وهذا عند جمهور الفقهاء: — الحنفیة والمالکیة والشافعیة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۷ص ۱۸۳، مادة "صلاة الجمعة")

[1] (وتؤدی فی مصر فی مواضع) أی یصح أداء الجمعة فی مصر واحد بمواضع کثیرة، وهو قول أبی حنیفة ومحمد، وهو الأصح؛ لأن فی الاجتماع فی موضع واحد فی مدینة کبیرة حرجا بینا، وهو مدفوع کذا ذکر الشارح وذکر الإمام السرخسی أن الصحیح من مذهب أبی حنیفة جواز إقامتها فی مصر واحد فی مسجدین وأکثر وبه نأخذ لإطلاق :لا جمعة إلا فی مصر شرط المصر فقط، وفی فتح القدیر الأصح الجواز مطلقا خصوصا إذا کان مصرا کبیرا کمصر فإن فی إلزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائه تطویل المسافة علی الأکثر وذکر فی باب الإمامة أن الفتوی علی جواز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہماری نظر میں کوئی مسلمان بھی گھر اور چھوٹے مجمع میں جمعہ پڑھنے کو عام حالات میں گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

پھر اگر مجبوری والے حالات میں لوگوں کو محدود اجتماعات کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، تو ایسی صورت میں اکثر مسلمانوں کا جو جمعہ کے ساتھ شوق اور ذوق پایا جاتا ہے، اس کے نتیجہ میں وہ جمعہ کے دن روزمرہ کی طرح ظہر پڑھنے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے، بعض تو اس دن کا فرض ہی چھوڑ بیٹھیں گے، کیونکہ نمازِ ظہر کی لوگوں کے دِلوں میں نمازِ جمعہ جیسی اہمیت نہیں، اور شریعت نے بھی اس فرق کو ملحوظ رکھا ہے، جبکہ گھروں میں نمازِ جمعہ کو غیر درست قرار دینے کی صورت میں، بہت سے لوگ ظہر کے بجائے مساجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کا اہتمام کریں گے، جس سے پھر وہی تکثیرِ جماعت اور ہجوم کا عارضہ پیش آئے گا، جس سے لوگوں کو منع کیا جارہا ہے۔

اور اس کے نتیجے میں آج ملک بھر میں ایسے واقعات پیش آرہے ہیں کہ بہت سے لوگ، جمعہ

﴾ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴿

التعدد مطلقا وبما ذكرناه اندفع ما فى البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها فى موضعين، ولا يجوز فى أكثر من ذلک، وعليه الاعتماد اهـ فإن المذهب الجواز مطلقا(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۲،ص۱۵۴،كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)

(وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعينى وإمامة فتح القدير دفعا للحرج(الدر المختار)

(قوله على المذهب) فقد ذكر الإمام السرخسى أن الصحيح من مذهب أبى حنيفة جواز إقامتها فى مصر واحد فى مسجدين وأكثر به نأخذ لإطلاق لا جمعة إلا فى مصر شرط المصر فقط، وبما ذكرنا اندفع ما فى البدائع من أن ظاهر الرواية جوازها فى موضعين لا فى أكثر وعليه الاعتماد اهـ فإن المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعا للحرج) لأن فى إلزام اتحاد الموضع حرجا بينا لاستدعائه تطويل المسافة على أكثر الحاضرين ولم يوجد دليل عدم جواز التعدد بل قضية الضرورة عدم اشتراطه لا سيما إذا كان مصرا كبيرا كمصرنا كما قاله الكمال ط (قوله وعلى المرجوح) هو ما مر عن البدائع من عدم الجواز فى أكثر من موضعين(رد المحتار على الدر المختار،ج۲،ص۱۴۵،باب الجمعة)

کی نماز کے شوق میں مساجد میں آتے ہیں، جہاں سے انہیں منع کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے مسجد کی انتظامیہ، یا حکومت کے کارندوں سے نزاع اور جھگڑے، بلکہ مار دھاڑ کی نوبت آتی ہے، اور پھر مختلف قسم کے مقدمات قائم ہوتے ہیں، یا پھر عوام کے لیے ایک لمبے عرصے تک جمعہ کی برکات اور اس شعارِ اسلام سے محرومی مقدر بن جاتی ہے۔

جبکہ حنفیہ کی بیان کردہ شرائط کے مطابق، ان کو اپنے مقام پر رہتے ہوئے نمازِ جمعہ کو درست قرار دینے کی صورت میں اس قسم کے مفاسد سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔

جبکہ جواز کی صورت میں شہر کے بہت سے لوگ نمازِ جمعہ قائم کر کے جمعہ کی برکات سے مستفید ہو جاتے ہیں، جمعہ کی فرضیت سے سبکدوش ہو جاتے ہیں، اس دن کا فرض ادا کر لیتے ہیں، اور بہت بڑا طبقہ شعارِ اسلام اور شانِ اسلام کے اظہار میں شرکت کر لیتا ہے، اور لوگوں کو یہ مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر واقعتاً کسی دوسرے وقت عذر سے جمعہ رہ جائے، تو اس کی تلافی و ادائیگی کی ایک ادنیٰ صورت یہ بھی ہے، نیز اس طرزِ عمل سے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو جمعہ قائم کر کے خطبہ و نمازِ جمعہ کے ادا کرنے کے مسائل سے واقفیت ہوگی، جو دوسرے اوقاتِ ضرورت میں کام آئے گی۔

جمعہ کا قیام بذاتِ خود اسلام کا شعار ہے، اس کو اپنی متعلقہ شرائط کے ساتھ قائم کرنے میں ہی اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہے۔

اور ابتدائے اسلام میں شہروں کے اندر عموماً ایک جگہ ہی جمعہ ہوتا تھا، اس وقت بھی قیامِ جمعہ کے ذریعہ اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا تھا، اور اس وقت حکومتِ وقت کی طرف سے بعض مصالح کی بناء پر خود سے لوگوں کو قیامِ جمعہ کی اجازت نہیں تھی۔

لیکن جب شہر بڑے ہو گئے، تو ایک سے زیادہ مقامات پر بھی جمعہ کی نمازیں ہونے لگیں، جس کے جواز کی حنفیہ کے یہاں پہلے ہی روایت موجود تھی، اس لیے تعددِ جمعہ کے جواز کے برخلاف قول کو غیر مختار اور مرجوح قرار دیا جانے لگا، اور تعددِ جمعہ کی روایت پر فتویٰ دیا جانے

لگا،اورآج دنیا بھر کے اکثر شہروں میں اسی کے مطابق عمل جاری ہے۔

ایسی صورت میں تعدُّدِ جمعہ کی صورت میں بھی جمعہ کی نماز کا قیام اس شعاراور اسلام کی شان وشوکت کے اظہار کا ذریعہ سمجھا گیا،اوراس پر نکیر نہیں کی گئی۔

اورآج عام حالات میں بڑے بڑے شہروں کے تقریباً ہر محلے میں کئی کئی جگہ جمعہ کی نمازیں قائم ہوتی ہیں،ان کے ذریعہ سے بھی ہر محلّہ اور علاقہ میں اسلام کے شعاراور شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔

یہ کبھی نہ کہا گیا کہ اس طرزِ عمل سے اسلام کی شان وشوکت میں فرق واقع ہوتا ہے، بلکہ ایک حیثیت سے یہ طرزِ عمل اسلامی شعاراور شان وشوکت کے اظہار میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

غرضیکہ جمعہ کی نماز کو جس طرح بڑے اجتماع کے ذریعہ سے قائم کرنا،اسلامی شعاراور اسلامی شان وشوکت کا اظہار ہے، اسی طرح ہر علاقہ میں اپنی شرائط کے ساتھ قائم کرنا بھی اسلامی شان وشوکت کا اظہار ہے، جس پر دنیا بھر میں مسلمانوں کا عمل ہے۔

لیکن موجودہ صورتِ حال میں مخصوص عارضے اور مزید براں حکومتی پابندی کی وجہ سے مسلمانوں کو جمعہ کے دن شہر میں بڑے بڑے اجتماع منعقد کرنے پر پابندی ہے۔

ایسی صورت میں اس اسلامی شعاراور مسلمانوں کی شان وشوکت کا اظہار، اپنی متعلقہ شرائط کے پائے جانے پر، جگہ جگہ جمعہ قائم کرنے کی صورت میں ہی ملحوظ رہ سکتا ہے، اور ایسی صورت میں شہر کے اکثر لوگوں کو اس سے منع کرنا، دراصل اس اسلامی شعاراور مسلمانوں کی شان وشوکت کے اظہار کو کم کرنے کا باعث کہلائے جانے کا مستحق کہلائے گا۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس کے برعکس یہ سمجھا جارہا ہے کہ مذکورہ صورت میں جمعوں کا قیام اسلامی شعاراور مسلمانوں کی شان وشوکت کو کم کرنے کا باعث ہے، اوراس کے بجائے اس اسلامی شعار کو ترک کر کے روزمرہ کی طرح نمازِ ظہر کو قائم کرنا، گویا کہ اسلامی شعاراور مسلمانوں کی شان وشوکت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

جس سے کسی صورت اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں، اور جن لوگوں میں جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، وہاں اُن لوگوں کے لئے فقہائے کرام نے جمعہ قائم کرنے میں ہی اسلامی شعار اور مسلمانوں کی شان وشوکت کے اظہار کو مؤثر سمجھا، اور اس کے مقابلہ میں ظہر کی نماز اور ظہر کی جماعت کو اسلامی شعار کے خلاف سمجھا، اور اس کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی فرمائی۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات اس اسلامی شعار کی حوصلہ شکنی اور اس کے مقابلہ میں نمازِ ظہر اور اس کی جماعت کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ اور اقوالِ فقہاء پر ایک نظر

اس تمام تر تفصیل کے بعد ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ موجودہ حالات میں، جہاں حاکمِ وقت کی طرف سے نمازِ جمعہ قائم کرنے کی ممانعت نہ ہو، وہاں جمعہ کے دن شہر میں موجود، جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ واجب اور صحیح ہونے کی شرائط پائی جائیں، مثلاً وہ کم از کم چار عاقل، بالغ مرد افراد ہوں، تو ان کا اپنے گھروں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا، فی نفسہٖ درست ہے، اس کو غیر درست قرار دینا راجح نہیں۔

البتہ جن لوگوں میں جمعہ صحیح ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، اور وہ جمعہ کے دن شہر میں موجود ہوں، ان کے لیے حنفیہ کے نزدیک، اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے، ظہر کی نماز کی گنجائش موجود ہے، لیکن اس کو بھی با جماعت ادا کرنا افضل نہیں، بلکہ مکروہ ہے، بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی، اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی، اور اس کو مکروہ تنزیہی قرار دینے کا قول بھی بے بنیاد نہیں۔

اور اگر کسی حنفی کی طرف سے شہر میں موجود ایسے لوگوں کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنے سے منع کیا جائے، جن میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، اور ان کو انفرادی طور پر ظہر

کی نماز پڑھنے کا حکم صادر کیا جائے ،تو وہی حنفیہ کی تصریحات کے مطابق درست ہے، ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک کسی کراہت کا ارتکاب لازم نہیں آتا، بلکہ کراہت سے بچنا پایا جاتا ہے۔

البتہ غیر حنفیہ کے نزدیک معذور لوگوں کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا مکروہ نہیں، بلکہ افضل ہے۔

اگر کسی مصلحت سے موجودہ حالات میں غیر حنفیہ کے قول کو ترجیح دی جائے، اور مساجد میں، جمعہ کے محدود اجتماعات کے، علاوہ، عام لوگوں کو اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے، جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو افضل قرار دیا جائے، تو اہلِ علم حضرات اس کی بھی گنجائش پر غور فرما سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں چونکہ حکومتِ وقت کی طرف سے مساجد وغیرہ میں، چار پانچ افراد سے زیادہ کا اجتماع منع ہے، اس لیے مساجد میں تو اتنے افراد کی موجودگی میں حنفیہ کے مطابق، جمعہ کی نماز کو جائز اور درست قرار دیا جائے۔ [1]

---

[1] الجماعة شرط، لما رواه أبو داود :الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة .. وانعقد الإجماع على ذلك .وأقل الجماعة عند أبى حنيفة ومحمد فى الأصح: ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضى؛ لأن أقل الجمع الصحيح إنما هو الثلاث، والجماعة شرط مستقل فى الجمعة، لقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذكر وهو الخطيب .فإن تركوا الإمام أو نفروا بعد التحريمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر .وإن عادوا وأدركوا الإمام راكعاً، أو بقى ثلاثة رجال يصلون مع الإمام .أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام بآخرين، صحت الجمعة، فوجود الجماعة :شرط انعقاد الأداء، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهى القيام والقراءة والركوع والسجود، فلو نفروا بعد التحريمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظهر، كما بينا (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج۲ص۱۲۹۵و ۱۲۹۶، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمل العبيد والمسافرين والمرضى والأميين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کے نزدیک چونکہ جمعہ کے لیے مسجد اور کم از بارہ افراد کا ہونا، شرط ہے، جبکہ حنابلہ وشافعیہ کے نزدیک کم از کم چالیس افراد کا ہونا شرط ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والخرسى لصلاحيتهم للإمامة فى الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم فى الأمى والأخرس فصلحا أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أى على رواية اشتراط حضور ثلاثة فى الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلا أو أنه يكفى حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبى حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبى والنسفى كذا فى تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج٢، ص ١٥١، باب الجمعة)

[1] واشترط الشافعية والحنابلة أن لا يقل المجمعون عن أربعين رجلا تجب فى حقهم الجمعة .قال صاحب المغنى :أما الأربعون فالمشهور فى المذهب أنه شرط لوجوب الجمعة وصحتها . .ويشترط حضورهم الخطبتين .

وقال المالكية :يشترط حضور اثنى عشر من أهل الجمعة .

ثانيها :يجب حضور ما لا يقل عن هذا العدد من أول الخطبة .قال فى البدائع:

لو نفروا قبل أن يخطب الإمام فخطب وحده، ثم حضروا فصلى بهم الجمعة لا يجوز؛ لأن الجماعة كما هى شرط انعقاد الجمعة حال الشروع فى الصلاة، فهى شرط حال سماع الخطبة؛ لأن الخطبة بمنزلة شفع من الصلاة، قالت عائشة -رضى الله عنها -: إنما قصرت الجمعة لأجل الخطبة، وجاء مثله عن عمر وعطاء وطاوس ومجاهد فتشترط الجماعة حال سماع الخطبة، كما المقتدى صحيحة على أنها جمعة إذا أدرك جزءا منها مع الإمام، وإن قل .قال فى المبسوط :ومن أدرك الإمام فى التشهد فى الجمعة أو فى سجدتى السهو فاقتدى به فقد أدركها ويصليها ركعتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠٢،٢٠٣، مادة "صلاة الجمعة")

اشترط المالكية هذين الشرطين وهما :أن تصلى بإمام مقيم، فلا تصح أفراداً، وأن يكون مقيماً غير مسافر، ولو لم يكن متوطناً، وأن يكون هوالخطيب إلا لعذر يبيح الاستخلاف كرعاف ونقض وضوء، وأن يكون حراً فلا تصح إمامة العبد .ولا يشترط أن يكون الإمام والياً، خلافاً للحنفية.

وأن تكون الصلاة بجامع يجمع فيه على الدوام، فلا تصح فى البيوت ولا فى رحبة دار، ولا فى خان، ولا فى ساحة من الأرض، وفى الجملة :لا تصح المواضع المحجورة كالدور والحوانيت.

وللجامع شروط أربعة :أن يكون مبنياً، وأن يكون بناؤه بحسب العادة والعرف فيجوز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بارہ، یا چالیس افراد کے اجتماع پر چونکہ اس وقت حکومتِ وقت کی طرف سے پابندی ہے، اس لیے موجودہ حالات میں یہ کہنے کی گنجائش پر اہلِ علم حضرات غور فرما سکتے ہیں کہ چار، پانچ افراد کے اجتماع سے ان فقہائے کرام کے نزدیک، جمعہ منعقد نہیں ہوتا، اس لیے ان فقہائے کرام کے قول کے مطابق، اُن کو جمعہ سے معذور سمجھ کر ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کو نہ صرف یہ کہ جائز کہا جائے گا، بلکہ مستحب قرار دیا جائے۔

لیکن اس موقع پر اس چیز کی وضاحت کرنا، پھر بھی ضروری ہوگا کہ موجودہ حالات میں بعض مصالح کی بناء پر غیر حنفیہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

تاکہ فقہائے کرام کے اقوال میں التباس واختلاط لازم نہ آئے، اور یہ پھر دوسرے مواقع پر، دیگر مفاسد کا ذریعہ نہ بنے۔

لیکن چونکہ ملک کا بیشتر طبقہ فقہ حنفی پر عمل پیرا، اور اس سے مانوس ہے، اس لیے اس طرزِ عمل کے بجائے، ایک ہمہ جہتی مسئلہ میں حنفیہ کے طریقہ کو اختیار کرنا، شاید زیادہ مناسب ہو۔

اور اس پر پھر بھی کلام کی گنجائش رہتی ہے کہ عندالحنفیہ جن افراد پر جمعہ واجب ہے، اور شرائط موجود ہیں، ان سے جمعہ کو کیسے ساقط کیا جا سکتا ہے، اور ان کو کیسے معذور قرار دیا جا سکتا ہے؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالقصب ونحوه، وأن يكون متحداً، ومتصلاً بالبلد، فالجمعة لا تكون إلا متحدة فى البلد، وإذا تعددت الجمع، فالذى تصح الجمعة فيه هو الجامع العتيق الأقدم؛ دون غيره، والمراد بالعتيق :ما أقيمت فيه الجمعة ابتداء ، ولو تأخر بناؤه عن غيره.

ولا يشترط كون الجامع مسقفاً على الراجح، ولا قصد تأبيد إقامة الجمعة فيه، ولا قصد إقامة الصلوات الخمس فيه.

وتصح الجمعة فى رحاب المسجد :وهى ما زيد خارج محيطه لتوسعته، وتصح فى طرق المسجد المتصلة به من غير فصل ببيوت أو حوانيت أو أشياء محجورة، سواء ضاق المسجد أو اتصلت الصفوف أم لا، وتكره فى الرحاب والطرق من غير ضرورة.

ولا تجوز الجمعة على سطح المسجد، ولو ضاق بالناس، ولا فى الأماكن المحجورة كالدور والحوانيت(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص١٢٩٨، ١٢٩٩، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

البتہ اگر کسی جگہ موجود آٹھ، دس، بالغ افراد نے جمعہ نہیں پڑھا، اور ظہر پڑھ لی، تو اِن کو امام مالک کے قول کے مطابق، معذور قرار دیا جاسکتا ہے۔

بلکہ اگر چالیس سے کم افراد بھی موجود ہوں، اور اس سے زیادہ کا اجتماع ممکن نہ ہو، تو موجودہ حالات وقانون کے تناظر میں، وہ حنابلہ وشافعیہ کے نزدیک معذور قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

اور اگر اب تک کسی نے ایسا کیا، تو ان فقہائے مجتہدین کے اقوال کے پیشِ نظران کو معذور قرار دے کر جوازِ ظہر کی گنجائش دی جاسکتی ہے، بلکہ حنفیہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ، چونکہ ظہر ادا ہوجاتی ہے، اس لیے جنھوں نے لاعلمی یا کسی مفتی کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے ظہر بغیر جماعت کے، یا جماعت کے ساتھ پڑھ لی، تو اس کو بھی درست قرار دینے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اسی لیے ہم نے اپنے سابق مختصر مضمون کے آخر میں تحریر کیا تھا کہ مذکورہ تفصیل جو ذکر کی گئی، وہ ہمارے رجحان کے مطابق ہے، لیکن چونکہ مذکورہ صورت میں بعض اہلِ علم حضرات کا رجحان، جمعہ کی نماز کے بجائے، روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھنے کی طرف ہے، اور وہ اہلِ علم حضرات بھی اصحابِ افتاء ہیں، جن کے فتوىٰ پر عوام کو عمل کرلینے کی اجازت ہے، اور زیرِ بحث مسئلے کا مجتہَد فیہا ہونا بھی واضح ہے۔

اس لیے اگر کوئی موجودہ حالات میں اُن اہلِ علم حضرات کے فتوىٰ پر عمل کرتے ہوئے، روزمرہ کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز پڑھ چکا ہے، تو اس کے ذمہ سے بھی فریضہ ادا ہو چکا۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

> استنباط سے جو حکم فقہاء نکالیں گے، اس کے بارے میں قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ کے نزدیک قطعی طور پر یہی حق ہے، بلکہ اس حکم کے خطاء ہونے کا بھی احتمال باقی رہتا ہے، ہاں اس کے صحیح ہونے کا ظن غالب حاصل ہوجاتا ہے، جو عمل کے لیے کافی ہے (معارف القرآن، ج۲، ص۴۹۴، سورہ نساء، مطبوعہ: ادارۃ المعارف، کراچی،

سنِ اشاعت: ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری، جون 1991ء)

مسئلہ ’’احتیاطُ الظہر ‘‘

جہاں تک اس صورت میں، جبکہ مختلف مقامات پر جگہ جگہ چار یا کچھ زیادہ افراد، جمعہ کی نماز ادا کریں، ہماری طرف سے ’’احتیاطُ الظہر ‘‘ کی دی گئی تجویز کا تعلق ہے،تو وہ خروج عن الاختلاف کے اصول کی بناء پر زیادہ سے زیادہ ایک مستحب درجے کا عمل ہے، جو ہمارے نزدیک بھی ضروری نہیں، اور اگر اردو فتاویٰ اور بعض فقہی کتب میں مذکور مفسدہ کی وجہ سے، کوئی اس کا انکار کرتا ہے،تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں،لیکن ہم نے جس اصول کی بناء پر اس کو مستحب قرار دیا ہے، وہ اصول فقہائے کرام کے نزدیک مسلّمہ امر ہے،جس کی دلائل کے ساتھ تفصیل ہم نے اپنی بعض دوسری تالیفات میں ذکر کردی ہے،اوراس کا استحباب خود حنفیہ کی کئی مستند فقہی کتب میں بھی مذکور ہے،اور جس مفسدہ کی وجہ سے،بعض اہلِ علم حضرات نے اس کا انکار کیا ہے، ہم اس عنوان سے نہ اس کو جائز سمجھتے، اور نہ ہی اس کی تبلیغ وتشہیر کرتے، بلکہ صرف یہ کہتے ہیں کہ جس مقام پر جمعہ کے جواز وعدمِ جواز کا فقہائے مجتہدین کے درمیان اختلاف ہو، مثلاً مخصوص افراد کا شرط ہونا، یا تعدُّدِ جمعہ وغیرہ، وہاں خروج عن الاختلاف کے اصول کی بناء پر، یہ فی نفسہٖ مستحب ہے۔

حنفیہ کے نزدیک چونکہ جمعہ کے دن شہر میں باجماعت ظہر کی نماز تو ویسے ہی مکروہ ہے،ایک قول کے مطابق تحریمی اور دوسرے قول کے مطابق تنزیہی اور چار عاقل، بالغ مرد افراد پر اُصولی اعتبار سے جمعہ واجب ہے۔

ایسی صورت میں جب جمعہ کی نماز پڑھیں گے،تو ایک طرف تو جمعہ کی ترکِ وعید سے اجتناب ہوگا، اور دوسری طرف احتیاط ملحوظ ہوگی، اگر بالفرض ظہر ہی واجب تھی، جو کہ تنہا بغیر جماعت کے تھی، وہ ادا ہوجائے گی۔

مزید براں اس خدشہ سے بھی حفاظت رہے گی کہ وہ آئندہ کے لئے گھروں میں نمازِ جمعہ کی عادت

نہ بنائیں، یہ طرزِ عمل، ان کے لئے گھر میں نمازِ جمعہ کو ایک گونہ ہلکا سمجھنے کا بھی باعث ہوگا۔
چنانچہ کئی محققینِ حنفیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ:

''اگر کسی جگہ جمعہ کے قیام میں تردد ہوجائے، یا بعض فقہاء کی بیان کردہ شرائط نہ پائی جائیں، تو جمعہ کے بعد چار رکعت ''احتیاط'' کے عنوان سے ادا کرلی جائیں، اوران میں وقتی فریضہ کے احتیاط کی نیت کی جائے، تاکہ شک، وہم دور کر کے یقینی طور پر فریضہ کی ادائیگی ہوجائے، بصورتِ دیگر یہ چار رکعات نفل واقع ہوجائیں گی، ان کا نقصان وضرر کسی صورت میں نہیں''۔ [1]

---

[1] اعلم ان صلاة الجمعة تغنى عن ركعات الظهر، وأن إعادة صلاة الجمعة ظهرًا بعدها عند مَن قال بذلك إنما هى على سبيل الاستحباب لا على جهة الإيجاب، وليس لأحد أن يُنكر فى ذلك على أحد، وليسعنا فى ذلك ما وَسِعَ سَلَفَنا الصالح من أدب الخلاف الذى كان منهجًا لهم فى مسائلهم الخلافية، احتياطًا؛ وخروجًا من الخلاف .ولكن ليس الأمر إلزاميًا بل هو فقط مستحب.
لأن جمهور العلماء اشترطوا لصحة صلاة الجمعة شروطًا خاصا، ومن هنا استحبوا صلاة الظهر بعد الجمعة احتياطًا للخروج من الخلاف .فمن أراد الاحتياط ،خروجًا من الخلاف فله أن يفعل ذلك.وليس لأحد أن يُنكر فى ذلك على أحد،الا فى صورة المفسدة.محمد رضوان.
ثم فى كل موضع وقع الشك فى كونه مصر أو أقام أهل ذلك الموضع الجمعة بشرائطها، فينبغى لأهل ذلك الموضع أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينوون بها الظهر احتياطا، حتى أنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر بيقين(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى،ج٢،ص٦٦،كتاب الصلاة،الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة)
وإذا اشتبه على الإنسان ذلك ينبغى أن يصلى أربعا بعد الجمعة ينوى بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤده بعد، فإن لم تصح الجمعة وقعت ظهره وإن صحت كانت نفلا، وهل تنوب عن سنة الجمعة؟ قدمنا الكلام فى باب شروط الصلاة فارجع إليه.
وكذا إذا تعددت الجمعة وشك فى أن جمعته سابقة أو لا ينبغى أن يصلى ما قلنا(فتح القدير،لابن الهمام،ج٢،ص٥٣،كتاب الصلاة،باب صلاة الجمعة)
وإذا وقع الشك فى صحة أداء الجمعة لفقد بعض الشرائط، ينبغى أن يصلى بعد الجمعة أربع ركعات احتياطا، ولو بالحرمين الشريفين، وينوى ظهر يومه، أو آخر ظهر عليه ـ وهو أحسن ـ لأنه إن لم تجزىء الجمعة فعليه الظهر، وإن أجزأت كانت الأربع عن ظهر عليه إن كان عليه، وإلا فيقع نفلا(شرح النقاية،ج١،ص٤٨٦،باب فى صلاة الجمعة،فصل فى شروط وجوب الجمعة)
ثم كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة بتفويت شرطها ينبغى أن يصلى أربع ركعات وينوى بها الظهر ليخرجوا عن فرض الوقت بيقين لو لم تقع الجمعة موقعها ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات نے ان کو ادا کرنے میں احتیاط کی نفی کی ہے، لیکن اس سے بھی بعض حنفیہ نے اختلاف کیا ہے، اور ان کے پڑھنے میں ہی نہ پڑھنے کے مقابلے میں ''احتیاط'' ہونے کا حکم لگایا ہے، اور یہاں تک بھی فرمادیا کہ اگرچہ تعددِ جمعہ کے جواز کا قول صحیح اور مفتیٰ بہ ہو، تب بھی ان کو پڑھنے میں احتیاط کی نفی وممانعت لازم نہیں آتی۔ [1]

البتہ کوئی ان چار رکعات ''احتیاطُ الظہر'' کو ضروری سمجھے، یا جمعہ کو درست نہ سمجھے، تو الگ بات ہے، لیکن جمعہ کو درست اور ان چار رکعات کو لازم نہ سمجھے بغیر، صرف مندوب ومستحب سمجھ کر پڑھے، تاکہ فقہائے کرام کے اختلاف کی رعایت ہوجائے، تو مستحب ہونے میں تردد کی گنجائش نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كما فى الكافى (مجمع الأنهر ، ج ا ، ص١٦٧ ، باب صلاة الجمعة)
ثم فى كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة لوقوع الشك فى المصر أو غيره وأقام أهله الجمعة ينبغى أن يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينووا بها الظهر حتى لو لم تقع الجمعة موقعها يخرج عن عهدة فرض الوقت بيقين، كذا فى الكافى، وهكذا فى المحيط ثم اختلفوا فى نيتها قيل: ينوى آخر ظهر عليه وهو الأحسن والأحوط أن يقول: نويت آخر ظهر أدركت وقته ولم أصله بعد، كذا فى القنية(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ١٤٥ ، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر)
قالوا فى كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة ينبغى أن يصلى أربع ركعات بنية آخر ظهر أدركت وقته ولم يسقط عنى بعد حتى إن صحت الجمعة وكان عليه ظهر يسقط عنه وإلا فنفل ، والأولى أن يصلى بعد الجمعة سنتها ثم الأربع بهذه النية ثم ركعتين بنية سنة الوقت فإن صحت الجمعة يكون قد أدى سنتها على وجهها وإلا فقد صلى الظهر مع سنته(منية المصلى وغنية المبتدى،ص ٢٩٩)

[1] قوله"وليس الاحتياط فى فعلها الخ "قال البرهان الحلبى الفعل هو الاحتياط لأن الخلاف فيه قوى لأنها لم تكن تصلى فى زمن السلف إلا فى موضع واحد من المصر وكون الصحيح جواز التعدد للضرورة لا يمنع شرعية الاحتياط اهـ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح،ص ٥٠٦ ،باب الجمعة)

[2] أما البلاد فلا يشك فى الجواز وإلا تعاد الفريضة، بل يصلى الجمعة ثم سنتها ثم ركعتين، وهذا هو الصحيح المختار ,وعن الهندوانى قول الناس يصلى أربعًا بنية أقرب صلاة على ليس له أصل فى الروايات، ولا شك فى جواز الجمعة فى البلاد والقصبات، انتهى .وأقول هذا إنما ينفى تحتم صلاة الأربع، أما ندبها على القول بجواز التعدد خروجًا عن الخلاف فلا ينبغى أن يتردد فيه، وعليه يحمل ما فى (الفتح)، وكذا لو تعددت الجمعة وشك أن جمعته سابقة أو لا وينبغى أن يصلى ما قلنا، يعنى :أربعًا بنية آخر فرض أدركت وقته ولم أؤده بعد(النهر الفائق شرح كنز الدقائق، ج ا ،ص ٣٥٥ ،باب صلاة الجمعة)

اورعلامہ ابنِ نجیم نے ’’البحرُ الرائق ‘‘میں فرمایا کہ:

’’بعض جہلائے زمانہ نے جمعہ کے بعد چار رکعات کو اصل ظہر کی جگہ پڑھنا شروع کردیا، اور یہ سمجھ لیا کہ اصل فریضہ ظہر کا ہے، نہ کہ جمعہ کا، حالانکہ تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کی روایت مختار نہیں ہے، لہٰذا اس کے مطابق عمل بھی مختار نہ ہوگا‘‘۔ انتہیٰ۔ [1]

لیکن بعض دوسرے حضرات کی طرح علامہ ابنِ عابدین شامی نے ’’منحةُ الخالق ‘‘میں اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’جمعہ کے بعد احتیاطُ الظہر کی بنیاد، یقینی طور پر ذمہ سے عہدہ برآ ہونے پر مبنی ہے، اور تعددِ جمعہ کے جواز میں علماء کا اختلاف، اس کے لیے کافی ہے، بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہ سے تعددِ جمعہ کا عدمِ جواز بھی مروی ہے، جس کو امام طحاوی، تمرتاشی، اور صاحبِ مختار نے اختیار کیا ہے، اور عتابی نے اس کو ’’اظہر ‘‘قرار دیا ہے، اور امام شافعی کا مذہب اور امام مالک کا مشہور مذہب اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت بھی تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کی ہے، اور بدائع نے فرمایا کہ حنفیہ کی ’’ظاهرُ الرواية ‘‘دو مقامات سے زیادہ میں عدمِ جواز کی ہے ’’النهر ‘‘اور ’’الحاوی القدسی ‘‘میں فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور ’’التکملة للرازی ‘‘میں ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں، لہٰذا ان ائمہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاط، اس کے پڑھنے میں ثابت ہوگئی، نیز متفق علیہ حدیث میں ہے کہ ’’جس نے شبہات سے

---

[1] أقول: وقد كثر ذلک من جهلة زماننا أيضا ومنشأ جهلهم صلاة الأربع بعد الجمعة بنية الظهر، وإنما وضعها بعض المتأخرين عند الشک فی صحة الجمعة بسبب رواية عدم تعددها فی مصر واحد وليست هذه الرواية بالمختارة، وليس هذا القول أعنی اختيار صلاة الأربع بعدها مرويا عن أبی حنيفة وصاحبيه حتی وقع لی أنی أفتيت مرارا بعدم صلاتها خوفا علی اعتقاد الجهلة بأنها الفرض، وأن الجمعة ليست بفرض وسنوضحه من بعد -إن شاء الله تعالی(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ١٥١، باب صلاة الجمعة)

اجتناب کرلیا، اس نے اپنے دین اورعزت کومحفوظ کرلیا‘‘ اس لیے جمعہ پڑھنے کے بعد یہ احتیاطی ظہر مکروہ کیسے ہوگی، بلکہ احتیاط پر مبنی ہوگی۔

پھر علامہ شامی نے اس سلسلے میں کئی تصریحات وتائیدات نقل فرمائی ہیں، جس کے بعد علامہ شامی نے فرمایا کہ ہم نے اس پر طویل کلام اس لیے کیا ہے، تاکہ علامہ ابنِ نجیم کے کلام سے جو اِس کے نہ پڑھنے کا وہم ہوتا ہے، وہ دور ہوجائے۔

البتہ اگر کوئی ناکردہ مفسدہ لازم آئے، تو پھر نہ پڑھنا مناسب ہوگا۔

لیکن ہمارا یہ کلام تو مفسدہ نہ ہونے کی صورت میں ہے۔

اسی وجہ سے علامہ مقدسی نے فرمایا کہ ہم ایسے جاہل عوام کو اس کا حکم نہیں کریں گے، جو مفسدہ میں مبتلا ہیں، بلکہ جو اِن مفاسد سے محفوظ ہیں، ان کو ہی بتلائیں گے‘‘۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] لو حضر رجل فی قریة تقام بها الجمعة علی مذهب الشافعی یحضر معهم لئلا یظن به السوء لاعتقادهم فرضیتها أو جهلهم بحکم مذهبه وینوی صلاة الإمام ویصلی الظهر أیضا قبلها أو بعدها....والاحتیاط فی القری أن یصلی السنة أربعا، ثم الجمعة، ثم ینوی أربعا سنة الجمعة، ثم یصلی الظهر، ثم رکعتین سنة الوقت فهذا هو الصحیح المختار اهـ .ملخصا ونقل العبارة بتمامها فی الفتاوی الخیریة فراجعها (منحة الخالق علی البحرالرائق، ج۲،ص۱۵۳ ،باب صلاة الجمعة)

(قوله مبنی کله علی القول الضعیف إلخ) فیه نظر بل هو مبنی علی أن ذلک الاحتیاط أی الخروج عن العهدة بیقین لتصریحه بأن العلة اختلاف العلماء فی جوازها إذا تعددت وفیه شبهة قویة؛ لأن عدم الجواز حینئذ مروی عن أبی حنیفة واختاره الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعله العتابی الأظهر، وهو مذهب الشافعی والمشهور عن مالک وإحدی الروایتین عن أحمد کما ذکره المقدسی فی نور الشمعة، وقد علمت أن قول البدائع أن ظاهر الروایة عدم الجواز فی أکثر موضعین قال فی النهر، وفی الحاوی القدسی، وعلیه الفتوی وفی التکملة للرازی وبه نأخذ انتهی فقد حصل الشک إذا کثر التعدد مع خلاف هؤلاء الأئمة.

وفی الحدیث المتفق علیه فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ؛ ولذا قال بعضهم فیمن یقضی صلاة عمره مع أنه لم یفته شیء منها :لا یکره؛ لأنه أخذ بالاحتیاط وذکر فی القنیة أنه أحسن إذا کان فیه اختلاف المجتهدین ویکفینا خلاف من مر ونقل العلامة المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونه مصرا ینبغی لهم أن یصلوا بعد الجمعة أربعا بنیة الظهر احتیاطا حتی أنه لو لم تقع الجمعة موقعها یخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر ومثله فی الکافی، ثم ذکر کلام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''رَدُّ المحتار''میں فرمایا کہ:

''اگر تعددِ جمعہ کے عدمِ جواز کی روایت کا ضعیف ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے، تو بھی اس اختلاف سے خروج، اولیٰ ہے، اور جب ائمۂ مجتہدین کا بھی تعددِ جمعہ میں اختلاف ہو، تو پھر جمعہ کے بعد احتیاطی ظہر کو پڑھنا کیونکر اولیٰ نہ ہوگا، جبکہ حدیث میں بھی شبہات سے بچنے کا حکم ہے۔

پھر مختلف حوالہ جات وتصریحاتِ فقہاء نقل کر کے فرمایا کہ اگرچہ تعددِ جمعہ کا جواز ہی صحیح ہے، لیکن پھر بھی ان کا پڑھنا، نفع بلا ضرر ہے، اوران کے مندوب ومستحب ہونے میں کوئی تردد نہیں، خروج عن الخلاف کے قاعدہ کے پیشِ نظر۔

پھر مزید حوالہ جات کے بعد فرمایا کہ البتہ اگر کوئی مفسدہ لازم آئے، تو ان کو علانیہ نہیں پڑھا جائے گا، اور ہمارا کلام عدمِ مفسدہ کی صورت میں ہے، جیسا کہ علامہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القنية وذكر أن كثيرا من شراح الهداية وغيرها نقلوه وتداولوه قال :وفي الظهيرية وأكثر مشايخ بخارى على أنه يصلى الظهر بعدما صلى أربعا بعد الجمعة لاحتمال أنه نقل ليخرج عن العهدة بيقين واستحسنوا ذلك ويقرء ون في جميع ركعاتها وذكر عن الفتح ينبغي أن يصلى أربعا ينوى بها آخر فرض أدركت وقته، ولم أؤده إن تردد في كونه مصرا أو تعددت الجمعة وذكر مثله عن المحقق ابن جرباش قال :ثم قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم أو المحقق، وإن كان الصحيح التعداد فهي نفع بلا ضرر، ثم ذكر ما يوهم الدلالة على عدم فعلها ودفعه بأحسن وجه وذكر في النهر أنه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اهـ.

وفي شرح الباقاني هو الصحيح ونحوه في شرح المنية وبالجملة فقد ثبت أنه ينبغي الإتيان بهذه الأربع بعد الجمعة لكن بقى الكلام في تحقيق أنه هل هو واجب أو مندوب قال المقدسي ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب وبحث فيه بأنه ينبغي أن يكون عند مجرد التوهم أما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر وجوب الأربع ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيده وبه يعلم أنها هل تجزى عن السنة أم لا؟ فعند قيام الشك لا وعند عدمه نعم ويؤيد التفصيل تعبير التمرتاشي بلا بدء وكلام القنية المذكور اهـ.

وتمام تحقيق المقام في رسالة المقدسي -رحمه الله تعالى -، وقد ذكر شذرة منها في إمداد الفتاح، وإنما أطلنا في ذلك لدفع ما يوهمه كلام المؤلف من عدم طلب فعلها نعم إن أدى إلى مفسدة لا يفعل لكن الكلام عند عدمها؛ ولذا قال المقدسي نحن لا نأمر بذلك أمثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص، ولو بالنسبة إليهم(منحة الخالق على البحرالرائق، ج۲، ص۱۵۴، باب صلاة الجمعة)

مقدسی نے اس طرح کے جاہل عوام کے لئے پڑھنے کا حکم دینے کو ناپسند قرار دیا ہے، جو مفسدہ کا شکار ہوں، اور جو مفسدہ سے محفوظ ہوں، ان کو احتیاطُ الظہر کے بتلانے کا حکم فرمایا ہے‘‘۔انتھٰی۔ ؎۱

پھرآخرمیں’’تتمہ‘‘ کاعنوان قائم کرکےعلامہ ابنِ عابدین شامی نےفرمایا کہ:

؎۱ قلت: على أنه لو سلم ضعفه فالخروج عن خلافه أولى فكيف مع خلاف هؤلاء الأئمة، وفى الحديث المتفق عليه فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ولذا قال بعضهم فيمن يقضى صلاة عمره مع أنه لم يفته منها شيء لا يكره لأنه أخذ بالاحتياط. وذكر فى القنية أنه أحسن إن كان فى صلاته خلاف المجتهدين ويكفينا خلاف من مر ونقل المقدسى عن المحيط: كل موضع وقع الشك فى كونه مصرا ينبغى لهم أن يصلوا بعد الجمعة أربعا بنية الظهر احتياطا حتى إنه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت بأداء الظهر، ومثله فى الكافى وفى القنية لما ابتلى أهل مرو بإقامة الجمعتين فيها مع اختلاف العلماء فى جوازهما أمر أئمتهم بالأربع بعدها حتما احتياطا .اهـ .ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتداولوه وفى الظهيرية: وأكثر مشايخ بخارى عليه ليخرج عن العهدة بيقين .ثم نقل المقدسى عن الفتح أنه ينبغى أن يصلى أربعا ينوى بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤده إن تردد فى كونه مصرا أو تعددت الجمعة، وذكر مثله عن المحقق ابن جرباش.

قال ثم قال: وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم أو المحقق وإن كان الصحيح صحة التعداد فهى نفع بلا ضرر ثم ذكر ما يوهم عدم فعلها ودفعه بأحسن وجه .وذكر فى النهر أنه لا ينبغى التردد فى ندبها على القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اهـ وفى شرح الباقانى هو الصحيح .وبالجملة فقد ثبت أنه ينبغى الإتيان بهذه الأربع بعد الجمعة، لكن بقى الكلام فى تحقيق أنه واجب أو مندوب

قال المقدسى: ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب، وبحث فيه بأنه ينبغى أن يكون عند مجرد التوهم، أما عند قيام الشك والاشتباه فى صحة الجمعة فالظاهر الوجوب، ونقل من شيخه ابن الهمام ما يفيده وبه يعلم أنها هل تجزى عن السنة أم لا؟ فعند قيام الشك لا وعند عدمه نعم،

ويؤيد التفصيل تعبير التمرتاشى ب لا بد وكلام القنية المذكور اهـ وتمام تحقيق المقام فى رسالة المقدسى وقد ذكر شذرة منها فى إمداد الفتاح، وإنما أطلنا فى ذلك لدفع ما يوهمه كلام الشارح تبعا للبحر من عدم فعلها مطلقا.

نعم إن أدى إلى مفسدة لا تفعل جهارا والكلام عند عدمها ولذا قال المقدسى نحن لا نأمر بذلك أمثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة إليهم اهـ والله تعالى أعلم(ردالمحتار، ج۲ص۱۴۵، ۱۴۶، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

''احتیاطُ الظہر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں پڑھے، پھر یہ چار رکعتیں اس نیت سے پڑھے کہ اگر اس کے ذمہ ظہر کا فریضہ ہو، تو اس کو ادا کرتا ہوں''۔انتہٰی۔ [1]

بلکہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ نے تو یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی گاؤں میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق، جمعہ کی نماز قائم ہو، تو اس میں شریک ہو جانا چاہیے، اور پھر''احتیاطُ الظهر''پڑھ لینی چاہیے۔ [2]

اس تفصیل کے بعد عرض ہے کہ ہم واضح طور پر اس بات کی تشہیر و تبلیغ کرتے ہیں، اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں کہ شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ کی نماز جائز ہے، جس کی کوئی حد و قید نہیں، جب تک اپنی متعلقہ شرائط کے ساتھ کم از کم چار، عاقل، بالغ، مرد افراد شریک ہوں، اور اس صورت میں تمام لوگوں کے جمعہ کی نماز کو جائز اور درست کہتے ہیں، اور ان کے نمازِ جمعہ کے صحیح اور درست واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں رکھتے۔

---

[1] (تتمة)قال فی شرح المنية الصغير :والأولى أن يصلى بعد الجمعة سنتها ثم الأربع بهذه النية أى نية آخر ظهر أدركته ولم أصله ثم ركعتين سنة الوقت، فإن صحت الجمعة يكون قد أدى سنتها على وجهها، وإلا فقد صلى الظهر مع سنته وينبغى أن يقرأ السورة مع الفاتحة فى هذه الأربع إن لم يكن عليه قضاء فإن وقعت فرضا فالسورة لا تضر وإن وقعت نفلا فقراء ة السورة واجبة اهـ أى وأما إذا كان عليه قضاء فلا يضم السورة لأن هذه الأربع فرض على كل حال.

قلت :وحاصله أنه يصلى بعد الجمعة عشر ركعات أربعا سنتها وأربعا آخر ظهر وركعتين سنة الوقت :أى لاحتمال أن الفرض هو الظهر فتقع الركعتان سنته البعدية .والظاهر أنه يكفى نية آخر ظهر عن الأربع سنة الجمعة إذا صحت الجمعة لأن المعتمد عدم اشتراط التعيين فى السنن، وإن لم تصح فالفرض هو الظهر وتقع الأربع التى صلاها قبل الجمعة عن سنة الظهر القبلية لكن لطول الفصل بصلاة الجمعة وسماع الخطبة يصلى أربعا أخرى فالأولى صلاة العشرة (ردالمحتار، ج٢ص١٤٦، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

[2] (قوله وأغرب من هذا ما فى القنية من أنه يلزم إلخ) أقول :الذى يظهر أنه ليس مراده باللزوم الافتراض وأن المراد أنه لو حضر رجل فى قرية تقام بها الجمعة على مذهب الشافعى يحضر معهم لئلا يظن به السوء لاعتقادهم فرضيتها أو جهلهم بحكم مذهبه وينوى صلاة الإمام ويصلى الظهر أيضا قبلها أو بعدها كما سيأتى عن القنية تأمل(منحة الخالق،ج٢،ص١٥٣ ،باب صلاة الجمعة)

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض فقہاء، اس طرح متعدد مقامات پر جمعہ کو جائز قرار نہیں دیتے، اور بعض فقہاء چار افراد کو بھی کافی قرار نہیں دیتے، اگرچہ ان کا قول ہمارے نزدیک مفتیٰ بہ نہیں۔

مگر ہم ان فقہاء کے اختلاف سے بچنے کے لیے جمعہ کے بعد، چار رکعت ''احتیاط'' کے طور پر پڑھنے کو مندوب و مستحب سمجھتے ہیں، نہ ضروری سمجھتے، نہ ہی جمعہ کے جواز وصحت میں شک کرتے، جو اِس کے مطابق عمل کرے، اچھا ہے، جو نہ کرے، اس میں کوئی حرج وعیب نہیں، اس کا جمعہ پھر بھی درست ہے، اور جو اِس کے خلاف کسی مفسدہ میں مبتلا ہو، ہم نہ اس کی حمایت کرتے، نہ اس کے مفسدہ کو جائز سمجھتے، بلکہ اس کو مفسدہ سے بچنے کی تعلیم وتلقین کرتے ہیں۔

اوراس سلسلے میں خود محققینِ حنفیہ کی اتنی تصریحات ہیں کہ اتنی تصریحات کے بغیر بھی بہت سے مسائل کو قبول کر لیا جاتا ہے۔

اب خود اہلِ علم حضرات غور فرما سکتے ہیں کہ ہم نے کون سے مکروہ یا ممنوع کام کی دعوت دی، جو اِس پر اتنا واویلا مچایا جائے۔

باقی جو کئی اردو فتاویٰ میں اس کے خلاف مذکور ہے، وہ دوسرے حضرات کے فتاویٰ ہیں، ہم نے جو مناسب سمجھا، وہ بیان کر دیا، جس سے کسی صاحبِ علم، یا فتاویٰ کا اتفاق، یا اختلاف، ہمارے موقف میں تبدیلی یا کمزوری کا باعث نہیں، جب تک دلیل سے اس کے خلاف پر شرح صدر نہ ہو۔

اگرچہ موجودہ جمود کے دور میں بعض دوسرے حضرات، دلائل کے مقابلے میں رسمی وروایتی تقلید کو زیادہ اہم کیوں نہ سمجھتے ہوں، وہ ان کا فعل ہے، نہ ہمارا ان سے کوئی ذاتی ونفسانی نزاع ہے، اور نہ ہی ہم عنداللہ ان کے عمل وموقف کے جواب دہ ہیں، اس سے زیادہ اور کیا لب کشائی کی گنجائش رہ جاتی ہے۔

اب اس کے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کیسلسلے میں غیر حنفیہ کے اقوال پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہے۔

’’الأوسط لابن المنذر‘‘ کا حوالہ

ابنِ منذر ’’الأوسط‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

’’جن لوگوں کا جمعہ فوت ہوجائے، ان کے بارے میں ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ وہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں گے، یہ قول عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، اور حسن بن عبیداللہ اور زِر کے فعل سے ثابت ہے، اور ثوری نے فرمایا کہ بعض اوقات میں نے اور اعمش نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔

اور یہی قول ایاس بن معاویہ اور احمد بن حنبل کا ہے، اور امام شافعی کا قول بھی یہی ہے، اور اسحاق اور ابوثور کا قول بھی یہی ہے، اور امام مالک کا قول بھی اس کے قریب ہے۔

لیکن ایک جماعت نے ان لوگوں کے لیے، جن کا جمعہ فوت ہوجائے، ظہر کی نماز باجماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، جن میں حسن اور ابوقلابہ اور ثوری اور امام ابوحنیفہ داخل ہیں۔

لیکن اس کو مکروہ قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں، بلکہ یہ مستحب ہے، اور جس کو جمعہ کی نماز سے تخلف میں عذر ہو، اس کے ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے میں، جماعت کی فضیلت کی امید کی جاتی ہے‘‘۔ انتھیٰ۔ [1]

---

[1] قال أبو بكر :أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن من فاتته الجمعة أن يصلى أربعا. واختلفوا فى القوم تفوتهم الجمعة، فقالت طائفة :يصلون جماعة، روى هذا القول عن عبد الله بن مسعود، وفعله الحسن بن عبيد الله، وزر، وقال الثورى :ربما فعلته أنا، والأعمش.
حدثنا إسحاق بن إبراهيم، عن عبد الرزاق، عن الثورى، عن الحسن بن عبيد الله، قال " :صليت أنا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’المجموع شرحُ المهذب‘‘ کا حوالہ

امام نووی شافعی ’’المجموع شرحُ المهذب‘‘ میں فرماتے ہیں کہ:

’’جو لوگ جمعہ کی نماز ترک کرنے میں معذور ہوں، اگر ان کا عذر زائل ہونے کی توقع ہو، جیسا کہ غلام اور مریض اور مسافر وغیرہ، تو ان کو جمعہ ادا ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا، جائز ہے، لیکن ان کو جمعہ کو حاصل کرنے کی امید ختم ہونے تک اپنی نمازِ ظہر کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔

اور جن کا عذر زائل ہونے کی توقع نہ ہو، جیسا کہ عورت اور کوڑھی وغیرہ، تو ان کے بارے میں اصح قول یہ ہے کہ ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا، مستحب ہے، تاکہ اول وقت کی فضیلت کو حاصل کرلیا جائے۔

اور امام شافعی اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ معذور لوگوں کے لیے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا مستحب ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وزر، فأمنی وفاتتنا الجمعة، فسألت إبراهيم، فقال :فعل ذلک عبد الله بن علقمة، والأسود، قال سفيان :ربما فعلته أنا، والأعمش "

وبه قال إياس بن معاوية، وأحمد بن حنبل، وكان الشافعي يقول :لا أكره جمعها إلا أن يجمعها استخفافا بالجمعة، أو رغبة عن الصلاة خلف الأئمة، وآمر أهل السجن، وأهل الصناعات من العبيد أن يجمعوا، وكان إسحاق يرى القوم يفوتهم الجمعة، أن يصلوا جماعة .وقال إسحاق، وأبو ثور فيمن حبس، والمرضى :لا بأس أن يصلوا يوم الجمعة جماعة الظهر، وكان مالك يرخص لأهل السجن، والمسافر، والمرضى أن يجمعوا، واختلف قوله فى القوم تفوتهم الجمعة، فحكى بشر بن عمر عنه أنه قال :إن شاء وا صلوا فرادى، وإن شاء وا جماعة، وحكى ابن القاسم عنه، أنه قال :لا يصلون إلا أفذاذا .

وكرهت طائفة أن يصلى من فاتته الجمعة جماعة، وممن روى أنه كره ذلک الحسن، وأبو قلابة، وهو قول الثورى، والنعمان.

قال أبو بكر :لا معنى لكراهية من كره ذلک بل يستحب ذلک، ويرجى لمن فعل ذلک ممن له عذر فى التخلف عن الجمعة، فضل الجماعة(الأوسط فى السنن والإجماع والاختلاف، ج۴، ص۱۰۷، ذكر القوم تفوتهم الجمعة)

اور رافعی نے غیر مستحب قرار دیا ہے، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ اور امام ثوری کا بھی یہی قول ہے۔

لیکن امام شافعی نے فرمایا کہ ان لوگوں کو خفیہ جماعت کرنا، مستحب ہے، تاکہ ان کے دین میں لوگ تہمت نہ لگائیں، اور ان کی طرف سستی کی وجہ سے ترکِ جماعت کی نسبت نہ کریں۔

جمہور شافعیہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ ان کا عذر مخفی ہو، لیکن اگر ان کا عذر مخفی نہ ہو، تو ان کے لیے ظہر کی نماز باجماعت مخفی طریقے پر پڑھنا، مستحب نہیں، کیونکہ اس صورت میں ان پر کوئی تہمت عائد نہیں ہوتی۔

البتہ بعض شافعیہ نے امام شافعی کے ظاہری قول کے پیشِ نظر مطلقاً اخفاء کو مستحب قرار دیا ہے“۔انتہٰی۔ [1]

---

[1] قال أصحابنا المعذور في ترك الجمعة ضربان:

(أحدهما)من يتوقع زوال عذره ووجوب الجمعة عليه كالعبد والمريض والمسافر ونحوهم فلهم أن يصلوا الظهر قبل الجمعة لكن الأفضل تأخيرها إلى اليأس من الجمعة لاحتمال تمكنه منها ويحصل اليأس برفع الإمام رأسه من ركوع الثانية هذا هو الصحيح المشهور وحكى إمام الحرمين وغيره وجها أنه يراعى تصور الإدراك فى حق كل واحد فإذا كان منزله بعيدا فانتهى الوقت الذى بحيث لو ذهب لم يدرك الجمعة حصل الفوات فى حقه.

(الضرب الثانى) من لا يرجو زوال عذره كالمرأة والزمن ففيه وجهان (أصحهما) وبه قطع الماوردى والدارمى والخراسانيون وهو ظاهر تعليل المصنف أنه يستحب لهم تعجيل الظهر فى أول الوقت محافظة على فضيلة أول الوقت.

(والثانى)يستحب تأخيرها حتى تفوت الجمعة كالضرب الأول لأنهم قد ينشطون للجمعة ولأن الجمعة صلاة الكاملين فاستحب كونها المتقدمة ولو قيل بالتفصيل لكان حسنا وهو أنه إن كان هذا الشخص جازما بأنه لا يحضر الجمعة وإن تمكن استحب تقديم الظهر وأن لو تمكن أو نشط حضرها استحب التأخير والله أعلم.

قال الشافعى والأصحاب ويستحب للمعذورين الجماعة فى ظهرهم.

وحكى والرافعى أنه لا يستحب لهم الجماعة لأن الجماعة المشروعة هذا الوقت الجمعة.

وبهذا قال الحسن بن صالح وأبو حنيفة والثورى.

والمذهب الأول كما لو كانوا فى غير البلد فإن الجماعة تستحب فى ظهرهم بالإجماع فعلى هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’أسنی المطالب فی شرح روض الطالب‘‘ کا حوالہ

اور زکریا بن محمد انصاری شافعی نے’’أسنی المطالب فی شرح روض الطالب‘‘میں فرمایا کہ:

’’معذورین کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز با جماعت پڑھنا، مستحب ہے، لیکن اگر ان کا عذر مخفی ہو، تو ان کو جماعت مخفی طریقے پر کرنا مستحب ہے، اور ان کو جماعت کا اظہار کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ظاہر ہو، تو پھر اخفاء مستحب نہیں‘‘۔انتہٰی۔ [1]

’’المغنی لإبنِ قدامۃ‘‘ کا حوالہ

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی نے’’المغنی‘‘میں فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الشافعی أستحب لهم إخفاء الجماعة لئلا يتهموا فی الدين وينسبون إلى ترك الجماعة تهاونا قال جمهور الأصحاب هذا إذا كان عذرهم خفيا فإن كان ظاهرا لم يستحب الإخفاء لأنهم لا يتهمون حينئذ ومنهم من قال يستحب الإخفاء مطلقا عملا بظاهر نصه لأنه قد لا يفطن للعذر الظاهر وقد يتهم صاحبه مع العلم بعذره لاقتصاره على الظهر مع أنه مندوب إلى الجمعة وممن حكى هذا الوجه الرافعی وإذا كان العذر خفيا.

فعبارة الشافعی أحب إخفاء الجماعة كما حكاه المصنف وكذا اقتصر عليها كثيرون وقال المتولی يكره إخفاء الجماعة وفی كلام المصنف إشارة إليه بقوله إن كان عذرهم ظاهرا لم يكره إظهار الجماعة قال أصحابنا وإذا صلى المعذور الظهر ثم زال عذره وتمكن من الجمعة أجزأته ظهره ولا تلزمه الجمعة بالاتفاق إلا الصبی على قول ابن الحداد وهو ضعيف باتفاق الأصحاب كما ضعفه المصنف(المجموع شرح المهذب، ج۴،ص ۴۹۵،باب صلاة الجمعة)

[1] (ويستحب لهم) أی للمعذورين (الجماعة) فی ظهرهم لعموم أدلتها (ويخفونها) استحبابا (إن خفی عذرهم) لئلا يتهموا بالرغبة عن صلاة الإمام أو الجمعة قال المتولی وغيره ويكره لهم إظهارها قال الأذرعی :وهو ظاهر إذا أقاموها بالمساجد فإن كان العذر ظاهرا فلا يستحب الإخفاء لانتفاء التهمة (فإن صلوا الظهر لعذر أو شرعوا فيها فزال العذر قبل فوات الجمعة أجزأتهم) لأداء فرض وقتهم فلا تلزمهم الجمعة ولا حاجة لقوله لعذر؛ لأن ضمير صلوا للمعذورين(أسنی المطالب فی شرح روض الطالب،لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاری،ج ۱ ،ص ۲۶۴، كتاب صلاة الجمعة)

’’جن لوگوں پر جمعہ واجب نہ ہو، جیسا کہ مسافر اور غلام اور عورت اور مریض، اور دوسرے تمام معذور لوگ، تو ان کو اکثر اہلِ علم حضرات کے قول کے مطابق، امام کی نمازِ جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

اور جس کا جمعہ فوت ہوگیا، یا جس پر جمعہ کی نماز فرض نہ ہو، تو اس کو ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ نہیں، جبکہ اس چیز سے حفاظت ہو کہ وہ امام کی مخالفت کی طرف منسوب کیا جائے، اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے سے اعراض کی طرف نسبت کی جائے، یا امام یہ سمجھے کہ وہ اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں اعادہ کرنے کی رائے رکھتا ہے۔

ابنِ مسعود اور ابوذر اور حسن بن عبیداللہ اور ایاس بن معاویہ سے جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کا طرزِ عمل مروی ہے، اعمش اور امام شافعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

اور حسن اور ابوقلابہ اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک معذور کو شہر میں جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے‘‘۔انتھٰی۔ [1]

---

[1] فصل :فأما من لا تجب عليه الجمعة، كالمسافر، والعبد، والمرأة، والمريض، وسائر المعذورين، فله أن يصلي الظهر قبل صلاة الإمام في قول أكثر أهل العلم .وقال أبو بكر عبد العزيز: لا تصح صلاته قبل الإمام؛ لأنه لا يتيقن بقاء العذر، فلم تصح صلاته كغير المعذور.

ولنا، أنه لم يخاطب بالجمعة، فصحت منه الظهر، كما لو كان بعيدا من موضع الجمعة .وقوله :لا يتيقن بقاء العذر .قلنا :أما المرأة فمعلوم بقاء عذرها، وأما غيرها فالظاهر بقاء عذره، والأصل استمراره، فأشبه المتيمم إذا صلى في أول الوقت، والمريض إذا صلى جالسا، إذا ثبت هذا، فإنه إن صلاها، ثم سعى إلى الجمعة، لم تبطل ظهره، وكانت الجمعة نفلا في حقه، سواء زال عذره أو لم يزل.

وقال أبو حنيفة :تبطل ظهره بالسعي إليها، كالتي قبلها .ولنا، ما روى أبو العالية، قال :سألت عبد الله بن الصامت، فقلت :نصلي يوم الجمعة خلف أمراء فيؤخرون الصلاة؟ فقال :سألت أبا ذر عن ذلك، فقال :سألت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -عن ذلك، فقال :صلوا الصلاة لوقتها، واجعلوا صلاتكم معهم نافلة. وفي لفظ :فإن أدركتها معهم فصل، فإنها لك نافلة .

ولأنها صلاة صحيحة أسقطت فرضه، وأبرأت ذمته، فأشبهت ما لو صلى الظهر منفردا، ثم سعى إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”التعلیق الکبیر للفراء الحنبلی“ کا حوالہ

ابویعلیٰ فراء محمد بن حسین حنبلی (المتوفی:458ھ) نے ”التعلیق الکبیر “میں بھی اس مسئلے پر کچھ مفصل کلام کیا ہے، اور معذورین کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت کے مکروہ نہ ہونے کو امام احمد بن حنبل کا قول قرار دیا ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو مکروہ قرار دیا ہے، اور پھر امام احمد بن حنبل کے قول کے دلائل ذکر کیے ہیں، اور امام ابوحنیفہ کے قول کے دلائل کا جواب دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الجماعة، والأفضل أن لا يصلوا إلا بعد صلاة الإمام؛ ليخرجوا من الخلاف، ولأنه يحتمل زوال أعذارهم، فيدركون الجمعة .

فصل :ولا يكره لمن فاتته الجمعة، أو لم يكن من أهل فرضها، أن يصلى الظهر فى جماعة إذا أمن أن ينسب إلى مخالفة الإمام، والرغبة عن الصلاة معه، أو أنه يرى الإعادة إذا صلى معه .

فعل ذلك ابن مسعود، وأبو ذر، والحسن بن عبيد الله، وإياس بن معاوية، وهو قول الأعمش، والشافعى، وإسحاق.

وكرهه الحسن، وأبو قلابة، ومالك، وأبو حنيفة، لأن زمن النبى -صلى الله عليه وسلم -لم يخل من معذورين، فلم ينقل أنهم صلوا جماعة .ولنا قول النبى -صلى الله عليه وسلم :-صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود.

واحتج به أحمد، وفعله من ذكرنا من قبل ومطرف، وإبراهيم .قال أبو عبد الله :ما أعجب الناس ينكرون هذا، فأما زمن النبى -صلى الله عليه وسلم -فلم ينقل إلينا أنه اجتمع جماعة معذورون يحتاجون إلى إقامة الجماعة.

إذا ثبت هذا، فإنه لا يستحب إعادتها جماعة فى مسجد النبى -صلى الله عليه وسلم -ولا فى مسجد تكره إعادة الجماعة فيه.

وتكره أيضا فى المسجد الذى أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يفضى إلى النسبة إلى الرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وفيه افتيات على الإمام، وربما أفضى إلى فتنة، أو لخوف ضرر به وبغيره، وإنما يصليها فى منزله، أو موضع لا تحصل هذه المفسدة بصلاتها فيه(المغنى لابن قدامة،ج٢،ص٢٥٦، كتاب صلاة الجمعة)

[1] وقد قال أحمد -رحمه الله -فى رواية حنبل :فى المسافرين إذا أدركهم يوم الجمعة، وحضرت صلاة الظهر :صلوا بأذان وإقامة، إنما هى ظهر.

وقال فى رواية المروذى :فى القوم تفوتهم الجمعة، فإن كانوا ثلاثة أو أربعة، جمعوا، قد صلى عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کے نزدیک جن پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز، باجماعت پڑھنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، مگر جن کا عذر کثیرُ الوقوع نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا، بعض مالکیہ کی تصریح کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله بعلقمة والأسود -رضى الله عنهم -، فقال له رجل :إنا جمعنا فى المسجد، فاجتمع الناس علينا، فتبسم، وقال :(... من العامة، ونحو هذا نقل حنبل، وقال فى رواية الأثرم :فيمن فاتتهم الجمعة إذا كانوا اثنين وثلاثة، جمعوا، فإذا كانوا أكثر من ذلک، فلا أعرفه، وبهذا قال الشافعى رضى الله عنه .-

وقال أبو حنيفة -رحمه الله :-يكره ذلک .

دليلنا :ما رُوى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال" :صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفذ بخمسة وعشرين درجة، ولم يفرق.

ولأنه إجماع السلف -رحمهم الله -، فروى أحمد -رحمه الله

ذكره أبو بكر الخلال فى العلل قال :نا عبد الرحمن عن سفيان، عن الحسن بن عبيد الله قال: فاتتنى الجمعة أنا وزِرٌّ ، فصلينا فى جماعة، قال :فذكرت ذلک لإبراهيم، فقال :قد فعله ابن مسعود بعلقمة والأسود فى يوم جمعة .

وروى أيضًا أحمد -رحمه الله قال :نا زيد بن حُباب قال:

أخبرنى جميل بن عبيد الطائى قال :جئت إلى المسجد يوم الجمعة، فوجدت الناس قد صلوا، وجاء إياس -وهو يومئذ قاضى البصرة -قال :فصلى بنا فى الزاوية ، فتقدم، فصلَّى بنا فى جماعة .

وروى أيضًا أحمد -رحمه الله قال :نا عبد الرحمن عن أبى عوانة ، عن بعض أصحابه :أن سويد بن غفلة فاتته الجمعة، فصلى الظهر فى جماعة .

وروى أحمد عن عبد الرزاق عن سفيان :أنه كان ربما جمع الأعمش بعد الجمعة.

ولأنها صلاة، فاستحب فعلها فى جماعة؛ دليله :سائر الصلوات، وسائر الأيام.

فإن قيل :لما استحب إظهار الجماعة فى غير يوم الجمعة، لهذا استحب فعلها فيه، وليس كذلک فى يوم الجمعة؛ لأنه لا يستحب إظهارها فى المساجد، ولا تكثير الجمع فيها، وقد قال أحمد -رحمه الله -فى رواية الأثرم:إذا كانوا اثنين أو ثلاثة، جمّعوا، وإذا كانوا أكثر، فلا أعرفه.

قيل له :أما قولک :إنه لا يستحب إظهارها، فليس عن أحمد ما يمنع منه، وقد نقل المروذى عنه : أن رجلًا ذُكر له أنه جمع فى المسجد، واجتمع الناس، فلم ينكر عليه ذلک، ولا كرهه، وتبسم إلى ذلک .وقد نقل إسحاق بن إبراهيم بن هانئ ،قال :فاتت الجمعة لى ولأبى عبد الله ولرجل آخر، فدخل أبو عبد الله بعض المساجد، فصلى بنا، وقام وسطنا.

وهذا يدل على أنه ما كان يكره إظهارها.

وأما قلة الجمع ، وعلى أنه لو كره إظهارها، وكثرة الجمع فيها، لم يضر؛ لأنه ربما اتهموا بالرغبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور مالکیہ کے نزدیک، جن لوگوں پر جمعہ واجب ہو، ان کو جمعہ کے دن، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ لے

﴾گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴿

عن الصلاة خلف الإمام، فيعاقبهم الإمام إذا لم تكن أعذارهم ظاهرة، أما إذا كانت ظاهرة، فلا يكره ذلک، وعلى أن أبا حنيفة -رحمه الله :-يستحب الأذان والإقامة للظهر فى يوم الجمعة، ولا يستحب إظهاره ، ويجيز الفطر فى يوم الثلاثين من رمضان إذا رأى هلال شوال وحده، ويُسِرُّ به .
فإن قيل :إنما كرهنا إظهار الأذان والإقامة؛ لأنهما يظهران الجماعة، ولما كرهنا الجماعة، كرهنا الأذان.
قيل له :فكان يجب أن لا يستسر بالأذان؛ لأنه يستحب إظهاره، ولما قلت :إنه مستحب، وإن كان مستسرًا به، كذلک الجماعة.
واحتج المخالف :بأن عصر النبى -صلى الله عليه وسلم -لم يخل من عبيد، ومرضى، ومن لا جمعة عليه، وفرضُه الظهر، ولم ينقل أنه -عليه السلام -أمرهم بالصلاة جماعة، ولم نقل أيضًا :إن أحدًا فعل ذلک.
والجواب :أن قوله -صلى الله عليه وسلم " :-صلاة الجماعة تفضل على صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة "يكفى فى البيان، وهذا كما قيل لأصحاب أبى حنيفة -رحمهم الله :-قد كانت بالمدينة مباقل ، ولو كان يجب فيها العُشر، لكان النبى -صلى الله عليه وسلم -يأخذه، ولو أخذه، لنقل، فقالوا :قوله -عليه السلام " :-فيما سقت السماء العُشر "يكفى فى بيان وجوبه، كذلک ها هنا، وعلى أنا قد روينا عن جماعة من السلف فعل ذلک.
واحتج :أنه لو جاز فعلُها فى جماعة، لما كُره إظهارها فى المساجد؛ كالظهر فى سائر الأيام، فلما لم يجز إظهارها فى المساجد؛ كالظهر فى سائر الأيام، لم يجز الإخفاء بها.
والجواب عنه :ما تقدم، والله أعلم(التعليق الكبير فى المسائل الخلافية بين الأئمة،للفراء محمد بن الحسين بن محمد بن خلف البغدادى الحنبلى، ج٣،ص١٧٣ الىٰ ١٧٩ ، كتاب الصلاة، مَسْأَلَة :لا يكره للعبد والمسافر والمريض أن يصلُّوا الظهر فى يوم الجمعة جماعة ، رقم المسئلة ١٥٥)

لے فاتتهم الجمعة صلوا أفذاذا ولا يجمعون الظهر، لأنهم أهل الجمعة، فإن صلوا جماعة ظهرا فبئس ما صنعوا ولا إعادة عليهم (التاج والاكليل لمختصر خليل ، ج٢ ص ٥٤١، كتاب الصلاة، باب فى صلاة الجمعة)
مسألة قيل لأصبغ :ما تقول فى قرية يجمع فى مثلها الجمعة وحولها المنازل على مسيرة ميلين أو ثلاثة فاتتهم الجمعة، فكيف يصلون؟
قال :يصلون أفرادا ولا يجمعون الظهر لأنهم أهل الجمعة.
قلت :فإن صلوا جماعة ظهرا؟ قال :بئس ما صنعوا ولا أرى عليهم إعادة.
قلت :فإن كان ذلک فى المصر مثل الفسطاط وغيرها؟

﴾بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴿

’’الكافي في فقه أهل المدينة‘‘ کا حوالہ

چنانچہ ’’الكافي فقه أهل المدينة‘‘ میں ہے کہ:

’’جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت نہیں پڑھی جائے گی، لیکن جن پر جمعہ واجب نہ ہو، اور اگر مریض اور قیدی، جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں‘‘۔ انتہیٰ۔ [1]

’’حاشية الصاوی‘‘ کا حوالہ

اور مالکیہ کی کتاب ’’حاشية الصاوی علی الشرح الصغير‘‘ میں ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال :هو مثله يصلون أفذاذا، فإذا جمعوا الظهر فبئس ما صنعوا ولا أرى عليهم إعادة، ولا أحب ذلك لهم، فإن فعلوا فلا إعادة عليهم.

قال المؤلف :قوله في الذين تجب عليهم الجمعة إنهم لا يجمعون إذا فاتتهم الجمعة ويصلون أفذاذا -هو المشهور فی المذهب.

وقوله :لا إعادة عليهم إن جمعوا -صحيح؛ لأن منعهم من الجمع ليس بالقوى، وذلك أنهم إذا منعوا من الجمع ليحافظوا على الجمعة؛ لأنهم إذا علموا أنه يفوتهم بفواتها فضل الجمعة والجماعة لم يتهاونوا بها.

وقيل :إنهم إنما منعوا من الجمع لئلا يكون ذلك ذريعة لأهل البدع، وهذه العلة أظهر، فإذا جمعوا وجب أن لا يعيدوا على كل واحدة من العلتين.

وقد روى عن مالك :أنهم يجمعون، وهو قول ابن نافع وأشهب فی المجموعة، فلم يراع على هذه الرواية واحدة من العلتين.

وكذلك من تخلف عن الجمعة لغير عذر غالب -المشهور أنهم لا يجمعون، إلا أنه اختلف إن جمعوا، فروى يحيى عن ابن القاسم فی رسم "أول عبد أشتريه "فهو حر من هذا الكتاب :أنهم يعيدون، وقال ابن القاسم فی المجموعة :إنهم لا يعيدون، وقاله أصبغ فی المتخلفين من غير عذر، وهو الأظهر، إذ قد قيل :إنهم يجمعون؛ لأنهم وإن كانوا تعدوا فی ترك الجمعة فلا يحرموا فضل الجماعة(البيان والتحصيل،لمحمد بن أحمد بن رشد القرطبی،ج ۱ ،ص ۵۰۲،كتاب الصلاة الثالث،مسألة :قرية يجمع فی مثلها الجمعة وحولها المنازل فاتتهم الجمعة)

[1] ولا يصلى الظهر جماعة يوم الجمعة إلا من لا تجب عليه وإن صلاها المرضى والمحبوسون جماعة فلا بأس(الكافی فی فقه أهل المدينة، ج ۱ ،ص ۲۵۲ ،باب صلاة الجمعة)

’’جمعہ کے دن ایسے اہلِ اعذار کے لیے، جن کا عذر کثیرُ الوقوع نہ ہو، ان کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے، اور جن کا عذر کثیرُ الوقوع ہو، ان کو باجماعت پڑھنا اولیٰ ہے، لیکن ان کو جمعہ کی نماز سے فراغت کا انتظار کرنا مستحب ہے، اور ان کو مخفی طریقے پر جماعت کرنا مستحب ہے، تاکہ وہ جمعہ سے اعراض کرنے کی تہمت سے محفوظ رہیں‘‘۔انتھٰی۔[1]

تاہم اس موقع پر بندہ کو اس چیز پر بھی تحفظات ہیں کہ موجودہ حالات میں جب بڑے مجامع سے منع کیا گیا ہے، اور جمعہ سے منع نہیں کیا گیا، اور تعدُّدِ جمعہ کے مفتیٰ بہٖ ہونے اور اس کے نتیجہ میں اذنِ عام کے شرط نہ ہونے کی وجہ سے، جن لوگوں کو اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے جمعہ پر قدرت ہو، اور ان میں صحتِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط موجود ہوں، کیا ان کو جمعہ سے معذور قرار دیا جاسکتا ہے؟ بندہ کا رُجحان، ان کے معذور ہونے کی طرف نہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام میں سے کسی کا مسلک بھی فی نفسہٖ منکر نہیں ہوتا۔

لہٰذا اگر کسی جگہ بارہ سے کم افراد تھے، بلکہ چالیس سے بھی کم افراد تھے، اور انہوں نے موجودہ حالات کے پیشِ نظر مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام میں سے کسی مسلک کے مطابق، یا معقول عذر، یا لاعلمی وغیرہ کی بناء پر جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز، باجماعت، یا بلا جماعت پڑھ لی، تو

---

[1] تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغير أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع، وأما عن أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع فالأولى لهم الجمع، ويندب صبرهم إلى فراغ صلاة الجمعة، وإخفاء جماعتهم لئلا يتهموا بالرغبة عن الجمعة .

واحترزنا بكثرة الوقوع عن نادرة الوقوع كخوف بيعة الأمير الظالم فإنه يكره للخائف الجمع، وإذا جمعوا لم يعيدوا على الأظهر خلافا لمن قال بإعادتهم إذا جمعوا .وقد وقعت هذه المسألة بالإسكندرية فتخلف ابن وهب وابن القاسم عن الجمعة فلم يجمع ابن القاسم، ورأى أن ذلک نادر وجمع ابن وهب بالقوم وقاسها على المسافر، ثم قدما على مالک فسألاه؟ فقال :لا تجمعوا ولا يجمع إلا أهل السجن والمرض والمسافر(حاشية الصاوی، ج ۱،ص ۵۰۸،فصل فی شروط الجمعة،تنبيه صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة)

کی نماز کو بھی درست قرار دے دینا چاہیے۔

اس موقع پر ہم اہلِ علم حضرات کو ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ کو مبذول کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں، جس کی طرف آج بہت سے اہلِ علم حضرات کی توجہ نہیں، اور وہ وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں مختلف قسم کی طعن و تشنیع پر مشتمل یا غیر معتدل اور افراط و تفریط پر مبنی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

وہ اہم نکتہ یہ ہے کہ اجتہادی و فقہی اور فروعی مسائل میں مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کا اختلاف، فی نفسہٖ رحمت ہے، جبکہ اس کو اپنے اصول وقواعد کے مطابق رکھا اور اختیار کیا جائے، اسی لیے جہاں مختلف حالات میں مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے کسی ایک قول سے امت کی مشکلات حل ہوتی ہوں، وہاں اس کی گنجائش ہوتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اس قسم کے حالات میں لوگوں کی طرف سے مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے مختلف معتبر اقوال میں سے کسی قول کے مطابق سرزَد ہونے والے عمل کے بطلان سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔

اس مسئلہ پر بندہ نے اپنے بعض دوسرے مضامین میں سیر حاصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے، اس وقت وہ تفصیل تو یہاں نقل کرنے کی گنجائش نہیں، البتہ حنفیہ کی ایک بلند پایہ شخصیت کی چند تصریحات نقل کرنا فائدہ سے خالی معلوم نہ ہوا۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی کا حوالہ

امام شیخ عبدالغنی نابلسی دمشقی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی: 1143 ہجری) نے اپنی تالیف ''الحديقةُ الندية، شرح الطريقة المحمدية '' میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جن مسائل میں فقہائے کرام کا اختلاف ہو، وہ حقیقی بدعت شمار نہیں ہوتے، اور ان پر سختی ونکیر کرنا اور عوام الناس کی طرف سے فقہائے کرام میں سے کسی کے قول پر عمل ہونے کی صورت میں اس سے منع کرنا مناسب نہیں ہوتا، بلکہ عوام کا کوئی عمل، اتفاق سے فقہاء میں سے کسی کے قول کے مطابق، درست وجائز واقع ہو جائے، اس کی بھی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ موصوف، مذکورہ کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

وبعض صور العبادات الواردة فی الشرع بان یزاد فی صورتها او ینقص منها مع اعتقاد ان تلک الزیادة والنقصان طاعة بمجرد الرأی ، لتخرج من البدع هذه الزیادة والنقصان الواقعة فی العبادات علی حسب اختلاف المذاهب الاربعة الیوم کتثنیة الاقامة عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ بالنظر الی مذهب الامام شافعی رحمه الله تعالیٰ وافرادها عند الشافعی رحمه الله تعالیٰ بالنظر الی مذهب ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ، وصلاة الکسوف برکوعین وسجودین وفاتحتین فی کل رکعة عند الشافعی ، لا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ، فان هذا او ما اشبهه لیس ببدعة فی الدین، لانه ماخوذ من الادلة الشرعیة ، لا من مجرد الرأی (الحدیقة الندیة، شرح الطریقة المحمدیة، ج ۱ ،ص۹۷ ،الفصل الثانی من الفصول الثلاثة من الباب الاول فی بیان اقسام البدع، مطبوعة: المکتبة الحقیقیة ، استانبول، ترکیا، 1994ء)

ترجمہ: اور بدعت یہ بھی ہے کہ عبادت کی بعض صورتیں، جوشریعت میں وارِد ہیں، ان کی صورتوں میں زیادتی کی جائے، یا ان میں کمی کی جائے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ زیادتی اور نقصان، طاعت ہے، محض رائے کی بنیاد پر، تاکہ بدعت کے مفہوم سے وہ زیادتی اور نقصان خارج ہوجائے، جوعبادات میں آج کے زمانے میں مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کی بنیاد پر واقع ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اقامت کے کلمات کا دودفعہ ہونا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور اقامت کے کلمات کا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک اکہرے ہونا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے مقابلے میں، اور سورج گرہن کی نماز میں امام شافعی کے نزدیک، ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدوں، اور دو مرتبہ سورہ فاتحہ کا ہونا، نہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، کیونکہ یہ، اور ان جیسی چیزیں، دین میں بدعت شمار نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ دلائلِ شرعیہ سے ماخوذ ہیں، محض رائے سے ماخوذ نہیں (الحدیقة الندية)

امام شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ، مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر بالجهر، وانشاد اشعار الصالحين، وان صرح فقهاء الحنفية بكراهة الجهر بالذكر، فان ائمة الشافعية كالنووى وغيره قائلون باستحباب ذالک ، ولاينبغى ان ينهى العوام عما تقول به ائمة المسلمين ، ولو كان العوام زاعمين انهم مقلدون لمذهب ابى حنيفة رحمه الله، وهم غير عالمين بفروع المذهب غير مجرد القول ، وقد ذكر الوالد رحمه الله تعالىٰ فى شرحه على شرح الدرر فى باب قضاء الفوائت فى مبحث الظن المعتبر، قال فى البحر شرح الكنز : والحق ان المجتهد لا كلام فيه اصلا ، وان ظنه معتبر مطلقا سواء كانت تلک الفائتة واجبة الاداء بالاجماع، او لا ، اذ لا يلزمه اجتهاد ابى حنفية ، ولا غيره ، وان كان مقلدا لابى حنيفة ، فلا عبرة برأية المخالف لمذهب امامه ، وان كان عاميا ليس له مذهب معين ، فمذهبه فتوى مفتيه كما صرحوا به ، ولاعبرة برأيه وان لم يستفت احدا ، وصادف الصحة على مجتهد اجزاه ، ولا اعادة عليه كما بسطه ثمة اهـ.

ومن هذا القبيل :نهى العوام عن المصافحة، بعد صلاة الصبح، والعصر، فإن بعض المتأخرين من الحنفية، صرح بالكراهة فى ذلک، ادعاء بأنه بدعة، مع انه داخل فى عموم سنة المصافحة مطلقا، فلا يبقى إلا مجرد التخصيص بالوقتين المذكورين، فيقتضى ابتداع ذلک.

وصرح النووى فى كتابه -الأذكار -وغيره من الشافعية، بأنها فى هذين الوقتين بدعة مباحة. فلا ينبغى للواعظ، أو المدرس، ان ينهى العوام عما أفتى بجوازه بعض أئمة الإسلام، ولو كان فى مذهب الغير، خصوصا، والعوام لا مذهب لهم، والتقليد للمذاهب الأربعة جائز لكل أحد ،كما بسطناه فى رسالتنا"خلاصة التحقيق فى بيان حكم التقليد والتلفيق" (الحديقة الندية، شرح الطريقة المحمدية، ج۲،ص،۹۸،الخلق الثامن والأربعون، من الأخلاق الستين المذمومة"الفتنة" مطبوعة: المكتبة الحقيقية ، استانبول، تركيا، 1994ء)

ترجمہ: اور (لوگوں کو منع نہ کیے جانے والی صورتوں کے)اسی قبیل سے لوگوں کو ذکرِ جہری کی مجالس میں حاضر ہونے اور نیک لوگوں کے اشعار پڑھنے سے منع کرنا ہے(کہ اس سے بھی صرف جہر یا تداعی کی وجہ سے منع کرنا مناسب نہیں، جب تک کوئی اجماعی منکر لازم نہ آئے) اگرچہ فقہائے حنفیہ نے جہری ذکر (اور تداعی) کی کراہت کی تصریح فرمائی ہے، کیونکہ ائمۂ شافعیہ، جیسا کہ نووی وغیرہ، اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں،اور یہ بات مناسب نہیں کہ عوام کو اُن افعال سے منع کیا جائے،جن کے ائمۂ مسلمین قائل ہیں، اگرچہ عوام اس بات کا گمان کرتے ہوں کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مقلد ہیں، حالانکہ وہ

مذہب کے فروع کو جانتے نہیں، سوائے قولِ محض کے۔ [1]

اور میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شرحُ الدرر '' کی اپنی شرح میں ''باب قضاء الفوائت '' کے ذیل میں ظنِ معتبر کی بحث میں ذکر کیا ہے کہ ''کنز '' کی شرح ''البحر ''میں یہ مذکور ہے کہ حق بات یہ ہے کہ مجتہد کے بارے میں تو قطعاً کوئی کلام نہیں، اور اس کا گمان مطلقاً معتبر ہے، خواہ وہ فوت شدہ نماز بالاجماع ، واجبُ الاداء ہو یا نہ ہو، کیونکہ اس مجتہد کو امام ابوحنیفہ اور ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کا اجتہاد لازم نہیں۔ [2]

اور اگر وہ امام ابوحنیفہ کا مقلد ہو، تو پھر اس کے امام کے مذہب کے مخالف کی رائے کا اعتبار نہیں (جبکہ وہ عامی شخص نہ ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے) اور اگر وہ عامی شخص ہو، تو اس کا کوئی مذہب متعین نہیں، پس اس کا مذہب، اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے (خواہ اس نے حنفی مفتی سے فتویٰ لیا ہو، یا غیر حنفی مفتی سے) جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے، اور اس کی اپنی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور اگر اس نے کسی مفتی سے استفتاء نہیں کیا، اور پھر اس کا عمل کسی بھی مجتہد کے مطابق صحیح واقع ہو گیا، تو بھی اس کے لیے جائز ہے، اور اس پر (اس نماز وغیرہ کے عمل کا) اعادہ نہیں، جیسا کہ وہاں (یعنی البحر میں) تفصیل بیان کی گئی ہے، انتہیٰ۔

اور اسی قبیل سے عوام کو فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ سے منع کرنا ہے (کہ اس سے منع کرنا بھی مناسب نہیں) کیونکہ حنفیہ کے بعض متاخرین نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے، اس بات کا دعویٰ کرتے ہوئے کہ یہ بدعت ہے، حالانکہ یہ

---

[1] جس کی وجہ سے وہ عامی لوگوں میں داخل ہیں، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، جیسا کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے اور ہم نے اس قسم کی تصریحات، اپنے دوسرے مضامین وتالیفات میں ذکر کردی ہیں۔ محمد رضوان خان۔

[2] خواہ وہ کسی خاص متعلقہ مسئلہ یا متعلقہ مسائل میں جزوی مجتہد ہی، کیوں نہ ہو، جمہور اصولیین کے نزدیک اجتہاد متجزی ہونے کے قول کی رو سے۔ محمد رضوان خان۔

مطلق مصافحے کی سنت کے عموم میں داخل ہے، پس مذکورہ دو وقتوں کے ساتھ صرف تخصیص ہی باقی رہ گئی، جو اس عمل کے مبتدع ہونے کا تقاضا کرتی ہے (لیکن اس میں توسّع موجود ہے)

چنانچہ شافعیہ میں سے امام نووی نے اپنی ''کتابُ الاذکار'' وغیرہ میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ ان دو وقتوں میں مصافحہ کرنا ''بدعتِ مباحہ'' ہے۔

لہٰذا واعظ یا مدرس کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ عوام کو ایسی چیز سے منع کرے کہ جس کے جواز کا بعض ائمۂ اسلام نے فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ مذہبِ غیر میں ہی کیوں نہ ہو، خاص طور پر عوام کو، جن کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اور مذاہبِ اربعہ کی تقلید، ہر ایک کے لیے جائز ہے، جیسا کہ ہم نے اپنے رسالے ''خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد و التلفيق'' میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے (الحديقة الندية)

امام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی دمشقی حنفی (المتوفیٰ: 1143ھ) ہی اپنے رسالہ ''خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد و التلفيق'' میں فرماتے ہیں:

والحاصل :أن العلماء اختلفوا في لزوم مذهب معين، وصحح كل أحد منهم ما ذهب إليه، وعدم اللزم هو الراجح كما ذكرناه بعد أن لا يخرج عن المذاهب الأربعة، والله ولي التوفيق (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد، لعبدالغني النابلسي، ص٨، مطلب : هل على الإنسان التزام مذهب معين أم لا؟)

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ علماء کا مذہبِ معین کے لزوم میں اختلاف ہے، اور ہر ایک نے اپنے اختیار کردہ قول کی تصحیح کی ہے، لیکن مذہبِ معین کا لازم نہ ہونا راجح ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، بعد اس کے کہ مذاہبِ اربعہ سے خروج نہ کرے،

واللہ ولی التوفیق (خلاصۃ التحقیق)

موجودہ زمانے میں جب ہر طرف جمود اور تشدُّد و تعصُّب کا بازار گرم ہے، ممکن ہے کہ مذکورہ اقتباسات اس فضاء میں سانس لینے والے، بعض اہلِ علم حضرات کے لئے وحشت کا باعث ہوں، لیکن ایک علمی و فقہی رائے ہونے کی حیثیت سے ملاحظہ کر لینا، بہرحال فائدہ سے خالی نہیں، اختلاف، یا اتفاق، ایک الگ اور جُدا معاملہ ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ .

خلاصۂ کلام

شروع سے اب تک جو تفصیل کر کی گئی، اس کا بنیادی خلاصہ یہ نکلا کہ بحالاتِ موجودہ، جب ایک مخصوص وباء کی وجہ سے ملکِ پاکستان وہندوستان وغیرہ کی حکومتِ وقت نے لوگوں کے ہجوم واجتماعات سے منع کیا ہوا ہے، اوراسی ضمن میں مساجد کے اندر بھی بڑے اجتماعات سے منع کر رکھا ہے، صرف چار، پانچ افراد تک جمع ہوکر نماز پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے، اوراکثر لوگوں کواپنے گھروں یا متعلقہ مساکن ومقامات پر رہنے کا حکم دے رکھا ہے، جس کے مطابق، لوگ اپنے اپنے گھروں میں پنج وقتہ نمازیں ادا کرنے پر عمل پیرا ہیں۔

ان حالات میں جمعہ کے دن شہروں اور مخصوص بستیوں میں موجود لوگوں کے لیے جمعہ کی نماز کا مسئلہ زیرِ بحث ہے، جس کے متعلق حنفیہ کے عام ضابطہ وقاعدہ کے مطابق شہروں وغیرہ کے اندر موجود جن لوگوں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرائط پائی جاتی ہیں، اوران کو جمعہ ادا کرنے پر قدرت ہو، ان کے لیے جماعتِ ظہر تو درکنار، ظہر پڑھنا ہی سخت مکروہ ہے، اوران کو جمعہ کے دن، جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا، مکروہ درمکروہ ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک کم از کم چار عاقل، بالغ افراد کو جمعہ کی نماز پڑھنا فی نفسہٖ جائز ہے۔

اس لیے اگر کم از کم چار عاقل، بالغ افراد، جمعہ کی نماز قائم کریں، اوروہ خطبہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں، تو ان کی نماز کو غیر درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

لیکن یہ حکم ایک محدود اور عارضی ومجبوری والے حالات سے متعلق ہے، اس کو عادتِ عام بنالینا، اسلام کے معروف ومعتاد، اورمتوارث طریقہ کے خلاف ہے۔

اور جہاں چار عاقل، بالغ، مرد افراد سے کم لوگ ہوں، ان کو اگر جمعہ کی نماز میں قانونی یا کسی دوسری وجہ سے شرکت مشکل ہو، تو ان کو جمعہ کے دن اپنے مقام پر رہتے ہوئے ظہر کی نماز

پڑھ لینے میں کوئی گناہ نہیں، اور ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے دن اور جمعہ کی نماز کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جماعت کے بغیر تنہا ظہر کی نماز پڑھیں، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ فقہائے کرام کے قول پر عمل کرنے کی وجہ سے جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں گے۔

اور حنفیہ کے نزدیک ان کو جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا، مشہور قول کے مطابق مکروہ تحریمی، اور دوسرے قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے، جس کو راجح قرار دینا بھی بلا دلیل نہیں ہے۔

البتہ غیر حنفیہ یعنی شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک جن پر جمعہ واجب نہ ہو، یعنی وہ جمعہ سے معذور ہوں، ان کو جمعہ کے دن ظہر کی جماعت کرنا، نہ تو مکروہ تحریمی ہے، اور نہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، بلکہ بعض قیود کے ساتھ مستحب ہے۔

اگر کوئی جمعہ منعقد کرنے یا جمعہ میں شرکت سے معذور ہو، اور غیر حنفیہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے، اپنے گھر وغیرہ میں جمعہ کے دن باجماعت ظہر کی نماز ادا کرے، خواہ ایک عورت، یا سمجھ دار بچے کو شامل کر کے ہی کیوں نہ ہو، تو غیر حنفیہ کے نزدیک اس میں کوئی کراہت یا گناہ لازم نہیں آتا۔

اور اگر کسی مصلحت سے شہر کی مساجد میں مخصوص ومحدود طریقے پر نمازِ جمعہ قائم کرنے کے علاوہ، شہروں میں موجود پانچ، یا دس افراد، جمعہ کے بجائے، ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں، تو غیر حنفیہ کے نزدیک، اس پر عمل کر لینے کی گنجائش ہو سکتی ہے، نیز حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی ایسا شخص جس پر جمعہ واجب ہو، جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھ لے، تو وہ اداء ہو جاتی ہے، البتہ کراہتِ تحریمی لازم آتی ہے، لیکن اگر کسی معتبر مفتی کے فتوے کی بنیاد پر، یا لاعلمی میں اس نے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھ لی، تو جس طرح سے عنداللہ مفتی معذور، اور اپنے رُجحان کا مکلّف ہوتا ہے، اسی طرح اس کی اتباع کرنے والا بھی معذور ہوتا ہے، بصورتِ دیگر لاعلمی کی وجہ سے فی الجملہ قصور وار ہوتا ہے، لیکن اس کا عمل کسی معتبر مجتہد کے قول کے مطابق ادا ہونے سے درست قرار پا جاتا ہے، جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی کے حوالہ سے گزرا۔

اور اب ہم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے چند قیمتی اقتباسات کو نقل کر کے

اپنے مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ائمہ مجتہدین جن کی شان اجتہاد علماء امت میں مسلم ہے، اگر کسی مسئلہ میں ان کے دو مختلف قول ہوں، تو ان میں سے کسی کو بھی منکر شرعی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اس کی دونوں جانبیں معروف میں داخل ہیں، ایسے مسائل میں ایک رائے کو راجح سمجھنے والے کے لیے یہ حق نہیں ہے کہ دوسرے پر ایسا انکار کرے، جیسا کہ گناہ پر کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ وتابعین میں بہت سے اجتہادی اختلافات اور متضاد اقوال کے باوجود یہ کہیں منقول نہیں کہ وہ ایک دوسرے پر فاسق یا گنہگار ہونے کا فتویٰ لگاتے ہوں، بحث وتمحیص اور مناظرے ومکالمے سب کچھ ہوتے تھے، اور ہر ایک اپنی رائے کی ترجیح کی وجوہ بیان کرتا اور دوسرے پر اعتراض کرتا تھا، لیکن کوئی کسی کو اس اختلاف کی وجہ سے گناہ گار نہ سمجھتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجتہادی اختلاف کے موقع پر یہ تو ہر ذی علم کو اختیار ہے کہ جس جانب کو راجح سمجھے اسے اختیار کرے، لیکن دوسرے کے فعل کو منکر سمجھ کر اس پر انکار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، اس سے واضح ہوا کہ اجتہادی مسائل میں جنگ و جدل، یا منافرت پھیلانے والے مقالات ومضامین امر بالمعروف یا نہی عن المنکر میں داخل نہیں، ان مسائل کو محاذِ جنگ بنانا، صرف ناواقفیت یا جہالت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے (معارف القرآن، ج۳،ص۲۵۳و۲۵۴،سورہ مائدہ، ادارۃ المعارف، کراچی، اشاعت، اپریل،۱۹۹۲ء)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہِ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار

دینا اوراس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہلِ باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا (جواہر الفقہ ، جلد اول، ص۴۱۱، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ،نومبر 2010ء)

مفتی صاحب موصوف ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے دور کی وہ تاریخ بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ تعبیر کتاب وسنت کے ماتحت جو اِن میں اختلافِ رائے پیش آیا ہے، اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلافِ مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے (جواہر الفقہ ، جلد اول، ص۴۴۲، مضمون ''اختلافِ امت پر ایک نظر'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

اور مفتی صاحب موصوف ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تعبیر کتاب وسنت کے ماتحت اختلافِ رائے جو صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین میں رہا ہے، تو بلاشبہ رحمت ہی ہے، اس کا کوئی پہلو نہ مسلمانوں کے لیے مضر ثابت ہوا، اور نہ آج ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ انہیں حدود کے اندر رہے، جن میں ان حضرات نے رکھا تھا کہ ان کا اثر نماز، جماعت، امامت اور معاشرت کے کسی معاملے پر نہ پڑتا تھا (جواہر الفقہ ، جلد اول، ص۴۴۳، مضمون ''اختلافِ امت پر ایک نظر'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی،طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

فقط۔وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ .

محمد رضوان خان 19/شعبان المعظم/1441ھ 13/اپریل/2020 بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(ضمیمہ)

گھروں وغیرہ میں نمازِ جمعہ کا آسان طریقہ

آخر میں عوام کے لیے گھروں وغیرہ میں جہاں منبر وغیرہ کی سہولت نہیں ہوتی، نہ ہی بحالاتِ موجودہ، باہر سے لوگوں کو بلانے اور دعوت دینے کی عام طور پر ضرورت، یا اجازت ہوتی، ان کے لیے ذیل میں نمازِ جمعہ کا مختصر اور سہل طریقہ لکھا جاتا ہے:

شہر کے جس علاقے یا مکان وغیرہ میں کم از کم چار عاقل، بالغ، مرد افراد موجود ہوں، خواہ باہم قریبی یا دور کے رشتہ دار ہوں، یا دوست احباب، محلّہ دار وغیرہ ہوں، وہ سب زوال سے پہلے صفائی، ستھرائی اور غسل یا وضو کرکے فارغ ہوجائیں۔

مریض و بیمار اور معذور افراد، سمجھ دار بچے اور خواتین بھی، جو پاکی کی حالت میں ہوں، اپنی حسبِ قدرت کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر، نمازِ جمعہ میں شریک ہوسکتی ہیں، اور اس کی وجہ سے ان کی ظہر کی نماز کا فریضہ بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ ادا ہوجائے گا، اور ان کو بعد میں ظہر کی نماز پڑھنا ضروری نہیں رہے گا۔

نمازِ جمعہ زوال کے بعد جلدی پڑھنا بہتر ہے، کسی وجہ سے دیر ہوجائے، تو بھی گناہ نہیں، جب تک ظہر کی نماز کا وقت ختم نہ ہو، اس وقت تک جمعہ کی نماز کا اداء وقت باقی رہتا ہے، مگر ثواب کم ہوجاتا ہے۔

زوال ہونے کے بعد، یا جمعہ شروع کرنے سے پہلے، گھر وغیرہ میں، یا جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی ہے، اس جگہ کچھ اونچی آواز میں پنج وقتہ نمازوں کی طرح جمعہ کی پہلی اذان دے دی جائے، اور جمعہ سے پہلے کی چار سنتیں ادا کرلی جائیں۔

جوافراد عاقل، بالغ، مقیم ہیں، وہ اذان کے بعد وہاں جمعہ کی تیاری کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ کریں۔

بحالتِ مذکورہ اس اذان کے بعد زیادہ وقفہ نہ دیا جائے، تو مناسب ہے، جس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اذان کے بعد، جمعہ سے پہلے کی سنتیں پڑھ لی جائیں۔

سنتوں سے فراغت کے بعد، گھر کے جس عاقل، بالغ مرد نے جمعہ پڑھانا ہو، وہ اپنی آگے بچھی ہوئی، جائے نماز کے قریب، کسی کرسی، صوفے وغیرہ پر قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ جائے، ورنہ اپنی جائے نماز پر نیچے ہی بیٹھ جائے، اور اس کے سامنے، قبلہ رُو کھڑے ہو کر، کوئی عاقل، بالغ مرد، یا سمجھ دار بچہ، کچھ اونچی آواز میں اذان دے، اس صورت میں عورت اذان نہیں دے سکتی، نہ مرد کی امامت کرا سکتی۔

اذان کے بعد جمعہ کی نماز پڑھانے والا شخص کسی قدر اونچی چیز پر، ورنہ زمین پر بچھی ہوئی، جائے نماز پر قبلہ کی طرف پشت اور نمازیوں کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو جائے، باقی افراد قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنی اپنی جائے نمازوں پر سکون واطمینان اور خاموشی سے بیٹھے رہیں، اور لایعنی وفضول باتوں اور حرکتوں سے پرہیز کریں۔

اور نماز پڑھانے والا شخص کھڑے کھڑے خطبہ کی نیت سے، سورہ فاتحہ، درود شریف، اور کوئی چھوٹی موٹی سورت پڑھے۔

اور پھر اسی طرح رخ کیے ہوئے ہونے کی حالت میں بیٹھ جائے۔

تین مرتبہ ''**سبحان ربی العظیم**'' کہنے کے برابر یا اس سے کم وبیش دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح کھڑا ہو جائے۔

اور پھر اسی طرح سے دوسرا خطبہ پڑھے، جس طرح پہلا خطبہ پڑھا تھا۔

البتہ دوسرے خطبے کو، پہلے خطبے سے کچھ مختصر کرنے کے لیے دوسرے خطبے میں، پہلے خطبے سے کوئی چھوٹی سورت پڑھ لے، یا صرف سورہ فاتحہ اور درود شریف پر اکتفاء کرلے۔

اور خطبہ اس سے مختصر بھی پڑھا جاسکتا ہے، جیسا کہ آگے مسائل میں آتا ہے۔

دونوں خطبوں کے درمیان دعاء کی قبولیت کا وقت ہے، مگر دل میں زبان ہلائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر دعاء، کرنا مناسب ہے۔

اور دوسرا خطبہ ختم ہونے کے بعد، امام اور سب مقتدی، جائے نماز پر قبلے کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوجائیں۔

اور پھر کوئی بالغ مرد یا سمجھدار بچہ اقامت کہے۔

اقامت کے بعد امام صاحب دو رکعات، نمازِ جمعہ کی نیت سے، کچھ بلند آواز سے تکبیرِ تحریمہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر نماز شروع کریں، باقی نماز پڑھنے والے بھی اسی طرح کریں، مگر وہ تکبیر آہستہ آواز میں کہیں۔

اور امام اور مقتدی، سب "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کے بعد آہستہ آواز میں "ثنا" پڑھیں۔

اور ثناء کے بعد امام "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" اور اس کے بعد "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" آہستہ آواز میں پڑھے۔

اور پھر امام بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے۔

سورہ فاتحہ کے بعد امام اور مقتدی سب آہستہ آواز میں "آمین" کہیں۔

سورہ فاتحہ کے بعد امام آہستہ آواز میں "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔

مقتدی خاموشی ویکسوئی سے امام کی قرائت سننے کی طرف متوجہ رہیں۔

پھر امام بلند آواز سے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہہ کر رکوع میں جائے۔

رکوع سے ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہتے ہوئے سر اٹھائے۔

مقتدی رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے، آہستہ آواز میں ''رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کہیں۔

پھر امام سجدے میں جانے اور سجدے سے اٹھنے کی تمام تکبیرات، بلند آواز سے کہہ کر پہلی رکعت مکمل کرے، اور تمام مقتدی خاموشی سے تکبیرات کہتے ہوئے امام کی اتباع وپیروی کرتے رہیں۔

پہلی رکعت مکمل کرنے کے بعد، دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی جائے۔

اور دوسری رکعت میں تشہد اور التحیات وغیرہ، سے فارغ ہوکر، امام دونوں طرف بلند آواز سے سلام پھیرے، اور اس کے ساتھ مقتدی آہستہ آواز میں سلام پھیریں۔

نماز سے فارغ ہوکر حسبِ موقع دعاء کرلیں، تو اچھا ہے، لیکن ضروری نہیں۔

نماز، دراصل سلام پھیرنے پر ختم ہوجاتی ہے، اور اس کے بعد دعاء یا اجتماعی دعاء ضروری نہیں ہوتی۔

لیجیے! الحمد للہ تعالیٰ آپ کے جمعہ کا فریضہ ادا ہوگیا، اب جمعہ کے بعد کی سنتیں ادا کرلیجیے، اور اس کے بعد اپنے دوسرے معمولات میں مشغول ہوجایئے۔

یہ ضرور یاد رکھیے کہ اگر عورتیں، یا سمجھ دار لڑکیاں بھی نماز باجماعت میں شرکت کریں، خواہ ایک ہو، یا زیادہ ہوں، تو ان کو مرد حضرات سے پیچھے الگ صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

نمازِ جمعہ سے پہلے حاضرین کو جمعہ کی نماز کا طریقہ بتلا دیا جائے، تو مناسب ہے، دوسری دین کی باتیں، بتلانا چاہیں، تو اور بھی بہتر اور خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، جبکہ خود نمازِ جمعہ بھی نہایت باعثِ برکت عمل ہے۔

جمعہ اور اس کے خطبہ سے متعلق چند مسائل

آخر میں تتمیماً للفائدہ ہماری تالیف ''جمعہ مبارکہ کے فضائل واحکام'' سے چند مسائل نقل کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ......: جس شخص پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہو، اور اسے جمعہ کی نماز پڑھنے سے کوئی عذر نہ ہو، تو حنفیہ کے نزدیک اسے جمعہ کے دن، جمعہ کی نماز سے پہلے اپنے گھر وغیرہ میں ظہر کی نماز پڑھنا معتبر مگر گناہ ہے۔

جبکہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایسے شخص کی ظہر کی نماز کا فریضہ صحیح اور معتبر نہیں ہوتا۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز کے لئے جانے لگے، اور ابھی جمعہ کی نماز ختم نہیں ہوئی، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز کے فرض ہونے کی حیثیت ختم ہو کر وہ نماز نفل بن جاتی ہے۔

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جب تک امام کے ساتھ جمعہ میں شریک نہ ہو، اس وقت تک اس کی ظہر کے فرض ہونے کی حیثیت برقرار رہتی ہے، اور جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کے بعد اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض بن کر ادا ہو جاتی ہے۔ [1]

---

[1] ثانیا۔ صلاۃ الظهر فی المنزل یوم الجمعة بغیر عذر :قال الحنفیة : من صلی الظهر فی منزله یوم الجمعة، قبل صلاۃ الإمام،ولاعذر له، حرم ذلک، وجازت صلاته جوازا موقوفا :فإن بدا له، ولو بمعذرة علی المذهب أن یحضر الجمعة، فتوجه إلیها، والإمام إلیها، والإمام فیها، ولم تقم بعد، بطلت صلاۃ الظهر، وصارت نفلا عند أبی حنیفة بالسعی، وإن لم یدرکها؛ لأن السعی إلی الجمعة من خصائص الجمعة، فینزل منزلتها فی حق ارتفاض الظهر احتیاطا، بخلاف ما بعد الفراغ منها؛ لأنه لیس یسعی إلیها.

وقال الصاحبان :لا تبطل حتی یدخل مع الإمام؛ لأن السعی دون الظهر، فلا ینقضه بعد تمامه، والجمعة فوق الظهر، فینقضها، وصار کما لو توجه إلی الجمعة بعد فراغ الإمام.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ......: جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب نہ ہو، جیسا کہ مسافر، یا عورت یا مریض، تو اس کو جمعہ کی نماز سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر اگر ایسا شخص ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے چل پڑے، تو حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اگر وہ جمعہ کی نماز پڑھے، تو وہ جمعہ کی نماز اس کے حق میں نفل شمار ہوتی ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل ہو جاتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مسئلہ......: جس شخص کو جمعہ کی نماز پڑھنے سے عذر ہو، اور اسے جمعہ کی نماز ختم ہونے سے پہلے عذر زائل ہونے کی امید ہو، تو اسے ظہر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واتفق أبو حنيفة وصاحباه على أن السعي إذا كان بعدما فرغ الإمام من الجمعة، لم يبطل ظهره اتفاقا.

وقال الجمهور (المالكية والشافعية في الجديد والحنابلة) : لا تصح للمرء صلاته الظهر قبل أن يصلي الإمام الجمعة، ويلزمه السعي إلى الجمعة إن ظن أنه يدركها؛ لأنها المفروضة عليه، فإن أدركها معه صلاها، وإن فاتته فعليه صلاة الظهر، وإن ظن أنه لا يدركها، انتظر حتى يتيقن أن الإمام قد صلى، ثم يصلي الظهر، والخلاصة :إنه إن صلى الظهر قبل الجمعة لا تصح وتجب عليه الجمعة، فإن كان بعد صلاة الجمعة أجزأه مع عصيانه.

ودليلهم :أنه صلى ما لم يخاطب به، وترك ما خوطب به، فلم تصح، كما لو صلى العصر مكان الظهر، ولا نزاع في أنه مخاطب بالجمعة، فسقطت عنه الظهر، كما لو كان بعيدا، ولا خلاف في أنه يأثم بتركه، وترك السعي إليها (الفقه الاسلامي وادلتۂ للزحيلي، ج٢ص ١٣٣٢، ١٣٣٣، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

[1] قال أكثر أهل العلم :من لا تجب عليه الجمعة كالمسافر والعبد والمرأة والمريض المزمن وسائر المعذورين، له أن يصلي الظهر قبل صلاة الإمام في الجمعة؛ لأنه لم يخاطب بالجمعة، فصحت منه الظهر، كما لو كان بعيدا من موضع الجمعة .فإن صلاها، ثم سعى إلى الجمعة، لم تبطل ظهره عند الجمهور، وكانت الجمعة نفلا في حقه، سواء زال عذره، أو لم يزل .وقال أبو حنيفة كما قال في الحالة الأولى :تبطل ظهره بالسعي إليها (الفقه الاسلامي وادلتۂ للزحيلي، ج٢ص ١٣٣٥، الباب الثاني ، الفصل العاشر، المبحث الثاني، المطلب التاسع)

جب تک کہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے کی امید ہو۔ [1]

مسئلہ......: اگر کوئی نمازِ جمعہ سے معذور ہو، اور وہ ظہر کی نماز پڑھ لے، پھر نمازِ جمعہ ہونے سے پہلے اس کا عذر زائل ہوجائے، مثلاً مریض کو صحت حاصل ہوجائے یا مسافر مقیم ہوجائے، تو اسے اگر جمعہ کی نماز پڑھنا ممکن ہو، تو اس کو بعض حضرات کے نزدیک نمازِ جمعہ پڑھنے کا حکم ہے، اور اگر وہ نمازِ جمعہ پڑھ لے، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی یہی جمعہ کی نماز فرض واقع ہوتی ہے، اور ظہر کی نماز نفل بن جاتی ہے۔ [2]

مسئلہ......: جو لوگ جمعہ کی نماز سے معذور ہوں، اور ان پر جمعہ کی نماز کا پڑھنا واجب نہ ہو مثلاً مریض ہوں، تو انہیں جمعہ قائم ہونے والے مقام، مثلاً شہر اور قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ کی نماز سے پہلے اور جمعہ کی نماز کے بعد بہرحال ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی شمار ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] واتفق الجمهور مع الحنفية على أنه يستحب لمن يرجو زوال عذره أن يؤخر الظهر إلى اليأس عن إدراک الجمعة؛ لأنه قد يزول عذره(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۲ص ۱۳۳۵، الباب الثانی، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

[2] فإن زال عذره بعد الفراغ من الظهر كأن قدم من السفر، أو شفى من المرض، أو انفک من وثاقه، أعاد الجمعة إن أدركها .كذلک الصبی يعيد الجمعة إذا بلغ بعد أن صلى الظهر(الفقه الاسلامی وادلتهٔ للزحیلی، ج۲ص ۱۳۳۵، الباب الثانی ، الفصل العاشر، المبحث الثانی، المطلب التاسع)

قلت أرأيت مسافرا صلى الظهر فی السفر ركعتين ثم قدم المصر فأتى الجمعة فصلى مع الإمام الجمعة أيتها الفريضة قال الجمعة هی الفريضة أستحسن ذلک وأدع القياس(الاصل المعروف بالمبسوط للشيبانی، ج ۱ ص ۳۵۶، باب صلاة الجمعة)

[3] حنفیہ کا مشہور قول یہی ہے، جبکہ ایک قول تنزیہی ہونے کا بھی ہے۔

ثالثا۔ صلاة الظهر جماعة من أصحاب الأعذار :قال الحنفية :يكره تحريما أن يصلی المعذورون من مسافر ومسجون ومريض وغيرهم الظهر بجماعة يوم الجمعة فی موطن إقامة الجمعة (فی المصر) قبل الجمعة وبعدها؛ لما فيه من الإخلال بالجمعة، إذ هی جامعة للجماعات، وربما يتطرق غير المعذور إلى الاقتداء بهم، ولما فيه من صورة معارضة الجمعة بإقامة غيرها .أما أهل القرى ممن لا جمعة عليهم فلهم صلاة الظهر بجماعة، ويكره أيضا لمن فاتتهم الجمعة من أهل المصر صلاة الظهر جماعة، وإنما يصلونها فرادى بغير جماعة ولا أذان ولا إقامة، ويستحب للمريض تأخير الظهر إلى فراغ الإمام، وكره إن لم يؤخر على الصحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ......: اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جمعہ کی پہلی اذان سنت یا مستحب ہے، بدعت نہیں۔

البتہ امام شافعی کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ انہوں نے عام حالات میں یعنی جب ضرورت نہ ہو، جمعہ کی اُس ایک اذان کو ہی مستحب قرار دیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خطبہ شروع ہونے کے وقت منبر کے سامنے ہوا کرتی تھی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الجمهور غير الحنفية : يجوز لمن فاتتهم الجمعة لعذر أو لمن لا تجب عليه الجمعة أن يصلوها ظهرا فى جماعة، تحصيلا لثواب الجماعة المذكور فى الحديث :صلاة الجماعة تفضل صلاة الفرد بخمس وعشرين درجة وروى عن ابن مسعود أنه فاتته الجمعة، فصلى بعلقمة والأسود.
لكن قال المالكية :تكره صلاة الظهر جماعة يوم الجمعة لغير أرباب الأعذار الكثيرة الوقوع، والأولى الجماعة لأرباب الأعذار الكثيرة الوقوع.
ورأى الحنابلة أنه :لا يستحب إعادتها جماعة فى مسجد النبى صلى الله عليه وسلم، ولا فى مسجد تكره إعادة الجماعة فيه، وتكره أيضا فى المسجد الذى أقيمت فيه الجمعة؛ لأنه يؤدى إلى التهمة كالرغبة عن الجمعة، أو أنه لا يرى الصلاة خلف الإمام، أو يعيد الصلاة معه فيه، وربما أفضى إلى فتنة أو لحوق ضرر به وبغيره، وإنما يصليها فى منزله أو فى موضع لاتحصل هذه المفسدة بصلاتها فيه(الفقه الاسلامى وادلتهٗ للزحيلى، ج۲ص ۱۳۳۴، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب التاسع)

[1] وأما الجمعة فمثل باقى الصلوات لا يجوز الأذان لها قبل دخول الوقت، وللجمعة أذانان، أولهما عند دخول الوقت، وهو الذى يؤتى به من خارج المسجد -على المئذنة ونحوها -وقد أمر به سيدنا عثمان رضى الله عنه حين كثر الناس.
والثانى وهو الذى يؤتى به إذا صعد الإمام على المنبر، ويكون داخل المسجد بين يدى الخطيب، وهذا هو الذى كان فى عهد النبى صلى الله عليه وسلم وعهد أبى بكر وعمر حتى أحدث عثمان الأذان الثانى.
وكلا الأذانين مشروع إلا ما روى عن الشافعى من أنه استحب أن يكون للجمعة أذان واحد عند المنبر. هذا وقد اختلف الفقهاء فيما يتعلق بأذانى الجمعة من أحكام وأيهما المعتبر فى تحريم البيع (ر :بيع، وصلاة الجمعة)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص ۳۶۳، ۳۶۴، ماده " اذان")
(قوله :ثم يؤذن لها ثانيا)أى على جهة السنية، وحاصل ما ذكر أن الأذان الأول مستحب، والثانى سنة.
قال عج :والذى ينبغى أن يقال إن كل واحد من الأذانين سنة كما فى أذانى الجمعة، وينبغى أن يكون الثانى آكد من الأول(حاشية العدوى على كفاية الطالب الربانى لابى الحسن العدوى المالكى ،ج ۱ ص ۲۵۵، كتاب الصلاة ، باب الاذان والاقامة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام شافعی کے نزدیک اگر لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے دوسری اذان دی جائے، تو کوئی حرج بھی نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قوله (ثم يجلس إلى فراغ الأذان) الصحيح من المذهب :أن الأذان الأول مستحب، وقال ابن أبى موسى :الأذان المحرم للبيع واجب .ذكره بعضهم رواية، وقال بعض الأصحاب :يسقط الفرض يوم الجمعة بأول أذان، وقال ابن البنا فى العقود :يباح الأذان الأول، ولا يستحب، وقال المصنف : ومن سنن الخطبة :الأذان لها إذا جلس الإمام على المنبر.

قال فى مجمع البحرين :إن أراد :مشروع، من حيث الجملة، أو فى هذا الموضع .فلا كلام، وإن أراد به :سنة يجوز تركه فليس كذلك بغير خلاف ثم قال :قلت :فإن صليناها قبل الزوال، فلم أجد لأصحابنا فى الأذان الأول كلاما فيحتمل أن لا يشرع، ويحتمل أن يشرع كالثانى .انتهى.

وأما وجوب السعى إليها :فيأتى حكمه والخلاف فيه عند قوله ويبكر إليها ماشيا (الانصاف للمرداوى الحنبلى، ج٢ص ٣٩٦، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

أخبرنا الشافعى فى القديم قال :أخبرنا بعض أصحابنا، عن (ابن) أبى ذئب، عن الزهرى فذكر بمعناه وقال فى آخره :ثم أحدث عثمان الأذان الأول على الزوراء .

قال الشافعى :وأيهما كان -يعنى ما أحدثه عثمان أو معاوية -فالأمر الذى كان على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أحب(الشافى فى شرح مسند الشافعى لابن اثير الجزرى، ج٢ص١٨٨، كتاب الصلاة، الباب الرابع، الفرع السادس)

[1] وقال الشافعى -فيما حكاه ابن عبد البر :-أحب إلى أن يكون الأذان يوم الجمعة حين يجلس الإمام على المنبر بين يديه، فإذا قعد أخذ المؤذن فى الأذان، فإذا فرغ قام فخطب، قال :وكان عطاءٍ ينكر أن يكون عثمان أحدث الأذان الثانى، وقال :إنما أحدثه معاوية.

قال الشافعى :وأيهما كان، فالأذان الذى كان على عهد النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وهو الذى ينهى الناس عنده عن البيع.

ولأصحابه فى أذان الجمعة -على قولهم :الأذان سنة -وجهان:

أحدهما :أنه سنة -أيضاً.

والثانى :أنه للجمعة خاصة فرض كفاية.فعلى هذا :هل تسقط الكفاية بالأذان الأول، أو لا تسقط الا بالاذان بين يدى الإمام؟ على وجهين -أيضاً.

ومن أصحابنا من قال :يسقط الفرض بالأذان الأول، وفيه نظر .والله أعلم.

وقال القاضى أبو يعلى :المستحب أن لا يؤذن الا أذان واحد، وهو بعد جلوس الإمام على المنبر، فإن أذن لها بعد الزوال وقبل جلوس الإمام جاز، ولم يكره.

ثم ذكر حديث السائب بن يزيد هذا.

ونقل حرب، عن إسحاق بن راهويه :أن الأذان الأول للجمعة محدث،احدثه عثمان، رأى أنه لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ.......: امام کے منبر یا کُرسی پر جا کر بیٹھ جانے کے بعد اس کے سامنے مؤذن کو کھڑے ہوکر جمعہ کی دوسری اذان دینا سنت ہے۔ [1]

مسئلہ.......: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خطبہ کا رکن، تحمید (یعنی الحمدللہ) یا تہلیل (یعنی لاالٰہ الا اللہ) یا تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہہ دینا ہے، لہٰذا اگر کوئی ان میں سے کسی لفظ پر بھی اکتفاء کرلے، تو اس کے خطبہ کی فرضیت ادا ہوجاتی ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ کہلاتا ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک خطبہ میں اتنا طویل ذکر شرط ہے، جس کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اور ان حضرات کے نزدیک اس کی ادنیٰ مقدار نماز میں پڑھے جانے والے تشہد (یعنی پوری التحیّات) کے برابر ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسمعه إلا أن يزيد فى المؤذنين، ليعلم الأبعدين ذلک، فصار سنة :لأن على الخلفاء النظر فى مثل ذلک للناس.

وهذا يفهم منه أن ذلک راجع إلى رأى الإمام، فإن احتاج اليه لكثرة الناس فعله، وإلا فلا حاجة إليه (فتح البارى لابنِ رجب، ج٨ص ٢٢٠، ٢٢١، كتاب الجمعة، باب الاذان يوم الجمعة)

[1] الأذان بين يدى الخطيب، إذا جلس على المنبر .وهذا الأذان هو الذى كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨١، مادة "خطبة")

[2] أركانها :اختلف الفقهاء فى أركان خطبة الجمعة:

فذهب أبو حنيفة إلى أن ركن الخطبة تحميدة أو تهليلة أو تسبيحة، لأن المأمور به فى قوله تعالى: (فاسعوا إلى ذكر الله) مطلق الذكر الشامل للقليل والكثير، والمأثور عنه صلى الله عليه وسلم لا يكون بيانا لعدم الإجمال فى لفظ الذكر.

وقال الصاحبان :لا بد من ذكر طويل يسمى خطبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٧٧، مادة "خطبة")

ولو اقتصر الخطيب على ذكر الله تعالى كتحميدة أو تهليلة أو تسبيحة، فقال :الحمد لله، أو سبحان الله، أو لا إله إلا الله، جاز عند أبى حنيفة مع الكراهة، لقوله تعالى :(فاسعَوْا إلى ذكر الله) والمراد به الخطبة باتفاق المفسرين، وقد أطلق عليها الذكر، من غير فصل بين قليل وكثير، فالزيادة عليها نسخ، وروى أن عثمان رضى الله عنه :لما صعد المنبر أول جمعة ولّى، قال :الحمد لله، فأرتج (أى أغلق)، فنزل، وصلى وكان بمحضر من علماء الصحابة، ولم ينكر عليه أحد، فدل على أن هذا المقدار كاف.

وقال الصاحبان :لا بد من ذِكر طويل يسمى خطبة، وأقله قدر التشهد؛ لأن الخطبة هى الواجبة، والتسبيحة أو التحميدة لا تسمى خطبة (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص ١٣٠٤، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

اور مالکیہ کا فرمانا یہ ہے کہ عرب کے نزدیک جس مقدار کو خطبہ قرار دیا جاسکے، اتنی مقدار میں خطبہ کا پڑھنا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ [1]

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ میں اللہ کی حمد اور درود شریف اور کسی آیت کی قرائت وغیرہ کا ہونا رکن اور فرض ہونے میں داخل ہے۔ [2]

مسئلہ......: حنفیہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں۔

---

[1] أمـا المالكية فيرون أن ركنها هو أقل ما يسمى خطبة عند العرب ولو سجعتين، نحو :اتقوا الله فيما أمر، وانتهوا عما عنه نهى وزجر.
فإن سبح أو هلل أو كبر لم يجزه.
وجزم ابن العربى أن أقلها حمد الله والصلاة على نبيه صلى الله عليه وسلم وتحذير، وتبشير، ويقرأ شيئا من القرآن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٧٧، مادة "خطبة")

[2] وذهب الشافعية إلى أن لها خمسة أركان وهى:
أ -حمد الله، ويتعين لفظ (الله) ولفظ (الحمد).
ب -الصـلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ويتعين صيغة صلاة، وذكر النبى صلى الله عليه وسلم باسمه أو بصفته، فلا يكفى صلى الله عليه.
ج -الوصية بالتقوى، ولا يتعين لفظها.
د -الدعاء للمؤمنين فى الخطبة الثانية.
هـ -قراءة آية مفهمة -ولو فى إحداهما -فلا يكتفى بنحو "ثم نظر"، لعدم استقلالها بالإفهام، ولا بمنسوخ التلاوة، ويسن جعلها فى الخطبة الأولى.
واستدلوا على هذه الأركان بفعل النبى صلى الله عليه وسلم.
أما أركانها عند الحنابلة فأربعة، وهى :
أ -حمد الله تعالى بلفظ الحمد.
ب -الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيغة الصلاة.
ح -الموعظة، وهى القصد من الخطبة، فلا يجوز الإخلال بها.
د -قراءة آية كاملة وزاد بعضهم ركنين آخرين :
أ -الموالاة بين الخطبتين، وبينهما وبين الصلاة.
فلا يفصل بين أجزاء الخطبتين، ولا بين إحداهما وبين الأخرى، ولا بين الخطبتين وبين الصلاة.
ب -الجهر بحيث يسمع العدد المعتبر للجمعة، حيث لا مانع.
وعـدهما الآخرون فى الشروط -وهو الأليق -كـمـا يعرف من الفرق بين الركن والشرط فى علم أصول الفقه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص،١٧٧، ١٧٨، مادة "خطبة")

البتہ شافعیہ کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا خطبہ صحیح ہونے کے لئے شرط اور ضروری ہے۔ [1]

اور فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا دورانیہ مختصر ہونا چاہئے، جس کی مقدار بعض حضرات کے نزدیک تین آیات، اور بعض کے نزدیک سورہ اخلاص کے بقدر، اور بعض کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کی مقدار ہے۔ [2]

مسئلہ......: دونوں خطبوں کا مختصر ہونا اور دوسرے خطبہ کا پہلے خطبہ سے بھی مختصر ہونا سنت ومستحب ہے۔ [3]

---

[1] الجلوس بين الخطبتين مطمئنا فيه، للاتباع.

وهو سنة عند الجمهور .وشرط عند الشافعية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨٣، مادة "خطبة")

ذهب الحنفية، وجمهور المالكية، والحنابلة فى الصحيح من المذهب إلى أن الجلوس بين خطبتي الجمعة، والعيدين سنة، لما روى عن أبى إسحاق قال :رأيت عليا يخطب على المنبر فلم يجلس حتى فرغ.

ويرى الشافعية وهو رواية عن أحمد أن الجلوس بينهما بطمأنينة شرط من شروط الخطبة، لخبر الصحيحين أنه صلى الله عليه وسلم كان يخطب يوم الجمعة خطبتين يجلس بينهما(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥، ص ٢٧٠، مادة "جلوس")

[2] ولا خلاف بين الفقهاء أن صفة هذه الجلسة أن تكون خفيفة، وأما مقدارها فقد قيل :مقدار قراءة ثلاث آيات، وقال جماعة من الفقهاء :بقدر سورة الإخلاص، وقيل :مقدار الجلسة بين السجدتين لأنه فصل بين مشتبهتين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥، ص ٢٧٠، مادة "جلوس")

[3] تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى ، لقوله صلى الله عليه وسلم :إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته مئنة من فقهه، فأطيلوا الصلاة، واقصروا الخطبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨٢، مادة "خطبة")

تقصير الخطبتين، وكون الثانية أقصر من الأولى :سنة عند الجمهور، مندوب عند المالكية، لما روى مسلم عن عمار مرفوعاً :إن طول صلاة الرجل، وقصر خطبته مئنة فقهه، فأطيلوا الصلاة، وقصروا الخطبة .

ويسن أيضاً كون الخطبة بليغة مفهومة بلا تمطيط كالأذان، وأن يتعظ الخطيب بما يعظ به الناس، ليحصل الانتفاع بوعظه، ولقوله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون، كَبُر مقتاً عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون)(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص ١٣١٤، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب السادس)

مسئلہ......: خطبہ صحیح ہونے کے لئے خطبہ کے وقت اتنے لوگوں کا حاضر ہونا شرط ہے کہ ان کی وجہ سے جمعہ صحیح ہوجاتا ہو، جن کی تعداد حنفیہ کے راجح قول کے مطابق امام کے علاوہ کم از کم تین ایسے افراد کا ہونا ہے، جو امامت کی اہلیت رکھتے ہوں، یعنی عاقل، بالغ اور مرد، البتہ مقیم ہونا ضروری نہیں۔ [1]

جبکہ مالکیہ کے نزدیک جمعہ کے خطبہ میں بارہ اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک چالیس ایسے افراد

---

[1] حنفیہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین افراد کی موجودگی کا قول مشہور اور دلیل کے اعتبار سے راجح ہے، اور حنفیہ کے ایک قول کے مطابق امام کے علاوہ صرف ایک شخص کا موجود ہونا کافی ہے۔

حضور جماعة تنعقد بهم .

واختلفوا فی العدد الذی تصح بهم، فذهب الحنفية إلى أنه يكفى حضور واحد من أهلها سوى الإمام -على الصحيح (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٧٩، مادة "خطبة")

وأقل الجماعة عند أبى حنيفة ومحمد فى الأصح :ثلاثة رجال سوى الإمام، ولو كانوا مسافرين أو مرضى؛ لأن أقل الجمع الصحيح إنما هو الثلاث، والجماعة شرط مستقل فى الجمعة، لقوله تعالى :(فاسعوا إلى ذكر الله) والجمعة مشتقة من الجماعة، ولا بد لهم من مذكر وهو الخطيب .فإن تركوا الإمام أو نفروا بعد التحريمة قبل السجود، فسدت الجمعة، وصليت الظهر .وإن عادوا وأدركوا الإمام راكعاً، أو بقى ثلاثة رجال يصلون مع الإمام .أو نفروا بعد الخطبة وصلى الإمام بآخرين، صحت الجمعة، فوجود الجماعة :شرط انعقاد الأداء ، لا شرط دوام وبقاء إلى آخر الصلاة، ولا يتحقق الأداء إلا بوجود تمام الأركان وهى القيام والقراء ة والركوع والسجود، فلو نفروا بعد التحريمة قبل السجود فسدت الجمعة، ويستقبل (يستأنف) لظهر، كما بينا (الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص١٢٩٥ و ١٢٩٦، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

(قوله وأقلها ثلاثة رجال) أطلق فيهم فشمل العبيد والمسافرين والمرضى والأميين والخرسى لصلاحيتهم للإمامة فى الجمعة، إما لكل أحد أو لمن هو مثلهم فى الأمى والأخرس فصلحا أن يقتديا بمن فوقهما، واحترز بالرجال عن النساء والصبيان فإن الجمعة لا تصح بهم وحدهم لعدم صلاحيتهم للإمامة فيها بحال بحر عن المحيط (قوله ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة) أى على رواية اشتراط حضور ثلاثة فى الخطبة أما على رواية عدم الاشتراط أصلا أو أنه يكفى حضور واحد فأظهر (قوله سوى الإمام) هذا عند أبى حنيفة ورجح الشارحون دليله واختاره المحبوبى والنسفى كذا فى تصحيح الشيخ قاسم (رد المحتار، ج٢، ص ١٥١، باب الجمعة)

کی حاضری شرط ہے کہ جو جمعہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ [1]

مسئلہ......: حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک خطبہ کھڑے ہوکر دینا سنت ہے، اور اگر دونوں خطبے بیٹھ کر دیئے جائیں، یا ایک خطبہ بیٹھ کر اور ایک کھڑے ہوکر دیا جائے، تو بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلافِ سنت اور مکروہ کہلاتا ہے۔

اور شافعیہ اور اکثر مالکیہ کے نزدیک خطبہ کے دوران قیام یعنی کھڑا ہونا فرض یا واجب درجہ کا عمل ہے۔ [2]

---

[1] أمـا الـمـالـكية فيرون وجـوب حـضـور اثـنـى عشر من أهلهـا الخطبتين، فـإن لم يحضروهما من أولهما لم يكتف بذلك؛ لأنهما منزلتان منزلة ركعتين من الظهر .
وذهب الشافعية والحنابلة إلى وجوب حضور أربعين من أهل وجوبها.
فـلـو حـضـر العدد، ثم انفضوا كلهم أو بعضهم، وبقي ما دون الأربعين، فإن انفضوا قبل افتتـاح الخطبة لم يبتدأ بها حتى يجتمع أربعون، وإن كان فى أثنائها فإن الركن المأتى به فـى غيبتهـم غيـر مـحسـوب، فـإن عـادوا قبـل طول الفصل بنى على خطبته، وبعد طوله يستـأنـفهـا لفوات شرطها وهو الموالاة .هـذا هـو الـمعتمد وفى المذاهب أقوال أخرى ينظر فى المطولات(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٧٩، مادة "خطبة")

[2] وأما السنن المختلف فيها فهى:
القيام فى الخطبة مع القدرة، للاتباع.
وهو شرط عند الشافعية وأكثر المالكية.
وقال الدردير :الأظهر أن القيام واجب غير شرط، فإن جلس أثم وصحت .
فـإن عجز خطب قاعدا فإن لم يمكنه خطب مضطجعا كالصلاة، ويجوز الاقتداء به سواء أقال لا أستطيع أم سكت؛ لأن الظاهر أن ذلك لعذر.
والأولـى لـلـعـاجـز الاسـتـنـابة وهـو سـنة عـنـد الحنفية والحنابلة، ولو قعد فيهما أو فى إحداهما أجزأ، وكره من غير عذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨٣، مادة "خطبة")
ولـو خـطـب قـاعـداً أو عـلى غير طهارة، جاز لحصول المقصود، إلا أنه يكره لمخالفته الـمـوروث، ولـلـفصل بينها وبين الصلاة لتجديد طهارته، فالطهارة والقيام سنةعندهم، والسبـب فـى ذلك أنهـا لا تقوم مقام الركعتين فى الأصح؛ لأنها تنافى الصلاة، لما فيها مـن استـدبـار الـقبـلة والـكـلام، فـلا يشتـرط لها شرائط الصلاة (الفقه الاسلامى وادلتهٔ لـلـزحيـلـى، ج٢ص١٣٠٣ ، البـاب الثـانـى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب الخامس)

البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر خطبہ دیا جائے، تو پھر کسی کے نزدیک بھی مکروہ نہیں، اور بلا کراہت جائز اور ادا ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ......: اگر منبر میسر نہ ہو، تو کسی بھی قدرے اونچی چیز پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا چاہئے، اور اگر کھڑے ہونے کے لئے کوئی مناسب چیز میسر نہ ہو، تو کمر کی طرف سے لکڑی، دیوار وغیرہ کا سہارا لے کر خطبہ دینا مناسب ہے، ضروری پھر بھی نہیں۔ [2]

مسئلہ......: خطبہ کے وقت فی نفسہ ہاتھ میں عصا (یعنی لاٹھی) لینا سنت و مستحب درجہ کا عمل ہے، لہٰذا اس کو اسی درجہ میں رکھنا چاہئے، اور اس کو اس کے درجہ سے بڑھا کر فرض یا واجب نہیں سمجھنا چاہئے۔

---

[1] من خطب جالسا :فإن كان لعذر فلا خلاف بين الفقهاء فى أنه يجوز، لأن الصلاة تصح من القاعد العاجز عن القيام فالخطبة أولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٥، ص ٢٧٠، مادة "جلوس")

[2] تنقسم هذه السنن إلى سنن متفق عليها وأخرى مختلف فيها

أما السنن المتفق عليها فهى:

أن تكون الخطبة على منبر لإلقاء الخطبة، اتباعا للسنة، ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب (بالنسبة للمصلى) ، للاتباع.

فإن لم يتيسر المنبر فعلى موضع مرتفع؛ لأنه أبلغ فى الإعلام(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٩، ص ١٨١، مادة "خطبة")

ذهب الفقهاء إلى أن اتخاذ المنبر سنة مجمع عليها؛ كما أنه يسن أن تكون الخطبة على المنبر؛ وكذلك الجلوس على المنبر قبل الشروع فى الخطبة .

ويستحب أن يكون المنبر على يمين المحراب بالنسبة للمصلين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٩، ٨٥، مادة "منبر")

كونها على منبر، بالاتفاق، اتباعاً للسنة كما روى الشيخان، ويسن أن يكون المنبر على يمين المحراب (أى مصلى الإمام) إذ هكذا وضع منبره صلّى الله عليه وسلم، وينبغى أن يكون بين المنبر والقبلة قدر ذراع أو ذراعين.

فإن لم يتيسر المنبر فعلى موضع مرتفع، لأنه أبلغ فى الإعلام، فإن تعذر استند إلى نحو خشبة كما كان يفعل صلّى الله عليه وسلم قبل إيجاد المنبر، وكان النبى قد خطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحول إليه، فحن الجذع، فأتاه النبى صلّى الله عليه وسلم فالتزمه أو مسحه.

وكان منبره صلّى الله عليه وسلم ثلاث درجات غير درجة المستراح .ويستحب أن يقف على الدرجة التى تليها، كما كان يفعل النبى عليه السلام(الفقه الاسلامى وادلتهٔ للزحيلى، ج٢ص ١٣١١، ١٣١٢، الباب الثانى ، الفصل العاشر، المبحث الثانى، المطلب السادس)

مسئلہ......: جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے خطبہ کا ہونا شرط اور ضروری ہے، اور جمعہ کے خطبہ کا جمعہ کی نماز سے پہلے واقع ہونا بھی شرط ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ جمعہ کا خطبہ کا پڑھنا اور نماز سے پہلے پڑھنا ثابت ہے، اور کبھی اس کے خلاف ثابت نہیں۔ [1]

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جمعہ مبارکہ کے فضائل واحکام، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

---

[1] بلکہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے دونوں خطبوں کا ہونا شرط ہے۔

أن تكون قبل الصلاة :فلو خطب بعدها أعاد الصلاة -فقط -إن قرب، وإلا استأنفها؛ لأن من شروطها وصل الصلاة بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٩، ص ١٧٨، ١٧٩، مادة "خطبة")

الخطبة :ويشترط تقدمها على الصلاة، وهي كل ذكر يسمى في عرف الناس خطبة، فمتى جاء الإمام بذلك بعد دخول الوقت، فقد تأدى الشرط وصحت الخطبة، سواء كان قائما، أو قاعدا أتى بخطبتين أو خطبة واحدة، تلا فيها قرآنا أم لا، عربية كانت أو عجمية، إلا أنها ينبغي أن تكون قبل الصلاة، إذ هي شرط، وشرط الشيء لا بد أن يكون سابقا عليه وهذا عند الحنفية .

واشترط لها المالكية والشافعية والحنابلة خطبتين مستدلين على ذلك بمواظبة النبي صلى الله عليه وسلم .

واعتبر الشافعية للخطبة أركانا خمسة لا بد من توافرها وهي :حمد الله، والصلاة على رسوله، والوصية بالتقوى .وهذه الثلاثة أركان في كل من الخطبتين، والرابع :قراءة آية من القرآن في إحداهما، والخامس :ما يقع عليه اسم الدعاء للمؤمنين في الخطبة الثانية .

واشترط الحنابلة من هذه الأركان قراءة آية من القرآن .قال ابن قدامة . . .قال أصحابنا :ولا يكفي في القراءة أقل من آية؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم لم يقتصر على أقل من ذلك وما عدا ذلك مستحب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٢٠١، ٢٠٢، مادة "صلاة الجمعة")

(ضمیمہ ثانیہ)

بحالتِ موجودہ جمعہ سے متعلق ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ کا فتویٰ

بندہ محمد رضوان عرض کرتا ہے کہ بحالاتِ موجودہ، نمازِ جمعہ اور نمازِ ظہر سے متعلق مذکورہ مضمون مکمل کیا جاچکا تھا، اور سرِ دست نشر واشاعت کی سہولت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ غفران کی ویب سائٹ اور دوسرے ذرائع سے اس تحریر کے نشر واشاعت کی تیاری تھی، اسی دوران بالکل آخری وقت میں ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ کا ایک فتویٰ، سوشل میڈیا کے ذریعے، دستیاب ہوا، اگرچہ اس فتویٰ پر تاریخ 6 / شعبان المعظم کی درج ہے۔

اس فتویٰ سے بھی ہماری مذکورہ تحریر میں مفصل ومدلل اصولی موقف کی تائید ہوتی ہے، اگرچہ شرعی وفقہی دلائل اور فقہائے کرام کی تصریحات کے بعد اس فتویٰ کی تائید کی بھی خاطر خواہ ضرورت نہیں تھی، لیکن چونکہ جمعہ کا مذکورہ مسئلہ پاکستان کے علاوہ، ہندوستان اور دوسرے ممالک میں بھی زیرِ بحث اور زیرِ عمل ہے۔

نیز ’’دارالعلوم دیوبند‘‘ کا علمی دنیا میں، جو مخصوص علمی تشخص اور عوامی دنیا میں وسیع تاثر پایا جاتا ہے، اس کے پیشِ نظر، بحالتِ موجودہ علمی وعوامی وسیع تر حلقوں میں، ہماری اس تحریر کے مقابلے میں، اس فتویٰ کی اہمیت زیادہ اثر رکھتی ہے۔

اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس فتویٰ کو بھی ذیل میں مِن وعَن نقل کردیا جائے، البتہ کچھ مقامات پر حواشی میں، بندہ کی طرف سے وضاحت کی ضرورت پیش آئی ہے۔

محمد رضوان۔22 / شعبان المعظم / 1441ھ ۔16 / اپریل / 2020ء ، بروز جمعرات

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

حضرات مفتیانِ کرام، دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ملک کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر نمازِ جمعہ کے سلسلہ میں پہلے یہ ہدایت دی گئی تھی کہ مساجد کے اندر تو امام، مؤذن اور دو، تین افراد مل کر نمازِ جمعہ ادا کرلیں، اور باقی حضرات اگر کسی کے مکان کی بیٹھک یا باہری کمرہ میں اذنِ عام کی شرط کے ساتھ جمعہ ادا کرسکتے ہوں، یعنی انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی کا اندیشہ وغیرہ نہ ہو، تو جمعہ ادا کریں، اور جن لوگوں کے لئے جمعہ کی صورت نہ بن سکے، تو وہ اپنے اپنے گھروں پر انفرادی طور پر ظہر کی نماز

پڑھیں، اور دارالافتاء سے مفتی محمود حسن صاحب بلند شہری اور مفتی زین الاسلام صاحب نے بھی آڈیوفون پر لوگوں کو یہی مسئلہ بتایا، میں نے اپنی آڈیو میں ان دونوں حضرات کا حوالہ بھی دیا تھا۔

پھر جمعہ کو دارالعلوم کے مفتیانِ کرام نے بھی باہمی مشورے سے یہی طے کیا تھا، جس کا مجھے علم نہ ہوسکا۔ اس کے بعد جمعہ کو بعض اہلِ علم اور مفتیانِ کرام کی رائے، اس کے خلاف سامنے آئی، اس لئے میں نے اُن حضرات کی تحریر کی بنیاد پر ''نمازِ جمعہ سے متعلق ضروری وضاحت'' کے عنوان سے ایک تحریر جاری کردی، جمعہ کا دن تھا، اور جمعہ کا وقت قریب تھا، اس لیے آپ حضرات سے مشورہ نہیں کیا جاسکا، اور اب اکثر اہلِ علم نے اُن حضرات کی تحریر پر بے اطمینانی کا اظہار کیا ہے، پس ایسی صورت میں آپ حضرات درجِ ذیل مسائل کے سلسلہ میں تحریری طور پر دارالافتاء کے موقف سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ آئندہ لوگوں کو اسی کے مطابق عمل کی ہدایت دی جائے۔

(1) ملک کی موجودہ صورت حال میں مساجد اور غیر مساجد میں جمعہ کے باب میں حکمِ شرعی کیا ہے؟

(2) جن لوگوں کے لئے جمعہ کی کوئی صورت نہ بن سکے، وہ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں گے، یا انفرادی طور پر؟

مہتمم دارالعلوم دیوبند ۳/ ۸/ ۱۴۴۱ھ = ۲۹/ ۳/ ۲۰۲۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

(1): کورونا وائرس کو لے کر پورے ملک میں جو لاک ڈاؤن ہوا ہے، اُس کے پیشِ نظر، حالات کی بحالی تک، مساجد یا غیر مساجد میں جمعہ کے سلسلہ میں درجِ ذیل تفصیل ہوگی:

الف: جن شہروں، قصبات یا بڑے گاؤں میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہاں کی مساجد میں باقاعدہ جمعہ ہوتا آرہا ہے، وہاں موجودہ صورتِ حال میں انتظامیہ (پرشاسن) کی

طرف سے جتنے افراد کی اجازت ہو، اُن کے ساتھ جمعہ قائم کیا جائے، بہ شرطیکہ امام کے علاوہ کم از کم تین مرد مقتدی ہوں۔ [1]

اور اگر کسی شہر یا قصبہ میں موجودہ صورتِ حال سے پہلے، وہاں کی بعض مساجد میں جمعہ ہوتا تھا، اور بعض میں نہیں، تو جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا تھا، وہاں بھی حالات کی بحالی تک (انتظامیہ کی اجازت کے مطابق) چار، پانچ افراد کے ساتھ جمعہ ادا کرلیا جائے، تاکہ کچھ لوگوں کا جمعہ وہاں ہوجائے۔ [2]

اور ملک کی موجودہ صورتِ حال میں مساجد میں جو پانچ، چھ سے زائد لوگوں کو منع کیا جارہا ہے، یہ قانونی مصلحت اور حکومتی پابندی کی بناء پر ہے، اور ایسی ممانعت اذنِ عام کے منافی نہیں ہوتی، کیونکہ مقصد لوگوں کو نمازِ جمعہ سے روکنا نہیں ہے، بلکہ قانون شکنی کی صورت میں ہونے والی بڑی پریشانیوں سے بچنا ہے۔

أما اذا كان لمنع عدو يخشى دخوله وهو فى الصلاة فالظاهر وجوب الغلق، ١٥. حلبى (حاشية الطحطاوى على الدر، ١:٣٤٤، ط: مكتبة الاتحاد، ديوبند)

قوله: "لم تنعقد": يحمل على ما اذا منع الناس لا ما اذا كان لمنع عدو أو لقديم عادة، وقد مر (المصدر السابق، ١:٣٤٤، ط: مكتبة الاتحاد، ديوبند)

امدادُ الفتاویٰ میں ہے:

اذنِ عام ہونا بھی منجملہ شرائطِ صحتِ جمعہ ہے، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ خود نماز پڑھنے والے کو روکنا وہاں مقصود نہ ہو، باقی اگر روک ٹوک کسی اور ضرورت سے ہو، وہ اذنِ عام میں مخل نہیں (امداد الفتاویٰ، ۱:۶۱۴، مطبوعہ: مکتبہ زکریا، دیوبند)

---

[1] ہمارا موقف بھی یہی ہے۔ محمد رضوان خان۔

[2] ملاحظہ فرمایئے کہ اس فتوے میں جمعہ کے اسلامی شعار کو قائم اور وسیع کرنے پر ہی زور دیا گیا ہے، اور جہاں تک ممکن ہو، اسی کے مطابق، اس شعار کو ادا کرنے اور بڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ محمد رضوان خان۔

امداد الاحکام میں ہے:

اگر چھاؤنی یا قلعہ میں جمعہ ادا کیا جائے، تو جائز ہے، گو چھاؤنی اور قلعے میں دوسرے لوگ نہ آ سکتے ہوں، کیونکہ مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے، بلکہ انتظام مقصود ہے (امداد الاحکام، ۱:۷۵۱، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم، کراچی)

ب: محلّہ کے جو لوگ مسجد میں جمعہ ادا نہ کر سکیں، اور وہ اپنی بیٹھک یا باہری کمرے میں انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی یا روک ٹوک کے بغیر، اذنِ عام کے ساتھ جمعہ قائم کر سکتے ہوں، یعنی: آس پاس والوں کو جمعہ کی اطلاع کر دی جائے، تاکہ جو کوئی جمعہ میں آنا چاہے، آ سکے، اگرچہ قانونی مصلحت اور حکومتی پابندی کی وجہ سے پانچ کے بعد مزید لوگوں کو منع کر دیا جائے، تو وہ حضرات بھی امام کے علاوہ کم از کم تین بالغ مرد مقتدیوں کو لے کر مختصر خطبہ اور مختصر قرائت کے ساتھ جمعہ ہی ادا کریں، اور اگر کسی جگہ انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی یا روک ٹوک کا اندیشہ ہو تو جمعہ سے پہلے زبانی بات چیت کے ذریعہ انہیں اعتماد میں لے لیا جائے۔[1]

اور بطورِ احتیاط درجِ ذیل دو باتوں کا مزید لحاظ رکھا جائے:

ایک: جو شخص اپنے گھر کی بیٹھک یا باہری کمرے میں آس پاس کے تین، چار لوگوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنا چاہے، وہ خطرات اور اندیشوں کے سلسلے میں محض اپنی رائے پر بھروسہ نہ

---

[1] ہمارے نزدیک مذکورہ تفصیل کے ساتھ بھی جمعہ جائز ہے، لیکن تعددِ جمعہ کے مفتیٰ بہ ہونے اور اس کے مطابق ہی عمل درآمد ہونے کی صورت میں، آس پاس والوں کو جمعہ کی اطلاع کرنے، یا اعتماد میں لینے کی بھی ضرورت نہیں، بالخصوص جبکہ اپنے گھر کے چار پانچ افراد کے علاوہ، آس پاس کے لوگ مسلمان بھی نہ ہوں۔

کیونکہ جب ایک چیز کی فقہی راستہ میں گنجائش موجود ہو، تو اس تکلف میں پڑنا ضروری نہ ہوگا، بالخصوص جبکہ وہ تکلف بھی زبانی جمع خرچ تک محدود ہو، اور اس میں قانون شکنی وغیرہ کی وجہ سے خطرات کا بھی اندیشہ ہے، اسی وجہ سے ہمارے نزدیک نہ بیٹھک میں جمعہ پڑھنے کا تکلف اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی باہری کمرے میں پڑھنا ضروری ہے، بلکہ جس جگہ جمعہ پڑھنے میں سہولت ہو، وہاں ادا کر لینا کافی ہے۔

ممکن ہے کہ چار افراد، ایسی جگہ موجود ہوں، جہاں نہ باہری کمرہ ہو، اور نہ ہی بیٹھک ہو، مثلاً بالائی منزل، یا کسی فلیٹ میں ہوں، یا ایک کمرہ کے اندر موجود ہوں، اور بیرونی بیٹھک وغیرہ موجود نہ ہو، یا باہر کی طرف جو صحن، یا جگہ یا کمرہ وغیرہ ہے، وہ جمعہ پڑھنے کے قابل ہی نہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔ محمد رضوان خان۔

کرے، بلکہ ایک، دو مقامی علماء اور حالات وواقعات پر گہری نظر رکھنے والے اہلِ محلّہ سے بھی مشورہ کر لے۔

دوسری بات: آئندہ کے حالات کے بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہا جا سکتا، اس لئے ہر جمعہ کو بیٹھک، یا باہری کمرے میں جمعہ قائم کرنے میں خاص اُس دن کے حالات مدنظر رکھے جائیں، حالات سے صرفِ نظر کر کے کسی سابقہ جمعہ کو نظیر نہ بنایا جائے، یعنی اگر کسی جمعہ میں حالات زیادہ سخت ہو جائیں، تو اُنہیں مدنظر رکھا جائے۔

ج: اور جو حضرات اپنی بیٹھک یا باہری کمرے میں اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جمعہ قائم نہ کر سکیں، خواہ اس وجہ سے کہ کوئی جمعہ پڑھانے والا میسر نہ ہو، یا انتظامیہ کی طرف سے کسی پریشانی یا روک ٹوک کا اندیشہ ہو، اور انتظامیہ کو اعتماد میں نہ لیا جا سکے، یا کسی کی طبیعت پر خوف وہراس غالب ہو، یا امام کے علاوہ مرد مقتدی صرف ایک یا دو ہوں، وہ حضرات شریعت کی نظر میں معذور ہوں گے، اور اُن کے لئے جمعہ کی جگہ ظہر پڑھنا بلا کراہت درست ہوگا، کیونکہ اسلام میں اپنے کو پریشانی میں ڈالنے کا حکم نہیں ہے، اور نہ اس کی اجازت ہے۔

(2): شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں میں جن لوگوں کے لئے جمعہ کا نظم نہ ہو سکے، یا وہ کسی عذر کی بناء پر یا بلا عذر جمعہ نہ پڑھ سکیں، وہ ظہر کی نماز تنہا، تنہا پڑھیں گے، جماعت کے ساتھ نہیں، کیونکہ جس بستی میں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں، اور وہاں جمعہ قائم ہوتا ہو، خواہ ایک جگہ یا متعدد جگہ، نیز بڑی جماعت کے ساتھ یا چھوٹ چھوٹی جماعت کے ساتھ، وہاں معذور یا غیر معذور ہر ایک کے لئے ظہر کی نماز باجماعت مکروہ ہے، فقہ حنفی کی تمام بنیادی کتابوں اور اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ میں ایسا ہی ہے، اور فقہی دلائل کی بنیاد پر یہی صحیح ہے، اور جو لوگ ظہر باجماعت کی اجازت دیتے ہیں، اُن کی رائے پر اکثر اہلِ علم واصحابِ فتویٰ کا عدمِ اطمینان بجا ہے۔

"قوله: وصورة المعارضة": لأن شعار المسلمين في هذا اليوم صلاة الجمعة، وقصد المعارضة لهم يؤدي إلى أمر عظيم فكان في

صورتها كراهة التحريم رحمتي (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ۳:۳۳، ط: مكتبة زكريا، ديوبند، ۵:۶۸، ت:الفرفور، ط:دمشق) [1]

اور جن چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، وہاں کے باشندگان، حسبِ معمول، جمعہ کے دن بھی مسجد، یا اپنے اپنے گھروں میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے، انہیں ظہر کی نماز تنہا، تنہا پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان واقامة (الفتاوى الخانية على هامش الهندية، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ۱:۱۷۷، ط:المطبعة الكبرىٰ الاميرية، بولاق، مصر)

(قوله: فى مصر): أما فى حق أهل السواد فغيرمكروه، لانه لاجمعة عليهم (حاشية الطحطاوى على الدر، ۱:۳۴۶، ط:مكتبة الاتحاد، ديوبند)

واضح رہے کہ دونوں سوالوں کے جواب میں فقہ حنفی کے بنیادی مراجع اور اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ اور اختلاف کی صورت میں راجح قول کا لحاظ کیا گیا ہے، البتہ تطویل سے بچنے کے لئے صرف اہم وضروری حوالہ جات پر اکتفا کیا گیا ہے۔ **فقط واللہ تعالیٰ أعلم۔**

نعمان سیتاپوری غازی

۶/۸/۱۴۴۱ھ=۱/۴/۲۰۲۰، چہار شنبہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمود حسن بلند شہری غفرلہ	حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ	وقار علی غفرلہ
۶/۸/۴۱ھ	۶/۸/۱۴۴۱ھ	۶/شعبان ۱۴۴۱ھ

---

[1] اس طرح کی متعدد عبارات ہم بھی اپنے مضمون میں ذکر کر چکے ہیں، اور ہم اس موقف کو ہی عندالحنفیۃ راجح سمجھتے ہیں۔ محمد رضوان خان۔